ارمغانِ بہار شریف

حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ

کی

حیات اور شاعری

اور

ملفوظات کا تنقیدی جائزہ

سنہ ۱۹۹۸ء

ڈاکٹر حسن امام
ایم۔ اے (فارسی اردو)
پی۔ ایچ۔ ڈی
پٹنہ یونیورسٹی

(الف)

ارمغانِ بہار شریف

حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ

کی

حیات اور شاعری

اور

ملفوظات کا تنقیدی جائزہ

ڈاکٹر حسن امام ایم اے (فارسی و اردو)
پی ایچ، ڈی
پٹنہ یونیورسیٹی
۸۰۰۰۵، بہار

یہ کتاب فخر الدین علی احمد میموریل کمیٹی،
اتر پردیش، لکھنؤ
کے
مالی تعاون سے شائع ہوئی

فہرست

نام کتاب : حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ کی حیات اور شاعری
مصنف : ڈاکٹر حسن امام ایم اے (فارسی و اردو)، پی ایچ۔ڈی، پٹنہ یونیورسیٹی
تعداد صفحات : ۳۷۱
تعداد اشاعت : ۶۰۰ (چھ سو) بار اوّل
کتابت : قمر رشیدی، سلطان گنج، پٹنہ ۶
قیمت فی کاپی : دو سو پچاس روپے (۲۵۰ روپے)
زیر اہتمام : راشد الخیری شمسی
طباعت : لیبل آرٹ پریس، شاہ گنج، مہندرو، پٹنہ ۶ ۸۰۰۰۰۶ بہار
تاریخ طباعت : ۱۹۹۸ء
ناشر : ڈاکٹر حسن امام ایم اے، پی ایچ۔ڈی

ملنے کے پتے

۱۔ ڈاکٹر حسن امام، منٹو کالونی، منڈئی، سلطان گنج، پٹنہ ۶، بہار
۲۔ بک امپوریم، سبزی باغ، پٹنہ ۴، بہار
۳۔ اقبال بک ڈپو، بالمقابل پٹنہ کالج، اشوک راج پتھ، پٹنہ ۴، بہار
۴۔ اسٹوڈنٹ بک ہاؤس، داتا پیر بہوڑ مارکیٹ، پٹنہ ۴، بہار

"THESIS APPROVED FOR THE PH.D DEGREE OF THE PATNA UNIVESITY." —— 1970

تعارف

ایک ایسے شفیق بھائی کے بارے میں یہ چند سطریں تاثرات لکھتے ہوئے مجھے مسرت ہو رہی ہے جو میرے ہم وطن ہیں، اور ہم دونوں شمالی بہار کے رہنے والے ہیں۔

ڈاکٹر حسن امام صاحب کا وطن محلہ گنج اول بتیا مغربی چمپارن ہے۔ ار دسمبر ۱۹۳۸ء میں ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم وطن میں پائی، پھر ۱۹۵۵ء میں پٹنہ چلے آئے تھے اور مدرسہ شمس الہدیٰ، پٹنہ سے "ملا" کی ڈگری حاصل کی اور مدرسہ کے قیام کے زمانے میں میٹرکیولیشن پاس کیا۔ اس کے بعد پٹنہ کالج میں داخلہ لیا۔ اور ۱۹۶۲ء میں بی۔ اے آنرس فارسی میں کامیاب ہوئے اور پٹنہ یونیورسٹی سے ۱۹۶۴ء اور ۱۹۶۷ء بالترتیب سالوں میں فارسی اور اردو زبانوں میں فرسٹ کلاس سے ڈبل ایم۔ اے کیا۔ پھر پوسٹ گریجویٹ عربی و فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پٹنہ میں مقیم ہو کر پیش نظر مقالہ لکھا اور ۱۹۷۰ء میں پٹنہ یونیورسٹی نے پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری دی، اس کے بعد پٹنہ یونیورسٹی میں ۱۹۷۳ء میں ملازم ہو کر چلے آئے تھے اور پٹنہ یونیورسٹی لائبریری کے ریسرچ شعبہ مخطوطات عربی، فارسی اور اردو میں انچارج اور مہتمم بحال ہوئے جہاں آج تک اس خدمت پر فائز ہیں۔

ڈاکٹر حسن امام صاحب نے علمی، ادبی، تحقیقی و تنقیدی اردو مضامین لکھے ہیں ——— ایک مجموعہ مضامین "اردو شاعری کی ایک پیاری آواز" میری

نگرانی میں طباعت کی منزل میں ہے۔

ڈاکٹر حسن امام صاحب نے مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے قیام میں مولانا سید ریاست علی ندوی مرحوم کا زمانہ پایا۔ ندوی صاحب دارالمصنفین اعظم گڑھ کے قدیم مصنفوں میں تھے۔ اچھی، چجی تلی نثر نگاری میں ماہر تھے۔ ادیب تھے اسلامی تاریخ کے ایک مورخ تھے، چند کتابوں کے مصنف تھے "عہد وسطیٰ کا ہندوستان" کتاب آپ کی مشہور ہے، مولانا ریاست علی ندوی صاحب مولانا ابوالکلام آزاد کے حلقے کے ایک ایسے مقربین میں تھے جو مشورۂ سخن مولانا ابوالکلام آزاد سے لیا کرتے تھے۔ مدرسہ شمس الہدیٰ، پٹنہ میں ریاست صاحب نے لکھنے اور تقریر کرنے کی بنیاد ڈالی تھی۔ اور اچھے مقررین اور مقالہ نگاروں کو انعام میں کتابوں سے نوازا کرتے تھے اور وہ کتابیں مولانا ابوالکلام آزاد کی تصنیف ہوا کرتی تھیں۔ حسن امام صاحب کو بھی ایک تقریری مقابلہ میں "الصلوٰۃ وصلاۃ الوسطیٰ" ـــــ مصنفہ مولانا ابوالکلام آزاد ایک کتاب انعام میں ملی تھی اور تقریر کا عنوان یہ تھا۔ "کیا ۲۶ جنوری ہندوستان میں کوئی تہوار کا دن ہے۔"

ڈاکٹر حسن امام صاحب نے مولانا سید ریاست علی ندوی صاحب مرحوم کے ادب سے متاثر ہو کر لکھنا شروع کیا تھا، اس کے بعد ہی دوسرے ادیبوں سے متاثر ہوئے اور لکھنے لگے۔!

راشد الخیری شمسی

مظفر پور

۳ اگست ۱۹۹۸ء

4091/MA/D/71

खाद्य, कृषि, सामुदायिक विकास

तथा सहकारिता मंत्री,

भारत सरकार

नई दिल्ली

MINISTER FOR
FOOD, AGRICULTURE, COMMUNITY
DEVELOPMENT & COOPERATION,
GOVERNMENT OF INDIA,
NEW DELHI.

نئی دھلی

---

23 ستمبر سنہ ۱۹۷۱ء

مکرمی - تسلیم

آپ کا خط ملا - یہ معلوم ہوکر بیحد مسرت ہوئی کہ آپ کو پٹنہ یونیورسٹی نے پی - ایچ - ڈی کی ڈگری دیدی - اللہ تعالی آپ کو مبارک کرے اور آپکو نیک مقاصد میں کامیاب کرے - آمین -

امید کہ آپ بعافیت ہونگے -

نیاز مند

فخرالدین علی احمد

(فخرالدین علی احمد)

جناب حسن امام صاحب
معرفت جناب انوارالعزیز صاحب
کیشو کنج - بالمقابل دیوی استھان
محلہ گوجراٹولہ - ڈاکخانہ مہندرو - پٹنہ ۶ -

مقدمہ

ہندوستان میں رشد و ہدایت کی باضابطہ تاریخ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ العزیز کے مبارک (م ۶۳۳ھ) عہد سے شروع ہوتی ہے۔ یہ چھٹی صدی ہجری کا زمانہ ہے، آپ کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہوئی — اس لئے کہ مسلمانوں سے کم تعداد ہندو معتقدین کی نہیں تھی۔ "ہند الولی" اور "غریب نواز" کا لقب عام مقبولیت کی صاف شہادت دیتے ہیں۔ سارے ہندوستان میں رشد و ہدایت کا یہ سرچشمہ چھٹی صدی ہجری سے جاری رہا اور تشنگانِ معرفت الٰہی کو سیراب کرتا رہا۔

بہار میں قدیم ترین صوفیوں میں حضرت مخدوم سید شہاب الدین "پیر جگجوت" جیٹھلی، پٹنہ اور حضرت مخدوم شاہ یحییٰ منیریؒ اور آپ کے آباء و اجداد کے اسمائے گرامی اور کارنامے سنہرے لفظوں میں یاد کئے جانے کے لائق ہیں۔ حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاریؒ کی ذات والا صفات منبع علوم عرفانی اور مخزن حکمتِ روحانی تھی۔ اس حقیقت کا اعتراف دنیائے اسلام کے عالموں نے برابر کیا ہے اور معاصرین عالموں نے اپنی نگارشات پیش کئے ہیں۔

۱؎ : سفینۃ الاولیاء، مطبوعہ فارسی مصنفہ دارا شکوہ ص ۹۴ خدا بخش خاں لائبریری، پٹنہ
خزینۃ الاولیا مطبوعہ " " " "

۲؎ : اردو کی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا حصہ ۔ عبدالحق ۔ گورنمنٹ اردو لائبریری، پٹنہ

مولانا ابوالحسن علی ندوی (ندوۃ العلماء) جو دورِ حاضر کے ممتاز ترین عالم اور مفکرِ دین ہیں اور سارے عالمِ اسلامی میں ایک خاص اور بلند مقام رکھتے ہیں آپ نے کل ہند "اسلامک اسٹڈیز" کانفرنس منعقدہ دار المصنفین اعظم گڑھ[1] کے اجلاس میں اپنے افتتاحی خطبے میں نہایت بلند آہنگی اور پُر وقار ژرف نگاہی سے یہ ارشاد فرمایا کہ حضرت مخدوم الملک بہاریؒ کا سرمایۂ رشد و ہدایت اور ملفوظات و مکتوبات کا خزانہ ایسا پُر ودقیع ہے کہ جس کی مثال سارے عالمِ اسلامی کے علوم و معارف میں نہیں ملتی۔[2]

حضرت مخدوم شیخ احمد لنگر دریا بلخیؒ (متوفی سنہ ۸۹۱ھ) کا سلسلۂ رشد و ہدایت آپ کے جدِ امجد، حضرت مخدوم شیخ حسین نوشۂ توحید" بلخیؒ (متوفی سنہ ۸۴۴ھ) کی وساطت سے حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ (متوفی سنہ ۷۸۲ھ) سے جا ملتا ہے۔

حضرت احمد لنگر دریاؒ کا خاندان بعہدِ فیروز تغلق شہنشاہِ ہند، بلخ سے ہندوستان آیا اور حضرت مخدوم الملک کی درسگاہِ معرفت سے منسلک ہو گیا۔

حضرت مخدوم الملک کے خلیفۂ اول، حضرت مخدوم شیخ مولانا مظفر بلخیؒ (متوفی سنہ ۸۰۳ھ[3])، آپ کے جدِ اعلیٰ تھے، جو بذاتِ خود ایک متبحر عالم، شاعر،

---

[1]: منعقدہ بتاریخ ۳۰، ۳۱ دسمبر ۱۹۶۹ء

[2]: معارف، فروری ۱۹۷۰ء ص ۱۲۵، افتتاحی خطبہ مولانا ابوالحسن علی ندوی

[3]: مجموعہ اشعار مولانا مظفر شمس بلخیؒ ص ۱۶ (انٹروڈکشن) - مرتبہ پروفیسر سید حسن، اور THE JOURNAL OF BIHAR RESEARCH COCIETY FOR JUNE, 1956 —— PROF. SYED H. ASKARI'S ARTICAL "THE CORRESPONDENCE OF THE 14TH CENTURY SUFI POETS OF BIHAR WITH CONTEMPORORY, SOVERINGS OF DILHI AND BENGAL"

صوفی اور صاحب رشد و ہدایت تھے، حضرت مخدوم شیخ احمد لنگر دریاؒ سلسلہ بسلسلہ حضرت مخدوم الملک کے سجادے پر متمکن ہوئے۔ شعر و تصوف ورثے میں ملا، آپ بیک وقت صوفی باصفا، شاعر خوش نوا، عالم باعمل اور فقیر کامل تھے۔ آپ کا زمانہ تقریباً وہی تھا جو حضرت مولانا عبدالرحمٰن ملا جامی (متوفی ۸۹۸ھ) کا تھا۔ اس لحاظ سے آپ کی ذات بابرکات صوبہ بہار کے شعرائے متصوفین کے "سابقون الاولون" میں شمار کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ اس عہد میں سوائے حضرت مخدوم شیخ احمد چرم پوشؒ (متوفی ۷۷۶ھ) حضرت مولانا مظفر شمس بلخی (متوفی ۸۰۳ھ) اور حضرت شیخ حسین "نوشہ توحید" بلخی (متوفی ۸۴۴ھ) ایک بھی صاحب دیوان شاعر نظر نہیں آتا۔

مقالہ کے ابواب کی تقسیم

یہ مقالہ سات حصوں پر مشتمل ہے، جو حسب ذیل ہیں:-

۱۔ ہندوستان میں بلخی خاندان کی آمد اور حضرت مخدوم احمد لنگر دریاؒ کے آباؤ اجداد سے تعارف۔

۲۔ حالاتِ زندگانی حضرت مخدوم احمد لنگر دریاؒ بلخی۔

۳۔ تصحیح و تقابل کردہ نسخہ دیوان (قلمی) فارسی حضرت احمد لنگر دریا۔

۴۔ حضرت احمد لنگر دریا کے فارسی (قلمی) دیوان پر تفصیلی و تنقیدی نظر۔

۵۔ حضرت احمد لنگر دریاؒ کے فارسی (قلمی) دیوان کا ایرانی اور ہندوستانی (فارسی) شاعروں کے کلاموں سے تقابلی و تنقیدی جائزے۔

۶۔ حضرت احمد لنگر دریاؒ کے ملفوظات "مونس القلوب" کا سرسری تنقیدی جائزہ اور دوسرے ملفوظات کے بالمقابل "مونس القلوب" کے مقام کی تعیین و تقدیر۔

۷۔ فہرست کتابیات۔

میرا مقالہ صوفیانہ ہے۔ اس کی مختلف جہتوں کی تحقیق میں نے ضروری سمجھا

اس مقالہ سے پہلے بھی بہار شریف کے صوفیانہ ادب اور شاعری پر مقالے لکھے گئے تھے
مولانا مظفر شمس بلخی کی شاعری اور بلخی صوفیوں کی حالاتِ زندگانی اور ادبی
کارناموں پر مقالے لکھے گئے تھے۔ پروفیسر سید حسن عسکری صاحب اور حکیم سید
شاہ تقی حسن بلخی صاحب مرحومین کی پیش روی خطہ بہار میں مسلم ہے۔ پروفیسر
سید حسن عسکری صاحب نے بہت سے مضامین بہار شریف کے ملفوظات اور
مکتوبات پر لکھے ہیں۔ جو ان کی ادبی اور تاریخی مضامین کے مجموعوں میں شامل ہیں
مثلاً اردو رسالے، انگریزی مضامین، جرنل۔ پٹنہ یونیورسٹی، ریسرچ سوسائٹی
اور معاصر پٹنہ کے رسالے، خدا بخش لائبریری لکچر اور پروفیسر سید حسن عسکری کے
تین خطبات (۱) امیر خسرو دہلوی (۲) مظفر شمس بلخی کے مکتوبات (۳) اور
بہار شریف کے ملفوظات اور مکتوبات کے ضمن میں شامل ہیں۔ خدا بخش لائبریری
نے پروفیسر سید حسن عسکری صاحب کے اردو مضامین کے مجموعے شائع کئے
ہیں جو چند جلدوں میں ہیں اور خدا بخش لائبریری، پٹنہ سے دستیاب ہیں۔

سید شاہ تقی حسن بلخی صاحب مرحوم نے حضرت مخدوم شرف الدین
احمد یحییٰ منیری بہاری اور آپ کے بلخی خلفاء کے ملفوظات اور مکتوبات اور
تصنیفات سے متعلق مختلف گوشوں اور لاینحل رموز و معارف پر تفصیل
سے بحث کی ہے اور مضامین لکھے ہیں جو علمی و تحقیقی ہیں، شاہ تقی بلخی مرحوم
نے ہندوستان اور بیرونِ ممالک سے خطہ بہار، پٹنہ آنے والے سیکڑوں محققین اور
طلباء کی رہنمائی کی تھی جو بہار شریف کے صوفیانہ ادب کی تلاش و تحقیق میں مختلف
خطوں سے گھومتے ہوئے بہار آتے تھے اور پٹنہ میں مقیم تھے اور تحقیق کے لئے
سرگرداں تھے۔ شاہ تقی حسن بلخی صاحب نے ان سبھوں کی ہمت افزائی کی،
ان کو اپنے گھر کا پتا دیا، تحقیقات لکھنے کے لئے اپنا کتب خانہ عنایت کیا،
اپنے گھر پر اپنے پاس بٹھایا، مخطوطات کے نسخے پڑھنے کو دیئے، اور ان کی

؎ : المجیب (ماہنامہ) پھلواری شریف، پٹنہ۔ بابت شعبان ۱۳۸۳ھ)

میسر حاصل رہنمائی کی تھی۔

پروفیسر معین الدین دردائی صاحب مرحوم اردو کے استاد اور ادیب تھے اردو میں ان کی کتاب "بہار اور اردو شاعری" مشہور ہے۔ جسے مقبولیت حاصل ہوئی اور کالجوں کے نصاب میں جگہ دی گئی ہے۔ ان کی دوسری کتاب "تاریخ سلسلہ فردوسیہ" ہے جو بہار شریف کی صوفیانہ ادب اور تاریخ کی کتاب شمار کی جاتی ہے اور یہ بھی اردو میں ہے۔ دردائی صاحب نے بہار شریف کے فردوسی صوفیاء کی تاریخ لکھی ہے۔ "وسیلۂ شرف" کتاب صوفی منیری کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب اردو میں ہے۔ اس میں بہار شریف کے حضرت مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ منیری اور آپ کے بلخی اور بہاری فردوسیہ صوفیاء کے حالات تصنیف کئے ہوئے ہیں۔ یہی کتاب پروفیسر معین الدین دردائی صاحب مرحوم کے لئے فردوسی صوفیوں کے حالات تصنیف کرتے وقت پیش خیمہ بنی۔

یہاں تک کہ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے "تاریخ مشائخ چشت" کی تصنیف میں دردائی صاحب کی کتاب کو قابلِ اعتنا سمجھا اور اس سے استفادہ کیا۔ "تاریخ سلسلۂ فردوسیہ" میں معین الدین دردائی صاحب مرحوم نے بلخی صوفی خلفاء کے حالات کے ساتھ ان کی فارسی شاعری کے نمونے درج کئے ہیں اور تذکرہ لکھا ہے مگر بلخی صوفی شعراء کے فارسی کلام پر مستند رائے نہیں دی ہے اور نہ فارسی اساتذہ شعراء میں بہار کے صوفی شعراء کی استادی اور سخنوری پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس حقیقت کے باوجود پروفیسر معین الدین دردائی صاحب مرحوم بہار کے صوفیانہ تاریخ اور ادب کے شارحین مصنفین میں "سابقون الاولون" کی حیثیت سے یاد کئے جانے کے مستحق ہیں۔

ڈاکٹر سید اختر اورینوی صاحب مرحوم اردو کے استاد، ادیب، افسانہ نگار، ناول نگار اور محقق و ناقد کی حیثیت سے اردو دنیا میں مشہور ہیں اور بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ڈاکٹر اختر اورینوی صاحب کا گراں قدر مقالہ "بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقاء" کے نام سے طبع ہو کر بہت برسوں پہلے منظر عام پر

آچکا ہے۔ اس مقالہ کے لئے ڈاکٹر اختر اورینوی صاحب مرحوم کو پٹنہ یونیورسٹی نے ڈی لٹ۔ کی ڈگری عنایت کی تھی، اس کتاب نے محققین کے لئے راہیں کھول دیں۔ اس کتاب میں بھی حضرت مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کے ہندی و فارسی آمیز دوہے پہیلیاں، مکرنیاں اور دوسرے علاج کے منظوم نسخے درج ہیں اور بہار شریف کے بلخی صوفیوں کی کتاب کا ذکر ہے، مثلاً مولانا مظفر شمس بلخی۔ یہ اردو زبان کی بڑی خدمت ہے اور بہار شریف کی صوفیانہ ادب کا تعارف بھی! یہ زمانہ ہندی اور فارسی زبانوں کی آمیزش کا زمانہ تھا جس کی باضابطہ ابتداء امیر خسرو دہلوی اپنی تصنیفات میں کر چکے تھے اس سلسلے کی اردو کتابوں میں ڈاکٹر اختر اورینوی صاحب مرحوم کی کتاب "بہار میں اردو زبان و ادب کی ارتقا" بڑی اہم کتاب ہے!

بہار تھرو دی ایجز[۱]، مرتبہ ڈاکٹر آر۔ آر۔ دیواکر سابق گورنر حکومت بہار، پٹنہ کی کتاب کے مقالہ نگاروں میں ڈاکٹر اقبال حسین صاحب مرحوم پروفیسر فارسی پٹنہ یونیورسٹی کا ایک مقالہ بھی شامل ہے۔ اقبال حسین صاحب نے حضرت مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاریؒ، حضرت مخدوم احمد چرم پوشؒ، حضرت مولانا مظفر شمس بلخیؒ، حضرت حسین نوشہ توحید بلخیؒ، حضرت حسن جوش دائم بلخی اور حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ کے حالات لکھے ہیں، اور سہروردی اور بلخی صوفی شعراء کی منتخب فارسی غزلوں کے نمونے درج کئے ہیں۔ اور کلام پر رائے دی ہے۔ حضرت احمد لنگر دریا بلخی کی شاعری کے مضامین دریافت کئے ہے اور غزلوں میں چار مضامین کی خبر دی ہے۔ میرا پی ایچ ڈی کا مقالہ کا موضوع بھی "حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ کی حیات اور شاعری" ہے۔ بہار شریف کے فارسی ادب میں حضرت احمد لنگر دریا بلخی کو وحدت الوجود کا بہت بڑا صوفی شاعر تسلیم کیا گیا ہے، اس لئے کہ حضرت مخدوم احمد چرم پوشؒ، حضرت مولانا مظفر شمس بلخی اور حضرت حسین نوشہ توحید بلخیؒ کے بعد صوفی شاعر حضرت احمد لنگر

---

[۱] BIHAR THROUGH THE AGES - BY. DR. R. R. DIWAKAR EX-GOVERNOR OF BIHAR. PATNA

دریا بلخی ہی کی ذات گرامی ہے!

میں نے حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ کی شاعری میں دریافت شدہ چار مضامین کی غزلیں منقسم کر کے الگ الگ حیثیتوں سے تفصیلی روشنی ڈالی ہے اور چاروں مضامین کے ابواب تجویز کر دیا ہے۔ صوفیانہ، فلسفیانہ، اخلاقی اور عام مضمون۔

الحمد للہ مجھے یہ سعادت نصیب ہوئی کہ مخدوم احمد لنگر دریا بلخیؒ کی زندگی کے تفصیلی حالات اور ملفوظات "مونس القلوب" قلمی کا تنقیدی جائزہ پیش کروں۔ میں نے مندرجہ بالا سطور میں لکھا ہے کہ آپ کے قلمی دیوان کی شاعری تمام صنفوں پر مشتمل ہے، اس لئے ان تمام شعری محاسن پر تفصیلی تنقید اس طرح پیش کروں گا کہ دیوان کے متن سے صحیح واقفیت کے ساتھ حضرت احمد لنگر دریا کی شاعری کے چار مضامین کی حیثیت تفصیلی طور پر ہمارے سامنے روشن ہو جائے۔ پروفیسر سید شاہ عطاء الرحمٰن صاحب عطاؔ کاکوی[1] نے حضرت احمد لنگر دریا بلخی کے دیوان قلمی کے تقابلی مطالعہ اور دیوان کے متن کی تصحیح و تحقیق میں مجھے بہت زیادہ وقت عنایت کیا اور شاہ صاحب کی بالغ نظری سے دیوان کا صحیح متن ہمارے سامنے آیا جو اس کتاب میں پیش نظر ہے۔ یہ مقالہ پروفیسر سید شاہ محمد عطاء الرحمٰن[1] عطاؔ کاکوی قدس سرہ کی نگرانی میں، میں نے لکھا ہے اور پٹنہ یونیورسٹی نے مجھے پی ایچ ڈی کی ڈگری ۱۹۷۰ء میں عنایت کی۔ اور اب یہ مقالہ کتاب کی صورت میں پیش خدمت ہے۔ ع گر قبول افتد زہے عز و شرف

ادارہ تحقیقات عربی و فارسی پٹنہ میں تقریباً تین سال تک اس مقالہ کی تیاری کے زمانے میں حکیم سید شاہ تقی حسن بلخی صاحب خانقاہ فردوسیہ بلخیہ فتوحہ، پٹنہ، شاہ مراد اللہ صاحب منیر شریف لائبریری خانقاہ منیر، پٹنہ، پروفیسر

---

[1]: پروفیسر سید شاہ محمد عطاء الرحمٰن صاحب عطاؔ کاکوی کا انتقال ۱۸ مارچ ۱۹۹۸ء کو ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سید حسن عسکری صاحب شعبۂ تاریخ پٹنہ یونیورسٹی، پروفیسر سید حسن صاحب شعبۂ فارسی پٹنہ یونیورسٹی، ڈاکٹر اقبال حسین صاحب پروفیسر فارسی پٹنہ یونیورسٹی، محترمی قاضی عبدالودود صاحب بار ایٹ لا جھنور پوکھر، پٹنہ اور پروفیسر محمد ذکی الحق صاحب استاد اردو بی این کالج پٹنہ مرحومین کی صحبتیں نصیب ہوئیں۔ ان اساتذہ اور محققین میں سے ہر ایک استاد تحقیق کی دنیا کے درخشندہ ستارے ہیں۔ مجھے ان تمام کی طویل زمانہ تک رفاقت اور رہنمائی حاصل ہوئی اور میرے اس تحقیقی مقالے کے نگراں استاذی سید شاہ محمد عطاء الرحمٰن صاحب عطا کاکوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتیں بھی نصیب ہوئیں جو اردو اور فارسی ادب کے عصر حاضر کے صف اول کے محقق، ناقد، شاعر اور بہت جید مصنف تھے اور عطا کاکوی صاحب مرحوم کا شمار شاد عظیم آبادی کے موجودہ گنے چنے تلامذہ میں ہوتا تھا۔ حضرت احمد لنگر دریا بلخی کا فارسی دیوان قلمی، ملفوظات، "مونس القلوب" کے قلمی اور مخطوطہ نسخے مجھے حکیم شاہ تقی حسن صاحب بلخی اور شاہ مراد اللہ صاحب منیری خانقاہ لائبریری منیر شریف، پٹنہ سے دستیاب ہوئے۔ میں نے پیش نظر کتاب میں حضرت احمد لنگر دریا کے دیوان کا صحیح تقابلی مطالعہ[1] مذکورہ دونوں نسخوں کو سامنے رکھ کر پیش کیا ہے۔ نسخہ خانقاہ لائبریری منیر شریف، پٹنہ اور نسخہ خانقاہ لائبریری خانقاہ فردوسیہ دبلخیہ فتوحہ، پٹنہ مملوکہ حکیم شاہ تقی حسن بلخی صاحب مرحوم، جو اس مقالہ میں ایڈٹ کر کے شامل کر دیا گیا ہے۔

مونس القلوب کے چند ملفوظات کی تحقیق عصر حاضر کے علمائے کرام سے مانگی گئی تھی، جن میں مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب ندوۃ العلماء لکھنؤ اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب کا جواب لکھنؤ سے آیا تھا، آپ نے خط[2] میں

---

[1]: COMPARTIVE STUDY OF DIWAN FROM DIFFERENT COPIES, AVAILABLE - IN BIHAR

[2]: اس کتاب میں خط کی نقل درج ہے اور عکسی خط بھی۔

لکھا ہے کہ مونس القلوب" کی روایت" العنب دو دو" صحیح ہے اور اس حدیث کو بخاری نے روایت کی ہے۔ یہ کلمہ نبی محمد رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہوا ہے اور مونس القلوب کی بقیہ چھ روائتیں موضوع ہیں یا کم سے کم ضعیف ہیں اور قابل ثقہ نہیں ہیں۔

"مونس القلوب" کی خبروں اور تاریخی حوالوں کی بعض مشکلات کی تحقیق و وضاحت میں نے پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب سے دریافت کی تھی، ان کا جواب علی گڑھ سے آیا تھا۔ انہوں نے خط میں لکھا تھا کہ پروفیسر سید حسن عسکری صاحب کے تحقیقی مقالے اور کتابیں بہار شریف کے ادب کے لئے آپ کی تحقیق میں مشعلِ راہ ثابت ہوں گے۔

قاضی عبدالودود صاحب مرحوم اردو دنیا کے ایک عظیم محقق و مستشرق -ORIEN) (TALIST— تھے اور اردو تحقیق میں ایک منفرد اسلوب اور منفرد انداز نظر کے موجد اور خاتم دونوں تھے۔ اس تاریخ کو اردو دنیا نے تسلیم کیا ہے۔ اردو تحقیق میں آپ کی خدمات سنہرے کارناموں میں یاد کی جائیں گی۔ بہت سی تحقیقی کتابوں[2] اور مضامین کے مجموعے آپ کی یادگار ہیں۔

میری خوش نصیبی ہے کہ محترمی قاضی عبدالودود صاحب مرحوم نے اس مقالہ کے تشریحی حصے کی ترتیب دینے کے زمانے میں مجھے بڑا وقت عنایت کیا اور اپنی دلچسپی کا اظہار کیا۔ مونس القلوب کی سو مجلسوں کا خلاصہ میں نے آپ کے مشورہ سے اس کتاب میں شامل کیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ سو مجلسوں کا خلاصہ قارئین کیلئے ضرور گرانبار ہوگا۔ اور مقالہ طویل ہو جائے گا مگر اس اعتراف کے باوجود یہ بھی صحیح ہے کہ اس اضافہ سے محققین کے لئے بہت سی تحقیقی راہیں کھل جائیں گی اور "مونس القلوب" ملفوظات کے لاینحل مقامات کی وضاحت سو مجلسوں کے "خلاصہ" سے روز روشن کی طرح سے ہماری نظروں کے سامنے آجائے گی۔ حضرت احمد لنگر دریا

---

[1] : مونس القلوب مجلس اور نود سیوم ۹۳ خلاصہ۔ ملفوظات

[2] : قاضی عبدالودود کلکشن، خدابخش لائبریری، پٹنہ بہار ملاحظہ ہو۔

بلخی کے زمانے کی فارسی نثر کا نمونہ عام پڑھنے والوں کو اچھی طرح سے ذہن نشین ہو جائے گا اور فارسی نثر کی استعداد کی قوت تفہیم کی تاریخ بھی نظر میں آجائے گی۔

"مونس القلوب" کی اہمیت اس لئے اور بڑھ جاتی ہے کہ اس کی نثر سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ہندی و اردو کے عام فہم الفاظ اور عوامی بولی چال کی زبان اور ترکیب و تشبیہہ محاورے بھی اس زمانے کے فارسی نثر کے نوشت و خواند (لکھنے اور پڑھنے) میں بہت تیزی سے داخل ہو رہے تھے۔ حضرت احمد لنگر دریا بلخی اپنی مجلسوں میں گفت گو کے دوران ہندی و اردو کے الفاظ استعمال کیا کرتے تھے۔ مختصر طور پر چند مثالیں پیش نظر کرتا ہوں "مونس القلوب" کی ایک مجلس میں ایک جملہ اس طرح لکھا ہے۔ "شخصی لنگوٹہ پوشیدہ درخدمت آمد و پابوس شد"۔

دوسری مجلس میں یہ خبر ملتی ہے کہ "لکھنوتی کہ رائے آں مقام کافر بود"۔ اور ایک تیسری مثال مونس القلوب کی مجلس سے پیش نظر کرتا ہوں۔ ایک دفعہ حضرت احمد لنگر دریا بلخی باغ میں سیر کر رہے تھے اور پھولوں کو دیکھ رہے تھے اور سونگھ رہے تھے، ایک جگہ ٹھہر گئے تھے، وہاں آپ نے ایک پھول کو دیکھا تھا، جب آپ واپس ہوئے اور مجلس میں تشریف لائے تو باغ کی کیفیت بیان کی اور گفتگو میں ایک جگہ برجستہ فرمایا "پھول چنبہ یافتم"۔ اس طرح کی دوسری مثالیں ہندی و اردو الفاظ کی ملفوظات میں فارسی نثر کی پائی جاتی ہیں۔ مونس القلوب میں "رائے، لنگوٹہ، بچہ، دھکہ، پھول چنبہ اور چبوترہ" ہندی لفظوں کا استعمال ہوا ہے۔ آپ جس عہد میں تھے وہ مغلیہ حکومت کے قبل کا عہد تھا جیسے لودی پٹھان خاندان کی حکومت کا زمانہ کہا جاتا ہے اور یہ زمانہ فارسی زبان و ادب کے لئے روبہ زوال عہد سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس کتاب کی زبان و بیان عصر حاضر کی اردو تنقیدی کتابوں کی زبان و بیان سے بہت کچھ مشابہت رکھتی ہے۔ جابجا فارسی الفاظ و تراکیب اور محاوروں کی وضاحت عام فہم اردو زبان میں کرنے کی میں نے کوشش کی ہے مگر یہ صحیح ہے کہ عربی اور فارسی

۱ؔ: مجلس بست و چہارم (۲۴) ۔ مونس القلوب ۔ خلاصہ ملاحظہ ہو۔

زبانوں کی بدل ہندوستان کی زبانیں نہیں ہو سکتی ہیں چہ جائیکہ فارسی کی نعم البدل زبان اردو کہاں ہو سکے گی؟ مگر میں اپنی کوشش میں کامیاب ہوں اور یہ مقالہ کتاب کی صورت میں آپ کی پیش خدمت ہے۔

اس کتاب کے مقالے کی تیاری میں رہنمائی اور استعانت کے لئے تمام اساتذہ کرام اور راویوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان تمام کو اپنے دربار سے اجر عظیم عطا فرمائے اور مرحومین کو جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ آمین!

جب اس کتاب کے مقالہ پر پٹنہ یونیورسٹی نے ۱۹۷۰ء میں مجھے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری عنایت کی تو مسٹر فخر الدین علی احمد مرحوم سابق صدر جمہوریہ حکومت ہندوستان' جو اس وقت ہندوستان کی مرکزی حکومت، نئی دہلی میں فوڈ اگریکلچر، کمیونیٹی ڈیولپمنٹ اور کوآپریٹیو منسٹر تھے، آپ کا خط آیا تھا اور آپ نے پٹنہ یونیورسٹی سے مجھے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری عنایت کئے جانے پر اپنی مسرت کا اظہار کیا تھا اور مبارکباد دی تھی۔ آپ کے خط کا عکس اس کتاب کی فہرست مضامین کے شروع میں شامل کیا جا رہا ہے، میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ جناب فخر الدین علی احمد مرحوم کی روح کو ان کی قبر میں رحمت اور ابدی سکون عطا فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے آمین!

میری کتاب فخر الدین علی احمد میموریل کمیٹی حکومت اتر پردیش لکھنؤ کی مالی تعاون سے شائع ہو رہی ہے۔ اس کے لئے میں فخر الدین علی احمد میموریل کمیٹی کے اراکین اور سربراہ کا مشکور ہوں۔

والسلام

حسن امام

سلطان گنج، پٹنہ

۱۶ اگست ۹۷ء

ہندوستان میں بلخی خاندان کی آمد

ہندوستان میں تغلق خاندان کی حکومت کے زمانے میں بلخی خاندان کا ورود ملک بلخ سے ہوا، یہ خاندان دہلی آیا اور وہاں سے الگ ہوکر بہار شریف آیا، پھر وہاں سے صوبہ بہار کے مختلف مقامات مثلاً سمٹی، فتوحہ اور منیر شریف وغیرہ مقامات میں منتشر ہوگیا۔

بہار میں بلخی خانوادے جتنے موجود ہیں ان کا سلسلہ حضرت مولانا شمس الدین بلخی پر منتہی ہوتا ہے، آپ آٹھویں صدی ہجری کے جید بزرگ ہیں اور آپ نے مخدوم الملک حضرت مخدوم شاہ شرف الدین احمدؒ کے خالہ زاد بھائی حضرت مخدوم احمد چرم پوشؒ سے دست بیعت حاصل کیا۔ مولانا مظفر بلخیؒ اور مولانا معز بلخیؒ آپ ہی کی اولاد میں ہیں۔[1]

شیخ شمس الدین

جناب شیخ شمس الدین دہلی میں کسی عہدہ کا شغل رکھتے تھے، ایک دن اہل دربار میں سے کسی شخص نے گوشۂ چشم سے اشارہ کسی چیز کی طرف کیا۔ شیخ شمس الدین کی نظر اس پر پڑ گئی، دل میں گزرا کہ یہ نفاق کی علامت ہے ایسی مجلس میں رہنا نہ چاہئے، شغل جو رکھتے تھے ترک کیا اور دہلی سے نکلے، جب بہار کے قریب پہونچے، شیخ احمد چرم پوشؒ ان کے آنے سے

---

[1] نقد و نظر —— پروفیسر سید علی حیدر نیر ص ۳۴

آگاہ ہوئے، فرمایا ایک دوست آتا ہے اپنے یاروں کو لے کر استقبال کیا، ملاقات کے بعد شیخ شمس الدین مرید ہوئے اور شیخ احمد چرم پوش کی خانقاہ میں مشغول ہوئے اور اپنے حرم کی طرف لکھ بھیجا کہ میں نے ترک دنیا کیا تم میری موافقت کرو اسباب و اموال کو بیٹوں کے سپرد کر کے اس طرف چلی آؤ۔ انہوں نے شیخ مظفرؒ اور شیخ معز الدین دونوں بیٹوں کو کہا تم لوگ اسباب و املاک لے لو ہم تمہارے باپ کی موافقت کریں گے۔ ان لوگوں نے کہا باپ کی موافقت کے لئے ہم لوگ اولیٰ ہیں۔ ہم بھی والد کی موافقت کریں گے۔ پھر گھر لوٹ کر چلے، بہار آئے۔[۱]

حضرت مولانا شیخ شمس الدین بلخی کے بیٹے حضرت مولانا مظفر شمس بلخی (متوفی ۸۰۳ھ) تھے، آپ کے دو بھائی تھے جن کے نام معز الدین اور قمر الدین ہیں۔[۲]

دہلی سے مولانا مظفر نے اپنی والدہ اور بھائیوں کے ساتھ صوبہ بہار کی طرف سفر اختیار کیا، اثنائے راہ میں ظفر آباد میں قیام کیا اور یہ مقام جونپور کے نزدیک واقع ہے۔ ظفر آباد میں حضرت معز الدین کے بیٹے حضرت حسین "نوشہ توحید" بلخی کی ولادت ہوئی، جب مولانا مظفر بلخیؒ بہار تشریف لائے تو آپ کے بھائی حضرت معز الدین بلخی نے اپنے والد کی تقلید کی اور حضرت مخدوم شیخ احمد چرم پوشؒ سے دست بیعت حاصل کیا اور مولانا مظفر بلخی نے اپنے ضمیر کی دعوت پر لبیک فرمایا اور حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد بہاریؒ سے دست بیعت حاصل فرمایا اور آپ کی خدمت میں مقیم ہوئے اور علم باطن کی تحصیل فرمائی۔[۳]

---

[۱] وسیلۂ شرف و ذریعۂ دولت۔ سید فرزند علی صوفی منیری، ص ۵۱

[۲] مکتوب دہم ۔۔ مکتوبات بست و ہشت۔ حضرت شیخ شرف الدین احمد بہاریؒ

[۳] مجموعۂ اشعار مولانا مظفر شمس بلخی ۔۔ پروفیسر سید حسن، ص ۷

حضرت مولانا مظفر شمس بلخی کا خاندان آپ کے بھائی حضرت معز شمس بلخی کے خانوادے سے چلا۔ حضرت حسین "نوشہ توحید" بلخی رح (متوفی ۸۴۴ھ) آپ کے بیٹے تھے اور حضرت شیخ حسن "دائم جشن" بلخی (متوفی ۸۵۶ھ) حضرت حسین بلخی رح ہی کے بیٹے تھے، یہاں تک کہ حضرت شیخ احمد لنگر دریا" بلخی رح (متوفی ۸۹۱ھ) حضرت حسن" دائم جشن" بلخی کے بیٹے تھے اور حضرت احمد لنگر دریا بلخی کے بیٹے کا نام حضرت سلطان ابراہیم بلخی تھا۔ جو حضرت احمد لنگر دریا بلخی رح کے خلف وارث ثابت ہوئے۔

حالاتِ زندگانی

حضرت مخدوم شیخ احمد لنگر دریا" بلخی

حضرت احمد لنگر دریا بلخی" حضرت حسین" نوشہ توحید" بلخی کے پوتے تھے اور حضرت حسن" دائم جشن" بلخیؒ کے بیٹے تھے۔

ولادتِ باسعادت

حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ کی ولادتِ باسعادت ۲۷ر (ستائیس) رمضان المبارک ۸۲۶ھ (آٹھ سو چھبیس ہجری) کی شب میں ہوئی[1]۔
جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کی آنکھیں چالیسؔ دنوں تک نہیں کھلتی تھیں، آپ کے جدِ امجد حضرت حسین" نوشہ توحید" بلخیؒ چاشت کی نماز ادا کر کے اپنا لعابِ دہن روزانہ آپ کی آنکھوں میں لگاتے تھے، جب چالیس دن یہی عمل کرتے ہوئے گزر گئے تو آپ کی آنکھیں کھلیں اور سب سے پہلے آپ نے اپنے دادا حضور حضرت شیخ حسین بلخی کو دیکھا[2]۔

تربیت اور تعلیم

آپ کی تربیت آپ کے دادا حضور حضرت حسین بلخیؒ کی خدمت میں

۱۔ مونس القلوب (قلمی) مجلس پنجاہ دوم۔ ص ۱۵۰-۱۵۱
۲۔ مونس القلوب (قلمی) مجلس پنجاہ دوم۔ ص ۱۵۱

ہوئی، اس زمانے میں حضرت حسین بلخیؒ آپ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ میں متمنی اور آرزومند بھی ہوں کہ حضرت احمد لنگر دریا ایک سعادت مند خلف ثابت ہوں، اور آپ کی قبر پر فاتحہ پڑھیں، جس طرح سے آپ کے دادا حضور نے آپ کی پرورش فرمائی۔ اسی طرح سے آپ کے دادا حضور نے آپ کو تعلیم بھی دی، جب تھوڑی استطاعت آپ کے اندر پیدا ہوگئی تو آپ اپنے دادا حضور سے عقیدہ کی کتاب پڑھنے لگے اور یاد کرنے لگے، اس کے بعد عقیدے کی کتاب شرح مظفری پڑھ کر ختم کیا اور اس کے بعد حسب احکام اپنی تعلیم پوری کا فرمائی، مگر آپ کے پاس کسی مدرسے کی سند نہیں تھی۔[۱]

گھوڑے کی سواری کا شوق

جب آپ تعلیم حاصل کرنے کے لئے گھر سے جاتے تھے تو گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لے جاتے تھے، اس کے بعد آپ کے دادا حضور حضرت شیخ حسین بلخیؒ نے آپ کو نصیحت فرمائی اور گھوڑے کی سواری کو ناپسند فرمایا تو آپ نے گھوڑے کی سواری کے شوق کو ترک کر دیا اور گھر سے اپنے دادا کی خدمت میں پیدل جاتے تھے۔[۲]

بچپن میں شکار کا شوق

آپ اپنے بچپن کے زمانے میں شکار کے شوقین تھے، رات ہو یا دن شکار کے لئے روانہ ہونے کے لئے تیار رہتے تھے اور خود کو ایک شکاری کی طرح سے مصروف رکھتے تھے۔ ایک دن آپ شکار میں تھے، وہاں

---

[۱] مونس القلوب (قلمی) - مجلس سی سیوم - ص ۱۰۲

[۲] مونس القلوب (قلمی) - مجلس سی سیوم - ص ۱۰۳

بہت سے چھوٹے چھوٹے جانور شکار کئے گئے۔ آپ شکار سے گھر واپس آئے، شکار کئے ہوئے جانوروں کو اپنے دادا حضور کی خدمت میں لے جاکر رکھا، آپ کے دادا حضور نے فرمایا "یہ تمہارے شاکی ہیں، اسی لئے کہ تمہاری وجہ سے یہ بے چارے اپنے مسکنوں میں بھی نہیں رہ سکتے ہیں"۔ اس کے بعد سے اور اسی دن سے آپ نے شکار میں جانا ترک کر دیا اور ساری زندگی میں کبھی پھر شکار میں نہیں گئے۔ [۱]

"لنگر دریا" لقب ہونے کی وجہ

ایک دفعہ آپ حج کے لئے بذریعہ جہاز مکہ معظمہ تشریف لے جا رہے تھے، جب آپ کا جہاز "غبہ جابر" مقام سے گزر رہا تھا تو ڈوبنے لگا، جہاز میں بہت زیادہ مسافر تھے، مسافروں کا کھانا پینا اور آرام و راحت خطرے میں پڑ گیا، اور یہی صورت اور یہی مصیبت دو دنوں تک برقرار رہی۔ آپ کے ساتھ آپ کے اہل و عیال تھے اور آپ کی بیٹی بی بی فاطمہ بھی تشریف رکھتی تھیں، بی بی فاطمہ کو نیند آگئی، آپ نے خواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا، آپ نے بی بی فاطمہ سے فرمایا: تشویش اور پریشانی میں مت رہو ہم تمہارے جہاز کو کھینچیں گے۔ جب آپ خواب سے بیدار ہوئیں تو اس خواب کو اپنے والد سے عرض کیا، اس کے بعد آپ کا جہاز ڈوبنے سے بچ گیا اور سلامتی کے ساتھ منزلِ مقصود کی طرف روانہ ہوا۔ [۲]
سید فرزند علی صوفی منیری "لنگر دریا" کی وجہ تسمیہ یہ لکھتے ہیں۔
"عرف میں آپ کا نام احمد لنگر دریا جو مشہور ہے واللہ اعلم لنگر دریا لقب ہونے کا باعث (جہاز کا واقعہ) ہوا"۔ [۳]

۱۔ مونس القلوب (قلمی) مجلس سی سیوم ص ۱۰۳
۲۔ " " پنجم ص ۱۸۸-۱۸۷
۳۔ وسیلہ شرف و ذریعہ دولت۔ فرزند علی صوفی منیری ص ۶۸

عصرِ حاضر کے صوبہ بہار کے محققین نے وسیلۂ شرف و ذریعہ دولت کے بیان پر اتفاق کیا ہے اور اپنے پُروقیع تحقیقی مضامین میں مونس القلوب اور حضرت احمد لنگر دریا کا ذکر کیا ہے ۔ لیکن 'لنگر دریا' کی وجہ تسمیہ پر کوئی بھی رائے نہیں پیش کی ہے بلکہ وسیلۂ شرف پر پورا پورا اتفاق کیا ہے اور حضرت احمد بن حسن بلخی کے ذکر لکھتے ہوئے "حضرت احمد" کے ساتھ "لنگر دریا" لقب کا الحاق کیا ہے ۔[1]

ڈاکٹر اقبال حسین لکھتے ہیں ۔

"گمان غالب ہے کہ وہ ایک زبردست کردار کے مالک تھے اور اپنے زمانے کے متدین درویش تھے اور ایک سچے صوفی بھی تھے اس لئے عام طور پر آپ "لنگر دریا" کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں ۔"[2]

عصرِ حاضر کے بہار کے محققین کرام نے مونس القلوب کی شہادت کا اعتراف کیا ہے اور وسیلۂ شرف کے بیان کو صحیح تسلیم کیا ہے اور اپنے پروقیع مضامین میں مونس القلوب اور وسیلۂ شرف کی شہادتوں کے حوالے پیش نظر بھی کئے ہیں ـــــــ محترمی استاذی، ڈاکٹر اقبال حسین مدظلہ نے اپنے مضمون میں مونس القلوب اور وسیلۂ شرف کی شہادتوں کی تردید نہیں فرمائی ہے بلکہ اپنی ذاتی رائے پیش نظر فرمائی ہے ۔ اس لئے میرا اعتراف تو یہ ہے کہ مونس القلوب کی روایت صحیح ہے اور وسیلۂ شرف و ذریعہ دولت کا استدلال مونس القلوب کی روایت سے صحیح ہے کہ عرف میں آپ کا لقب احمد "لنگر دریا" اسی

---

[1] ۔ مجموعہ اشعار مولانا مظفر شمس بلخی (مطبوعہ) ۔ سید حسن، ص ۱۹ ۔ معاصر پٹنہ حصہ ۲
شمالی ہند کے صوفیائے کرام کی ہند دوستی" پروفیسر سید حسن عسکری

[2] ۔ بہار تھرو دی ایجز ۔ آر ۔ آر ۔ دیواکر ۔ "احمد لنگر دریا" ص ۴۵۵

واقعے کے سبب سے ہوا۔

حضرت احمد لنگر دریا کا خاندان

مونس القلوب کی شہادت ملتی ہے کہ آپ اپنے خاندان کے بارے میں غور و فکر کیا کرتے تھے، اس لئے آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ دعا فرمائی کہ اگر آپ حضرت ابراہیم ادہم بلخیؒ ہی کے خاندان سے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو ایک بیٹا عنایت فرمائے تاکہ اپنے بیٹے کا نام "ابراہیم" رکھیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی، اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کے حرم میں آپ کا بیٹا پیدا ہوا، یعنی شہادت کے ساتھ آپ کے اسلاف مرشدوں نے بذریعہ مراقبہ آپ کو متنبہ فرمایا کہ آپ کے فرزند ارجمند پیدا ہوئے، آپ نے اپنے فرزند کا نام ابراہیم رکھا۔[۵]

استاذی محترم پروفیسر سید حسن لکھتے ہیں۔

"(برہان الدین) مولانا مظفر شمس بلخی حضرت سلطان شمس بلخی کے بڑے فرزند ارجمند تھے، آپ کا خاندان حضرت ابراہیم ادہمؒ، جو بلخ کے ایک مشہور شہزادے تھے، کی طرف منتہی ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم ادہمؒ نے اپنی حکومت کو ترک کر دیا اور درویشی اختیار کر لی"۔[۲]

مولانا مظفر بلخی نے اپنے مکتوب (ہفتاد دوم) میں اپنے خاندان کا شجرہ بیان فرمایا ہے جو ہمارے علم میں اضافہ کرتا ہے۔ حضرت مولانا مظفر بلخی نے یہ مکتوب کسی حکمراں کو لکھا تھا۔

رسالہ بہرام بہاری کے مطابق حضرت مولانا مظفر شمس بلخی کے خاندان

۵۔ مونس القلوب مجلس چہارم — وسیلۂ شرف ص ۳۱-۳۲

کا شجرہ یہ ہے:

"سلطان مظفر بن سلطان شمس بن شاہ علی بن شاہ حمید الدین بن شاہ سراج الدین بن شاہ بزرگ بن شاہ محمود بن شاہ عالم بن شاہ ابراہیم بن شاہ ادہم بلخی رح"[۱]

استاذی محترم پروفیسر سید حسن مدظلہٗ کی تحقیق اور مولنس التطوب کی شہادت کی بنا پر یہ وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کے خاندان کی طرف سے بھی "بلخی" ہونے کا شرف آپ کو حاصل ہے، اور وطن کی حیثیت سے بھی ملک بلخ ہی آپ کا وطن تھا۔

وسیلۂ شرف، مناقب الاصفیاء (مصنفہ حضرت مخدوم شیخ شعیب فردوسی شیخپوروی)، اخبار الاخیار (مصنفہ عبدالحق محدث دہلوی)، نزہتہ الخواطر جلد سوم عربی، (مطبوعہ) اور شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ کی تحقیقات کے مطابق حضرت احمد لنگر دریا بلخی کا خاندانی شجرہ اس طرح ہے۔

(شجرہ مذکور اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

۱۔ حالاتِ زندگانی مولانا مظفر شمس بلخی ص ۵ ــ مجموعۂ اشعار مولانا مظفر شمس بلخی مرتبہ پروفیسر سید حسن ــ ادارہ تحقیقات عربی و فارسی، پٹنہ ۱۹۶۰ء

حضرت سلطان شمس بلخی رح

مولانا منظر شمس بلخی رح

قمر الدین شمس بلخی

معز شمس بلخی رح

حضرت بی بی عروس زوجہ (محل اول)

حضرت حسین بلخی رح

حضرت کھری زوجہ (محل ثانی بازید پوری

حضرت حسن بلخی رح

سلطان بلخی رح

سیف الدین بلخی

حضرت احمد لنگر دریا بلخی رح

حضرت ابراہیم سلطان بلخی رح

ہندوستان سے باہر ملکوں کی سیاحت

ہندوستان سے باہر ملکوں کی سیاحت کا شوق رکھتے تھے۔ اور ممالک عرب کے باشندوں کی مدنی زندگی اور ثقافت کو جاننے کا بھی شوق رکھتے تھے۔

حجاز

جب آپ جہاز سے حجاز پہنچے تو "فسیلک" کے مقام پر قیام فرمایا فسیلک کا بادشاہ آپ کی خدمت میں آیا، وہ چمڑے کے لباس میں ملبوس تھا وہاں کی عورتیں بھی چمڑے کا لباس زیب تن کرتی تھیں ـــــ ناف سے زانو تک ملبوس رکھتے تھے اور جسم کے بالائی حصوں کو عریاں رکھتے تھے اور اپنے گھروں سے اسی لباس میں باہر نکلتے تھے۔

ہماری عام غذا کی طرف ان کی رغبت نہیں تھی، اس جگہ شہد پایا جاتا تھا، جس کو وہاں کے لوگ "کاہ" کے برتن میں رکھتے تھے اور اس زمانے تک "فسیلک" کے باشندے متمدن نہیں ہوئے تھے۔[1]

اپنے قیام عرب کے زمانے میں آپ عربی شیرخوار بچوں کی فصاحت سے سخت متاثر ہوئے۔ آپ نے ایک عربی بچے کو کلام کرتے ہوئے پایا، بچہ اپنی ماں سے کہہ رہا تھا: یا اماہ بطنی جوعان و ثدیک ملآن اما تخافی الرحمان ـــــ ترجمہ۔ اے ماں، میرا پیٹ بھوکا ہے، اور آپ کی چھاتی دودھ سے بھری ہے، کیا آپ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتی ہیں۔" (کہ مجھ کو دودھ نہیں پلاتیں)[2]

---

[1] مونس القلوب مجلس بست ہشتم ص ۸۹

[2] " " چہل سیوم ص ۱۲۵

ملک عدن

ملک عدن تشریف لے گئے، وہاں کے مذہبی قائد سے ملاقات فرمائی البتہ اتر نمائی کے موقع پر ملک عدن میں قیام فرمایا اور شب میں سو رکعت نمازیں ادا فرمائی۔
ملک عدن میں نفل نمازوں کے ادا کرنے کا رواج نہیں تھا، عدن کے مذہبی قائد ابراہیم عدنی تھے، وہ نفل نمازوں کی برکتوں سے نابلد تھے۔

عدن کا جغرافیہ اور عدنی لوگ

عدن ایک فرحت بخش مقام تھا، وہاں کے باشندے مذہب اسلام پر چلتے تھے، متقی، صلح پسند، صاحب مروّت، انصاف پسند اور عادل تھے۔ موذن اذان دیتا تھا تو لوگ بازار میں اپنی دکانوں کو کھلا ہوا چھوڑ دیتے تھے اور اپنی دکان پر ایک کپڑا پھیلا دیتے تھے اور نماز ادا کرنے کے لئے مسجد چلے جاتے تھے۔
عدن میں نقب زنی، ڈکیتی اور چوری کا رواج نہیں تھا، عدنی باشندے آپس میں بھائی کی طرح سے دوسروں کے ساتھ سلوک کرتے تھے اور عدنی لوگوں کے درمیان کبھی فساد نہیں ہوتا تھا۔[1]

وصال

مونس القلوب کے مرتب قاضی خطاب منیری آپ کے مرید تھے ایک دن وہ آپ کی مجلس میں شریک تھے، آپ نے اپنی عمر کا حساب کیا اور اور اس کے بعد فرمایا۔ میری عمر ترانوے (۹۳) برس سے تجاوز کر گئی اور چونسٹھ (۶۴)

---

[1] مونس القلوب — مجلس چہارم — ص ۵۵

برس کی عمر ہوئی، مجھے شرم آتی ہے کہ میری عمر حضرت رسولِ اکرم صلعم کی عمر مبارک سے تجاوز کرے [۱]

بہار شریف، خانقاہ، پٹنہ میں آپ کا وصال انیس رمضان المبارک ۸۹۱ھ (آٹھ سو اکانوے ہجری) میں ہوا۔

قطعہ تاریخ وفات دو منقول ہیں ؎

چو شیخ احمد بلخی کہ بود منبع فیض — خلد رفت شدہ سال رحلتش فیاض
۸۹۱

بباغ خلد خرامید احمد بلخی رح — کہ بود ہر سخنش نافۂ تتار شرف
پرید بو ز کلامم چو سال برخواندم — "ہوائے طیب بجنے گل بہار شرف" [۲]
۸۹۹ — ۸ = ۸۹۱ھ

آپ کا مزار مبارک محلہ پہاڑ پورہ، بہار شریف، پٹنہ میں ہے اور آپ کے مزار مبارک سے تیس قدم آگے آپ کے دادا حضور حضرت شیخ حسین بلخی اور آپ کی اہلیہ حضرت بی بی عروس رحمتہ اللہ علیہا کے مزار مبارک ہیں، دونوں مزاروں کے اوپر گنبد ہے اور زمین میں حضرت حسن بلخی رح اور دوسرے بلخی بزرگوں کے مزار ہیں۔

اخلاق و عادات

عاجزی و انکساری

آپ کی طینت میں فروتنی اور انکساری بدرجۂ اتم موجود تھی، ایک دفعہ صبح کے وقت آپ اپنے دادا حضور حضرت شیخ حسین بلخی کے روضے

---

[۱]: مونس القلوب — مجلس پنجاہ دوم۔ ص ۱۵۱

[۲]: وسیلۂ شرف و ذریعۂ دولت — سید فرزند علی صوفی منیری۔ ص ۶۸

پہنچ تشریف لے گئے، آپ نے دیکھا کہ فجر کی فرض نماز کی امامت حضرت مولانا منورؒ کرتے تھے، مولانا منور کی فجر کی نماز کبھی کبھی قضا ہو جاتی تھی اور جس کی وہ قضا نہیں کرتے تھے ـــــــ آپ کی طبیعت میں ان کے پیچھے نماز ادا کرنے سے، تشویش پیدا ہوئی مگر طبیعت میں انکساری پیدا ہوئی اس کے بعد آپ نے ان کے پیچھے فجر کی نماز ادا فرمائی۔ [۱]

بچپن میں گھوڑے کی سواری کا شوق تھا اور ہمیشہ گھوڑے پر سوار ہوتے تھے مگر اپنے "دادا حضور" کے منع فرمانے کے بعد گھوڑے کی سواری ترک کر دیا۔

بچپن میں سیر و شکار کا شوق تھا اور تمام اوقات شکار میں رہتے تھے مگر اپنے "دادا حضور" کی خوشنودی کے لئے شکار میں جانے کی عادت ترک کر دی اور پھر کبھی شکار میں تشریف نہیں لے گئے۔

حیا

آپ کی طینت میں حیا کی صفت بدرجۂ اتم پائی جاتی تھی، ایک دفعہ آپ کی خدمت میں ایک آدمی لنگوٹہ پہنے اور سارے جسم کو عریاں کئے ہوئے آیا، آپ نے اس کی طرف سے اپنے چہرۂ مبارک کو پھیر لیا، اس کے بدن پر چند گز کپڑے ڈال دیئے۔ اور اس کی ستر پوشی فرمائی، اس کے بعد اس کو ستر پوشی کی تعلیم فرمائی۔

جود و سخا

طبیعت میں جود و سخا کی خصلت بدرجۂ اتم پائی جاتی تھی۔ ایک دفعہ ایک کافر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شرف ملاقات کا گرویدہ ہوا۔ آپ نے

---

[۱] مونس القلوب ـ مجلس ہفتاد پنجم ـ ص ۲۲۱

اس سے ملاقات فرمائی، اس کا مزاج دریافت فرمائی اور جب اس نے رخصت ہونے کے لئے خواہش ظاہر کی تو آپ نے کوئی چیز اسے عنایت فرمائی اور اس کے بعد رخصت کیا۔۔۔۔ لوگوں سے ہدیے اور تحائف کم قبول کرتے تھے۔ [۱]

سواری

بچپن کے زمانے میں گھوڑے کی سواری مرغوب تھی، گھر سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لے جاتے تھے، سیر و شکار کے دلدادہ تھے، بچپن کے زمانے میں گھوڑے پر سوار ہو کر سیر و شکار کے لئے جاتے تھے۔ اس کے بعد اپنے دادا حضور حضرت شیخ حسین بلخیؒ کے منع فرمانے کے بعد گھوڑے کی سواری ترک کر دی اور سیر و شکار کے لئے جانا ترک کر دیا۔

اس زمانے کے بعد تا دم حیات طیبہ پالکی کی سواری اختیار فرمائی لوگوں سے ملنے کے لئے اور بازار تشریف لے جانے کے لئے پالکی کی سواری کا استعمال کرتے تھے۔ بہار شریف خانقاہ سے اعزہ و اقارب سے ملاقات کے لئے باہر تشریف لے جاتے تھے اور پالکی کی سواری کا استعمال فرماتے تھے۔ [۲]

باغ میں سیر و تفریح

سیر و تفریح کے لئے باغوں میں تشریف لے جاتے تھے اور چرند و پرند کی مختلف بولیوں اور ان کی عادتوں کے متعلق غور و فکر کیا کرتے تھے

۱: مونس القلوب ۔۔ مجلس شصت و پنجم، ص ۱۸۸

۲: مونس القلوب ۔۔ مجلس پنجاہ نہم، ص ۲۴۹

مظاہر فطرت سے اپنی دل چسپی کا اظہار فرماتے تھے، یہاں تک کہ اپنی قوتِ استعداد سے آپ نے جانوروں کے اندر بھی "توافق" کی صفت کا پتا لگایا۔

غور و فکر کی عادت آپ کے اندر بدرجۂ اتم موجود تھی، لاینحل امور مافوق البشر رموز اور مشکل قضیوں کے صحیح حل تلاش فرماتے تھے اور پھولوں اور پودوں کی ماہیت و حقیقت پر بصیرت کی نظر رکھتے تھے۔[1]

تبحّرِ علمی

علم دین، حدیث و فقہ، عربی و فارسی زبانوں کے جیّد عالم تھے، ادبیاتِ عربی میں دستگاہ رکھتے تھے، عربی شاعروں اور ادیبوں کا ذکر ذوق و شوق سے کرتے تھے اور آپ کی نظر میں امرأ القیس عربی زبان کا بڑا شاعر تھا —— فارسی شاعروں کے دواوین آپ کے مطالعے میں رہتے تھے، فارسی ادبیات میں شغف رکھتے تھے اور آپ کی نظر میں فارسی زبان کا بڑا شاعر خاقانی شروانی تھا۔[2]

محفلِ سماع میں حاضری

سماع کی مجلسوں میں حاضر ہوتے تھے، حمد و منقبت اور نعت شریف کے شعروں کو سننے کے بعد "آبدیدہ" ہو جاتے تھے، بعض مجلسوں میں "سماع" کے اثر سے اٹھ کر کھڑے ہو جاتے تھے اور نیم بیہوشی کی کیفیت آپ کے اوپر طاری ہو جاتی تھی، مگر ایسے اوقات بہت تھوڑی دیر کے لئے آپ کی

---

[1]: مونس القلوب — مجلس پنجاہ نہم، ص ۷۲ - ۱۷۱

[2]: مونس القلوب — مجلس بستم، ص ۶۹

مجلسوں میں رونما ہوئے

محفل سماع میں عام مسلمانوں کے لئے "پائے کوبی" اور "آستین افشانی" کی رسم فضول سمجھتے تھے۔ اصفیاء آپ کی مجلسوں میں موجود ہوتے تھے، ان کی نقل و حرکت پر آپ کی سخت نگرانی ہوتی تھی، اگر آپ محفلِ سماع میں موجود ہوتے اور کوئی صوفی "سماع" کے اثر سے رقصاں ہوتا اور "پائے کوبی" اور "آستین افشانی" کرتا تو آپ اس صوفی کے "رقص" "پائے کوبی" اور "آستین افشانی" کو پسند نہیں فرماتے تھے، آپ فرماتے ہیں ؎

رقص وقتی مسلّمت باشد ؛ کآستین بر دو عالم افشانی

آپ صوفیوں کو ہدایت فرماتے تھے کہ وہی صوفی رقص کر سکتا ہے، "پائے کوبی" کر سکتا ہے اور "آستین افشانی" کر سکتا ہے جو دنیا کے آز و حرص اور متاعِ دنیا سے ہمیشہ کے لئے اپنا تعلق ختم کر لے۔

اپنے دادا حضور، حضرت شیخ حسین بلخی رح کی محفلِ سماع میں شریک ہوتے تھے، آپ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ حسین بلخی رح کی مجلسوں میں تقریباً ساٹھ، ستّر قوّال ایک ساتھ شریک ہو کر گاتے تھے، اور آپ کی مجلسوں میں اصفیاء، شرفاء، روؤسا اور شہزادے شریک ہوتے تھے اور عام انسانوں کی بہت بڑی تعداد بھی آپ کی مجلسوں میں موجود ہوتی تھی۔[1]

موسیقی کے سماع سے رغبت

آپ محفل سماع میں موسیقی کو پسند فرماتے تھے اور موسیقی کے مختلف قسموں کے نام بھی جانتے تھے، پھر مختلف سازوں اور باجوں کے نام سے اچھی طرح واقف تھے اور ساز ارغنون، کو بہت زیادہ پسند فرماتے تھے۔

---

[1] مونس القلوب۔ مجلس پنجاہ نہم ص ۱۷۲، مجلس شصت چہارم، ص ۱۸۴

ساز ارغنون ایک قسم کا ایک باجا ہوتا تھا، جو لکڑی کا بنا ہوا ہوتا تھا اس باجے کی آواز آپ کو بہت زیادہ مرغوب تھی، آپ کی خدمت میں پیارا کمانچی قوال ساز ارغنون بجایا کرتا تھا اور آپ اس باجے کو اپنی روح کی غذا تصور فرماتے تھے۔[۱]

مسلمانوں کو شرفِ بیعت سے نوازنے کا طریقہ

آپ حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاری رح کے سجادہ رشد و ہدایت کے چوتھے بلخی خلیفہ تھے، اپنے والد ماجد، حضرت شیخ حسن دائم جشن بلخی رح کے انتقال فرمانے کے بعد خانقاہ بہار شریف، پٹنہ کے سجادہ پر فائز ہوئے، آپ کے مرشد، آپ کے دادا حضور، حضرت شیخ حسین نوشہ توحید بلخی رح تھے۔ اپنے دادا حضور کی طرح آپ مسلمانوں کو شرف بیعت سے نوازا کرتے تھے، جب آپ کسی مسلمان کو مرید فرماتے تھے تو اس کو ٹوپی پہناتے، اس سے توبہ کرواتے، اللہ تعالیٰ کی طرف اس کو متوجہ فرماتے، گناہوں سے علیحدہ ہونے کا عہد لیتے، کلمۂ شہادت پڑھاتے اور اس کے سر سے تین جگہ سے بال تراش دیتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کے دادا حضور، حضرت شیخ حسین بلخی رح اسی طرح سے بیعت لیتے تھے۔[۲]

تعلیمات

۱۔ آپ کی یہ تعلیم تھی کہ مسلمانوں کو اپنی جوانی کے زمانے میں خوف، (خشیۃ اللہ) کا غلبہ اپنے اوپر طاری رکھنا چاہیے اور کبر سنی (بڑھاپے

---

[۱]: مونس القلوب ــ مجلس شصت چہارم، ص ۱۸۴

[۲]: مونس القلوب ــ مجلس چہارم، ص ۲۹

کا زمانہ) کے زمانے میں 'رجا' کی امید رکھنا چاہئے۔ آپ نے اس سلسلے میں یہ حدیث نبوی پیش فرمائی: "ایمان المرء بین الخوف والرجا" ترجمہ: ایک آدمی کا ایمان، خوف، اور 'رجا' کے درمیان ہوتا ہے۔[1]

۲۔ دیہات میں نہیں رہنے کی تلقین

آپ نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی کہ دیہات میں "بودوباش" اختیار نہ کریں اور شہر کو نہ چھوڑیں ـــ اس لئے کہ دیہات میں رہنے سے بہت سی ضروری چیزیں فوت ہو جاتی رہیں ـــ مثلاً جمعہ کی نماز، عیدین کی نماز، علم و مواعظ کی مجلسیں اور فقیروں کی زیارت۔[2]

۳۔ آپ نے 'صوفی' کو یہ تعلیم دی کہ وہ اپنے اندر سے اپنی خودی، نفس پرستی، شہوت پرستی اور کبر و حسد کو دور کرے ـ ایک صوفیِ حق، کی شناخت آپ نے یہ بتائی کہ جب، وہ رقص فرماتا ہے، 'پائے کوبی' کرتا ہے اور 'آستین افشانی' کرتا ہے تو اپنے اندر سے اپنی خودی، نفس پرستی، شہوت پرستی اور کبر و حسد کے بُرے خصائل کو اپنے ہاتھ سے جھاڑتا ہے اور اپنے پاؤں کو ان بُرے خصائل پر مارتا ہے اور ان نقائص کو دور اٹھا کر پھینکتا ہے ـــ اگر "صوفی" ایسا نہیں کرتا تو اس کا رقص کرنا، پائے کوبی، کرنا اور 'آستین افشانی' کرنا بیکار ہے آپ کا ایک شعر اس ضمن میں ہے ؎

رقص، وقتی مسلّمت باشد
کآستین بر دو عالم افشانی[3]

---

[1]: مونس القلوب ـ مجلس شانزدہم، ص ۶۱

[2]: مونس القلوب ـ مجلس بست یکم، ص ۷۱

[3]: مونس القلوب ـ مجلس پنجاہ نہم، ص ۱۷۲

۴۔ آپ نے "صوفی" کو یہ تعلیم دی کہ "صوفی" لوگوں کے درمیان اپنی زندگی اس طرح سے گزارے کہ کوئی آدمی اس کو محتاج یا حقیر نہ جانے، اور وہ اس طرح سے اپنے فقر کو چھپائے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دوست بنائے۔ "تونگر نما فقیر" کا دل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دل کی طرح سے ہونا چاہیئے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے تھے، اس لئے صوفی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے[۱]

۵۔ آپ "خود بینی" کو برا سمجھتے تھے اور "خود بینی" سے نفرت کرتے تھے۔ آپ نے یہ تعلیم دی کہ آدمی اپنے اندر کی بُرائی کو دیکھے اور تلاش کرے اپنے اندر کی برائی کو دور کرے، کیونکہ اپنے اندر کی برائیوں اور خرابیوں کو دیکھنا اور اس کو دور کرنا اس سے بہت اچھا ہے کہ کوئی آدمی سیکڑوں مافوق الفطرت چیزوں کو دیکھنے کی کوشش کرے، اور اگر کوئی آدمی ایسا کرتا ہے تو اس کی یہ غلطی ہے، آپ اس شعر کو پڑھتے تھے اور اس پر غور فرماتے تھے ؎

ترا یک ذرہ در خود عیب دیدن
بہ از صد نوع غیب الغیب دیدن[۲]

---

[۱]: مونس القلوب ـــــ مجلس ہفتادیکم، ص ۲۰۳

[۲]: بہار تھرو دی ایجز، آر، آر، دیواکر، ص ۴۵۵

دیوان فارسی (قلمی)

حضرت مخدوم شیخ احمد "لنگر دریا" بلخی رح

صحت و تقابل و شمار کردہ

از

نسخہ جات دیوان فارسی (قلمی) حکیم شاہ تقی حسن، بلخی پٹنہ،
و خانقاہ لائبریری، منیر شریف، پٹنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فی الحمد والتوحید جل جلالہ وعم نوالہ

ای حکمتت زبانرا فصل الخطاب داده
کشت امید جانرا از دیده آب داده

باران رحمت تو از فیض فضل و احسان
دریای چشم ما را در خوشاب داده

دردی کشان غم را در بزم بی نوائی
از ساغر محبت هر دم شراب داده

آنرا که شد حریفی در مجلس تمنا
از خون دیده باده وز دل کباب داده

بر ماه روی خوبان برقع ز مشک بسته
خرشید[1] خاوری را از شب نقاب داده

هر طفل را که لطفت پرورد از عنایت
در عالمش تفوق بر شیخ و شاب داده

در جست و جوی روزی بر مقتضای قسمت
عصفور سست پر را بال عقاب داده

تا حول کند تنعم آئین خور نهاده
تا تن رسد براحت تشریف خواب داده

چشمت معاندانرا خون بیشمار کرده
قهرت منافقانرا غم بی حساب داده

یاد حیات بخشت ارباب معرفت را[2]
در منتهای پیری عهد شباب داده

فضل تو سالکان را غفران رفیق کرده
لطف تو محسنات را احسن الثواب داده

در خرمن شیاطین تا آتشی فروزی
هر شب فرشتگان را برق شهاب داده

رنگ گل شگفته از ماهتاب بسته
نور مه دو هفته از آفتاب داده

صنع نبات ریزت هر میوه را به بستان
با طعم قند مصری بوی[3] گلاب داده

کرم برهنه تن را داده لباس دیبا
زنبور نیش زن را نوشین گلاب داده

---

[1]: کذا (خورشید)

[2]: "یاد حیات در تن ارباب معرفت را" (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

[3]: بوی (نسخہ منیر شریف، لائبریری، پٹنہ)

ای چون ہزار احمد ہر لحظہ عاصیان را عفوت ز روی رحمت امن از عذاب داده
در سینہ اش ز حکمت ہر دم دری کشوده وندر دلش ز عرفان صد فتح باب داده
اورا بقای بیچون بنما چنانکہ اینجا
ہر دردۂ خلاصش از ہر عتاب داده

نعت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱)

ای قدوۂ انبیای عالم وی چشم و چراغ نسل آدم
ای جملہ جہاں طفیلی تو مقصود توی ازین و آں ہم
در خلوت خاص تو نہ آمد روح القدس ارچہ بود محرم
می داد بمرده زندگی باز زانفاس خوشت مسیح مریم
از مدح و درود خلق بادا بر روح مطہر تو ہر دم
ہر جا کہ سخن وری فصیح است در وصف تو الکن[۱] است و ابکم
مقصود وجود ہر دو کونی زین روی ز انبیای عالم
بر قامت تو قبای لولاک زیبا و مناسب است چالاک[۲]

(۲)

ای روی تو از خجستہ فالی آئینۂ لطف ذو الجلالی
منشور نبوت تو دارد[۳] توقیع کمال لایزالی

۱؎ : الکن شدست (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
۲؎ : و چالاک (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
۳؎ : آن رو یتو (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

برخاتم دین تو بنبشته — تقدیر مثال بی زوالی
خورشید منیر را نشانده — ابروی تو در صف هلالی
عطار زمانه شد چو بگذشت — بر موی تو نکهت شمالی
ما را چه تو سروری چه باک است — گر بی خردیم و لاابالی
آدمؑ بهزاد فخر گوید — از شوق رخت که خیر آلی
بر قامت تو قبای لولاک — زیبا و مناسب ست چالاک

(۳)

ای شاه گزیدگان درگاه — دارندهٔ تاج لی مع الله
از مرکز خاک تا با فلاک — پیش قدم تو یکدمه راه
از شرم رخت نزار گردد — بر طارم چرخ ماه بر ماه
یوسفؑ ز ملاحت تو خورد است — زان روی فتاده بود در چاه
بر درج گهر کسی زند سنگ — آه از دل سخت کافران آه
زانگشت مبارکت بایما — بر اوج فلک شگافته ماه
ای گفته ملایک مقرب — با روح مطهرت کای شاه
بر قامت تو قبای لولاک — زیبا و مناسب ست چالاک

(۴)

ای سوده در تو فرق فرقد — مرقد ترا مدینه مرقد
بگذشته بیک قدم براقت — از طارم گنبد زبرجد
اعدای تو در سقر چو اخگر — احباب تو در جنان مخلد
در باغ بهشت در دمت حور — راه تو ز گیسوی مجعد

۱؎ کذا (رفت)

شستی تو کتابهای سابق — ناکرده درست لوح ابجد[۵]
نعت تو کجا و من کجا ام — هیهات که جهل بر دم از حد
ای کرده خطاب با تو هر دم — ارو لح رسل[۴] که یا محمدؐ
بر قامت تو قبای لولاک — زیبا و مناسب است چالاک

(۵)

ای معجزه ات کلام یزدان — و اخلاق مکارم تو قرآن
بنیاد مکارم از تو گشت است — آباد و بنای کفر ویران
چون صفر بود میان اعداد — بی مهر تو خاتم سلیمان
یاران گزیدهٔ تو بودند — بوبکر و عمر علی و عثمان
بزدا ای بصیقل شفاعت — لوح دل من ز زنگ عصیان
چون نام تو بر زبان رانم — آواز برآید از دل و جان
بر قامت تو قبای لولاک — زیبا و مناسب است چالاک

[۴] ابر شفاعت تو گو عمر، نعت تو عیان و دل تو پنهان

(۶)

امروز نسیم صبح می گفت — آهسته چو صحن باغ می رفت
کز[۱] عکس رخ پیمبر ماست — در صحن چمن گلی که بشگفت
آگاه دلش بعمر هرگز — در خواب نرفت[۲] چشمش از خفت
سر[۳] دو جهان رخت بیاموخت — از محرم خویش راز ننهفت

---

[۱] - از نسخه منیر شریف، لائبریری، پٹنہ)
[۲] : برفت (نسخه منیر شریف، لائبریری، پٹنہ)
[۳] : باهر (نسخه منیر شریف، لائبریری، پٹنہ)
[۵] یتیمی که ناکرده قرآن درست
کتب خانه ای چند ملت بشست (سعدی)

از حادثهٔ جہان امان یافت | آنرا که بخویشتن پذیرفت
دانست خرد که در مدحش | گر جان بدہی نمی توان سفت
در مدح تو گشت احمد ابکم | وانگہہ بزبان حال می گفت
بر قامت تو قبای لولاک | زیبا و مناسب است چالاک

(۷)

ای آئینهٔ مصحف خدائی | وای خاصه ردای کبریائی
بگزید[1] خدا ترا بعالم | مخصوص خطاب مصطفائی
هم کفر شود بہ ننگ اسلام | گر پرده ز روی خود کشائی
ای شاہ بفضل عز لولاک | بر جملهٔ جہان تو بادشائی
ہر چند فرد شود[2] دو عالم | در نعت تو باز بر ترائی
احمد که کمینه است بندہ | آمد بدر تو از گدائی
آن چہرهٔ خوب را بگاہی | باشد که بخواب ہم نمائی
ای جملهٔ جہان از سر صدق | گفته بنوای خوش نوائی
بر قامت تو قبای لولاک | زیبا و مناسب است چالاک

ردیف جلت کلمته الف (۱)

خورشید رخت چو گشت پیدا | ذرات وجود شد ہویدا
از عین عیان نمود خود را | وز مہر بگشت عین اشیا
از جود و سخا بتافت یکساں | بی فرق بگرد زشت و زیبا
یک را دو بدید[3] چشم احوج | مسکین چه کند که نیست بینا

---

[1]: بگزید ترا خدای عالم، (نسخه منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
[2]: درو (نسخه منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
[3]: بدو دید (نسخه منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

در فرق نباشد ز جهل — پنداشت صواب این خطا را
نزدیک محققان به تحقیق — عشق است کہ خود نمود خود را
می کرد ظہور عشق باری — مجنوں شدہ بر جمال لیلیٰ
کس می نرسد بعقل و دانش — در کنہہ جلال حق تعالیٰ
جز آنکہ کلیم چشم روشن — از سرمہ خاکپای علیا
ہم دیدہ خدا شناس گردد — ہم در دل و جان کند خدا جا
آن شیخ حسن کہ در نکوئی — حسن است تمام زاد حسنا
شاہنشہ عارفان آفاق — اقطاب جہان چو خادم او را
بادا بجہان ہمیشہ قائم — ذاتش کہ قیام ماست حقا

جلت کلمتہ — (۲)

ساقیا چون از شراب بیخودی مستیم ما — جام بشکن بادہ بفگن کز خودی رستیم ما
در حقیقت چون بہ پیش ہیچکس موجود نیست — در دو عالم جز وجود ماکہ ما[۱] ہستیم ما
ما ز غیرت غیر را اندر جہان نگزاشتیم — نقش غیر خویشتن را باکتر شستیم ما
چند گوئی چند شنوی نکتہ توحید را — بی ریاضت نیست لذت بارہا گفتیم ما
چونکہ احمد از احد دارد نصیبی خوش[۲] باشد — میم احمد صفر آمد پس احد ہستیم ما

جلت کلمتہ (۳)

فراش اکردہ یکبار[۳] ما را — دلست را سنگ خوانیم[۴] پا کہ خلد را

---

۱ : کذا (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

۲ : شاباش (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

۳ : یکبارہ (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

۴ : سنگ خوانم (نسخہ منیر شریف)

چنین[1] تعذیب حیوان نیست جایز | نمی پرسی مگر تو مرخدا را
مرا حاصل شود کام در عالم | اگر یک ساعتی بینم شما را
بیا بنواز روی خویش بنمای | مکن تاخیر و تقصیری خدا را
چو سلطانی ترا دادست ایزد | چرا نوازی آخر این گدا را

جلت کلمته (۴)

مدام عشق ما را نوش بادا | همیشه عقل ما مدہوش بادا
شراب شوق وصل خاک کویت | چو آتش دائما در جوش بادا
همه[2] ره عقلم ای لیلی زعشقت | چو مجنون از همه بیهوش بادا
همیشه حلقهای بندگیت | مرا هم چون دُر انور گوش بادا
خداوندا تو احمد را بمقصود | رسان معشوق در آغوش بادا

جلت کلمته (۵)

نماند آب در دل مفلسان را | بکن لطفی کریما بیکسان را
نیابی چون من بیچاره مسکین | شکسته دل بعالم هیچ جان را
نباشد چاره ساز هیچ کاری | بغیر از لطف تو بیچارگان را
همه کس اعتماد خویش کردند | پناه تست ما آوارگان را
چه احمد را گدای خویش خوانی | دهد تاج سری مر خسروان را

ردیف جلت کلمته تا (۶)

آتش عشق تو ناگه بر فروخت | رطب و یابس هر چه ما را بود سوخت
ذرهٔ از آتش مهر رخت | در دل هر خام کان افتاد پوخت
چست آمد بر تنم یکتا ز عشق | گرچه خیاط ازل بس جامه دوخت

---

[1] : چنان تعذیب (نسخه منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

[2] همه ره عقلم (؟) (نسخه منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

زاہدی دیدم کہ در بازار عشق | نقد صد سالہ بجامی می فروخت
سوخت از احمد ہمہ پندار دی | آتش عشق تو ناگہ بر فروخت

جلت کلمتہ (۷)

آفت ایمان بن زلف چلیپای تست | راحت چشماں من شکل تماشای تست
شاہد این عصر کیست حسن جہانگیر تو | فتنہ این دہر چیست نرگس غنای تست
غارت جانہا کرد طرۂ طرار تو | راہ سلامت کرزد غمزۂ یغمای تست
ہر کہ درین شہر ہست ذاکر احسان تو | وانکہ درین دہر شد شاکر نعمای تست
باہمہ آزادگی حلقہ بگوشان شدہ | احمد مسکین کہ ہم خاک کف پای تست

جلت کلمتہ (۸)

آں جاکہ حضور دوستان است[1] | خوشتر ز ہزار بوستان است
ہر جاکہ مراد جان بر آید | باغ است ہمان وگلستان است
جای کہ بود درو مخالف | دوزخ بشمر واگر جنان است[2]
انوار خدا بروی خوبان | نیکو بنگر کہ خود عیان است
تو طالب ہر چہ ہستی ای جان | حقا کہ توئی وحق ہمان است

جلت کلمتہ (۹)

ای کہ شراب لعل تو کردہ مرا مدام مست | ناوک غمزہ ہائی تو جان ودل مرا بخست
ای ز شراب لعل تو جملہ جہان خراب ہست[3] | جام جہان نمای تو کردہ مرا مدام مست
ہر کہ خورد شراب را داند[4] او قدر لعل تو | زانکہ مجاز فی المثل قنطرہ الحقیقۃ است

---

[1]: دوستان است (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

[2]: "دوزخ بشمر اگر جنان است" (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

[3]: 'خراب است' (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

[4]: 'او' اضافہ۔

هر چه بود ز غیر تو رطب و یابس بمن[1] — چون تو تجلی کنی نیست شود هر چه[2] هست
ای کہ ز[3] اسلام خود بوی ریا همی شنوم — عمر بشد و دلی هنوز هیچ نیامده است دست
عکس جمال گل رخی تا کہ بجام او فتاد — خاست ز مسجد احمد ابر در میخانہ شست (کذا)

جلت کلمتہ (۱۰)

ای بہار مقدم پیران ماست — زان چنین روشن مروج دلربا است
ہمچو طور از لطف حق برقلہ است — فیض جودش ہر صباح و ہر مسا است
جوہری باید کہ بشناسد گہر — پیش عامی سنگ و گوہر یک بہا است
مردمان در سنگ و گوہر دیدہ اند — نور حق در دیدۂ شان دایما است
دیدۂ باید کہ او ہر ذرہ را — آفتابی بیند آن از منتہا است

جلت کلمتہ (۱۱)

ترا از حال مسکینان خبر نیست — بسوی بیدلان وقتی گذر نیست
ز آہ من شدہ چون موم آہن — دل سنگیت[5] را ہرگز خبر نیست
ہمہ با محتشم سازی و لیکن — بہ نزد تو فقیران را خطر نیست
ز دنیا چند نازی آخرت بین — خبر از کار درویشان مگر نیست
بلاہای جہان بسیار باشد — بلای ہیچ مشکل چون سفر نیست
خدا وندا تو مگذاری ہمیشہ — کہ احمد را بغیر تو دگر نیست
پناہ تو اگر ہست پاک نبود — دگر چیزی اگر باشد دگر نیست[4]

---

۱ : کذا (نسخہ شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ) "غیر تو رطب و یابسی ہر چہ کہ دارم این زمان" (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

۲ : بہ ہر چہ (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)   ۳ : کذا

۴ : پناہ تست اگر ناکس نباشد (کذا)   دگر چیزی اگر باشد خطر نیست (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ) "پناہ تو اگر ہست باک نبود" (نسخہ شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ) "ت" از وزن ساقط گردد۔

۵ سنگ ترا (قیاساً)

جلت کلمتہ (۱۲)

در ہر چہ نگہ کنی جمال است ۔۔۔ پی بردن این نظر کمال است
می خوردن من بدست[1] محبوب ۔۔۔ حقا کہ بغیر شک حلال است
آئین من است بت پرستی ۔۔۔ نزدیک کسان اگر ضلال است
علمی کہ ورای عشق باشد ۔۔۔ بیہودہ[2] مگو کہ قیل وقال است
در ستر خدا کسی بہ بیند ۔۔۔ کور انظری بوجد و حال است
از حسن وجود خویش مردیم ۔۔۔ دین طرفہ کہ ہم بما زلال است
دوری[3] تو بصورت ارچہ دور است ۔۔۔ معنی چو نظر کنی وصال است
من توبہ کنم ز عشق بازی ۔۔۔ واللہ کہ حکایتی محال است
احمد تو بقعر دل فرو رو ۔۔۔ دریاب کہ گنج ذوالجلال است

جلت کلمتہ (۱۳)

جانان نمای روی کہ دل خون شدن گرفت ۔۔۔ چشمم ز درد عشق تو جیحون شدن گرفت
تا بادشاہ عشق بہ تخت دلم نشست ۔۔۔ این خوطہ[4] عقل چارہ بیرون شدن گرفت
اسباب خواجگی ہمہ آمادہ داشتم ۔۔۔ از عشق آن غلام ببین خون شدن گرفت
ای در غم فراق تو لیلی روزگار ۔۔۔ عاقل ترین خلق چو مجنون شدن گرفت
از لشکر خیال تو ای ترک شوخ و شنگ ۔۔۔ در قلب عاشقان ہمہ شبخون شدن گرفت

جلت کلمتہ (۱۴)

دلبرا آہ عاشقان چہ خوش است ۔۔۔ باختن بر رخ تو جان چہ خوش است

---

۱ : زدست محبوب (نسخہ شاہ تقی حسن بلخی)

۲ : بیہودہ جملہ قیل وقال است (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

۳ : رُدی تو (نسخہ منیر شریف)

۴ : خوطہ عقل؟

یاد تو ذوق شکر است بکام — نامت ای دوست بر زبان چه خوش است

معنی صورتت بجان بینم — ذرِّ معنی بدرج جان چه خوش است

صورت خوب تست معنی جان — صورت خوب در جهان چه خوش است[1]

با چنین روی مهر عادت کن — ماه روی تو مهربان چه خوش است

ابروانت کمان است و مژگان تیر — ترک با تیر و با کمان[2] چه خوش است

ابروانت که طاق محراب اند — سجده در طاق ابروان چه خوش است

بوسه ات را بجان خریدارم — شکر از مصر رایگان چه خوش است

للّٰہ الحمد بر میٔ و معشوق — میل خاطر زمان زمان چه خوش است

ساقیا از لبان میگونت — بوسهٔ چند از[3] دهان چه خوش است

احمد از بادهٔ شبان بجوش[4] — سرخوش از بادهٔ شبان چه خوش است

جلت کلمته (۱۵)

رخت معبود جان اہل حلال است — لبت مقصود ہر صاحب کمال است

اگر صد سال ہجران بیش باشد — میان لیلیٰ و مجنون وصال است

چه داند قدر تشنه کو ہمیشه — کنار چشمهٔ آب زلال است

مگو ای پارسا جز عشق قولی — سخن عشق است و دیگر قیل و قال است

جفا و جور تو باری گران است — که احمد را ہمیشه احتمال است

جلت کلمته (۱۶)

قافله بگذشت و کوی یار را منزل است — حاجیانی در کعبه گفته راه ما بس مشکل است

---

[1] : ماه روی تو مهربان چه خوش است (نسخه منیر شریف لائبریری، پٹنه)

[2] : کذا (نسخه منیر شریف لائبریری، پٹنه)

[3] : از دہان (نسخه منیر شریف لائبریری، پٹنه)

[4] : سرخوش (نسخه منیر شریف، پٹنه)

کعبۂ ما روی او و قبلۂ ما سوی او
هر کہ ما را جز بدین می خواند او بی حاصل است

گر بجانی دست آید وصل یار مہ لقا
کی بجانی باز ماند هر کہ او صاحب دل است

ای صبا بشتاب دامن زلفین او بوی بیار
تو سلامت رو کہ ما را پای همت در گل است

الوداع ای دوستان در خانہای خود روید
گر کسی پرسد ز احمد گو بچاه بابل است [۱]

جلت کلمتہ (۱۷)

لعل در افشان تو قیمت گوہر شکست
نرگس غلطان تو رونق عبہر شکست

ای بہوای لبت از سر مستی مدام
منکر می ریختہ ساقی ساغر شکست

سرو خرامان تو چونکہ به بستان گذشت
روی سمن زرد گشت قامت عرعر شکست

لشکر عیش و خوشی داشت دلم جوش جوش
فوج غمت صف کشید ہر ہمہ یکسر شکست

احمد را پیش ازین نطق فصیحش کی بود [۲]
چونکہ بدیدہ رخت آن ہمہ زو بر شکست

جلت کلمتہ (۱۸)

گمان بر تو مرا بسیار بود است
ندانستم کہ یار اغیار بود است

مرا گاہی بزلف [۳] دست رس بود
بدان درگاہ و درہم بار بود است

سرت بر زانوم بودی ہمیشہ
رقیب افگار من افگار بود است

نہ ہمچون دیگران بودم بگوشہ
ہمیشہ با توام دیدار بود است

نہ دانم از کجا بیگانہ گشتی
مرا خود خوردہ چین بسیار بود است

زبد گویان نبود اندیشہ ہرگز
چون لطف تو مرا درکار بود است

مشو نا امید احمد زود باشد
کہ ما گوئیم احمد یار بود است

---

۱ : کہ کسی پرسد کہ احمد گو بچاہ بلبل است (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

۲ : کذا ــ نطق فصیحش کہ بود (نسخہ جات شاہ تقی حسن بلخی پٹنہ و منیر شریف، لائبریری، پٹنہ)

۳ : 'بزلفت' ــــ کذا (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

جلت کلمته (۱۹)

هر آن جوششی که در خم شراب است | هزاران نکتهٔ توحید ناب است
هر آن رطلی که زان[۱] جام مصفّیٰ است | چنین دانم که آیات کتاب است
لبش چون باده گرداند در آن دم | جگرهای فقیران خود کباب است
مرا پرسد که حالت چیست برگو | چه می پرسی که حالم بس خراب است
دمی معمور گردان جان احمد | خرابی را عمارت کن ثواب است

جلت کلمته (۲۰)

هر آن نفس که نه با دوست می زنم باد است | خنک دلی که بدیدار دوستان شاد است
من آن نعیم که به سختی زیار برگردم | که ترک صحبت شیرین نه کار فرهاد است
ز بند خلق زیاده همی شود سوزم | که نزد آتش ما پند دوستان باد است
کسیکه عیب هوائی کند که در سر ماست | مگر هوائی کسی در سرش نیفتاد است
مگر تو حور بهشتی بدین لطافت و حسن | که این جمال نه از حور و آدمی زاد است
تو سست عهدی آن یار بیوفا بنگر | که جان زما ستد و دل بدیگری داد است
دریغ جان گرامی که می رود احمد | بنای[۲] عمر به بین سخت سست بنیاد است

جلت کلمته (۲۱)

هر چه بینی یار هست اغیار نیست | غیر او جز وهم و جز پندار نیست
از جمال وهو معکم جلوها است | لیک هر کس لائق دیدار نیست
چو خودی حیض رجالست ای سلیم | پس ترا از خود پرستی عار نیست
دامنی رابعه بینی کار کن | شرم تو از جبه و دستار نیست
معرفت را چند روز است برشتاب | بیشی ازان کار نبود بار نیست

۱: در جام (نسخهٔ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

۲: بہای عمر (نسخهٔ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

جز جمالِ دوست دیدن نقد نقد — عاشقاں را ہیچ کار و بار نیست
دیدہ را پروردہ گردان در جمال[1] — احمد ابر تو جز این اسرار نیست

جلت کلمہ ـ (۲۲)

ہر چہ دانی کن کہ ما را با تو ردی زنگ نیست
پنجہ بازور آوران افگندن از فرہنگ نیست
گر برانی بندہ ایم و در بخوانی صاحبی
کار اینجا بخت[2] دارد ای برادر جنگ نیست
ہمچو برگم زار و زرد چون سپاری پارہ پارہ[3]
چون نہ گردد حال من گر با تو ردی رنگ[4] نیست
تو عزیز از جان مائی ای عزیز ار سر ہم
پیش درہای عزیزان خوار گشتن تنگ نیست
ہر جفا کز دست تو بر جان احمد می رسد
ہم بردی تو کہ اصلا از شما دل تنگ نیست

جلت کلمہ (۲۳)

ہر چہ دیدیم و شنیدیم ہمہ ہستی اوست — آنکہ او غیر بہ بیند ہمہ از پستی اوست
نیست جز دوست بعالم بہ یقین ہیچ وجود — ہر چہ بینی و بدانی اثر ہستی اوست
دامن شاہد سنگین دگریباں عروس — ہر کہ او سخت نگیرد از سستی اوست
لعل میگون ترا ہر کہ بیکبار بدید — ہمچو من بیخود و مدہوش از ان مستی اوست

---

[1] از (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
[2] بجث (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
[3] پارہ پارہ (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
[4] رود رنگ (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

پنجات راکہ تواند کہ بزور آزماید[۱]	پہلوانانِ جہان خوردہ خم از کشتی او ست
احمد از ہر دو جہان دیدہ بہ تحقیق بگفت	ہر چہ دیدیم و شنیدیم ہمہ ہستی اوست

جلت کلمہ (۲۴) ردیف د

آنکہ درون جان و دل منزل و خانمان کند
ہر نفسی ز عاشقان روی چرا نہان کند

دیدن روی او بروز نیست بجز خیالِ ما
لیک میان نیم شب جای درون جان کند

قصۂ حال درد ما گر ہمہ کوہ بشنود
ہر طرفی ز چشمہا چشمہ دگر روان کند

جلت کلمہ (۲۵)

آنکس کہ[۲] بکام جام دارد	اسباب خوشی مدام دارد
آزاد دلی ز ننگ و از نام	سلطان جہان غلام دارد
ہر دل کہ ہوای او گزیند	نی ننگ[۳] کسی نہ نام دارد
در شوخی و دلبری و مستی	چشمش ہنری تمام دارد
مردہ بخدا کہ زندہ گردد	عیسیٰ صفت او کلام دارد

جلت کلمہ (۲۶)

اندہ مخور ای جان من کار تو با سامان شود
لطف خدایت در رسد درد ترا درمان شود

دارم اگر چہ کوہ بر سینہ از ہجران تو
باد عنایت بر وزد آن کُہ چو کہ پرّان شود

۱۔ کذا (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

۲۔ ای آنکہ مئی بجام دارد ٭ اسباب خوشی مدام دارد (نسخہ منیر شریف لائبریری پٹنہ)

۳۔ نہ (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

شبهای ہجران تو گر تار و دراز است صبر کن
صبح وصالش بر دمد رویت چو مہ تابان شود[۱]

جان عزیزم گرچہ شد محبوس چاہ غم چہ غم
باشد کہ وقتی یوسفم بر مصریان سلطان شود

از فضل ایزد ہیچ گہہ نومید نتوان زیستن
روزی بود انشاء اللہ احمد بکام جان شود

جلت کلمہ (۲۷)

ای حاصل روزگار احمد — وی از تو ہمہ قرار احمد
از لطف لطیف تست ای دل — حقا کہ ہمہ مدار احمد
از پیچش زلف تو سراسر — ابتر شدہ کار و بار احمد
از ہجر تو چون خزان فسردہ — ای وصل تو نو بہار احمد
بنمای بخواب ہم لقایت — ای نقش من و نگار احمد

جلت کلمہ (۲۸)

ای خوش آن روز کہ من روی ترا خواہم دید
مظہر ذات و صفتہای خدا خواہم دید

حاصل از عمر ہمان روز مرا خواہم بود
کہ من گم شدہ ہر لحظہ ترا خواہم دید

جام کی[۲] دارم و ہم رنگ شرابست مدام
من در آن جام جم خویش جہا خواہم دید

کی بدست من بی مایہ رسد این دولت
کہ سر خویش تہہ پای شما خواہم دید

۱۔ روی تو مہ تابان شود، (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

۲۔ خاصگی دارم (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

گرچه ای سرو ز بالای تو هر لحظه بلا است
مرد از بیش که هر لحظه بلا خواهم دید

تو چه دانی که من از بیش این بخت سیاه
چه پریشانی ازان زلف دوتا خواهم دید

از جفاهای تو زین شهر بدر خواهم رفت
در دیاری که همه مهر و وفا خواهم دید

بلبلی دوشم همی گفت بگل وقت سحر
در خزان بی تو بسی خار خفا خواهم دید

از می صاف صفا یافت دلم چون احمد
ساقیا ردی تو در جام صفا خواهم دید

جلت کلمه (۲۹)

ای دریغا جان ما از خویشتن آگه نشد
وین شب هجران ما را هیچ گاهی گه نشد

آفتاب وصل تو یک ذره هم برما نتافت
دیده ام دیداست ای جان آن رخت چون مه نشد

گاه آن آمد که بر بیگانیان[1] رحمت کنی
گاه لطف ست او کرم فرمای تا بیگه نشد

چون عروس لایزالی هست بالحم و شحم
نوشهی دارد دل ما گرچه ظاهر شه نشد

خادم اصحاب وحدت بود احمد چند گاه
جمله کرده تا یکی زلیشان بگرد[2] دده نشد

---

[1] بیگانگان (نسخه منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

[2] گرداند (نسخه منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

جلت کلمه (۳۰)

ای ز زلفت بچین خطر باشد | واز لبت شور در شکر باشد
تیر باران خوبرویان را | دل شوریدگان سپر باشد
این چنین زلف و عارض و غمزه | حاش لله که بر بشر باشد

جلت کلمه (۳۱)

ای که شکلت هر زمانی طرز دیگر می شود
یعلم الله زین تشکل عقل ابتر می شود
از جمال صبغة الله عالمی پر رنگ نیست
هر کجا تو بینی دوست آنجا مصور می شود
گرچه کارم در گره چون زلف تو افتاد است
لیک از رویت مراصد فتح دیگر می شود
ای بعشقت روز و شب هر جا که باشم بالیقین
هر طرف در دیده ام نقشت برابر می شود
تا که نور روی پاکت دید احمد بالعیان
بت پرستی زان سبب دیر امیسر می شود

جلت کلمه (۳۲)

بخت این[1] کند که کام تو در کام ما شود | آنگه همای دولت در[2] دام ما شود
خورشید چاکری چو سپر دار ما بود | دین گفت چرخ گنبد هم بام ما شود
از عین لطف تو که ز انفاس قدسی است | باشد روا که جرعه در جام ما شود

---

[1] - در نسخه منیر شریف لائبریری، پٹنه -
[2] شود (نسخه منیر شریف لائبریری، پٹنه)
[3] کذا -

مجروح خاطرم کہ بہیچم قرار نیست — الّا بوصل دوست کہ آرام ما شود
گر شیخ از کرم نظری بر من افگند — آغاز کارہا ہمہ انجام ما شود

جلت کلمہ (۳۳)

بکویت ہر سگی را بار باشد — دلی[1] بار مرا دشوار باشد
سگی راہم نمایم من بہ بازار — سگان را نیز از من[2] عار باشد
نگارا من کنم توبہ ز عشقت — بحق تو کہ این گفتار باشد
نباشد صادقی چون من بیاری — ولیکن لاف زن بسیار باشد
کسی کو غم خورد از جان و ایمان — یقین دانی کہ او اغیار باشد
بگویم حال خود بر تو بترسم — کہ شہ را از گدا آزار باشد
عمرا بہائی باطن را عمارت — شود انگہ کہ یارم یار باشد

جلت کلمہ (۳۴)

بملک عشق سلطان بندہ گردد — قبای و تاج ویرا زندہ گردد
اگر عیسیٰ ست گویم می توانم — کز انفاس تو مردہ زندہ گردد
بگوشہ[3] چشم گر عالم بہ بینی — ہمہ این گریۂ ما خندہ گردد
خسی را گر نوازی تو بگاہی — بجوئی پر شکر و آگندہ گردد
چو احمد را گدای خویش خوانی — ہمیشہ فرخ و فرخندہ گردد

جلت کلمہ (۳۵)

بہار آمد بہار آمد ہمہ گلہا ببار آمد — دلی بی دوست ہر ساعت بجانم خار خار آمد
بہر جانب نسیم گل بہر سو نغمۂ بلبل — شدہ مستان ہمہ بی دل کہ اکنون بوی یار آمد
بیا مطرب بزن دستی و غم را خاک بر سر نہ — بیا ساقی بدہ بادہ کہ یار اندر کنار آمد

---

[1] ولیکن بارہا دشوار باشد (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
[2] ما (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
[3] بگوشِ چشم (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

دلم بگرفته شد کلی زصحبتهای ہشیاران[۱] کنون دریاد تو مستم کرایں می خوشگوار آمد[۲]
برو در باغ باہر گل چو بلبل عشقبازی کن
ہر آنکس کو چنین کاری نکرد از وی چہ کار آمد

جلت کلمہ (۳۶)

چون نور رخ تو دید احمد	برجان وجہان گزید احمد
از چشم ستمگر تو ہردم	بسیار جفا بدید احمد
زلف تو بناز گفتہ ہر بار	کہ باز مرا کشید احمد
سوای خوشست حاصلش زانکہ	جان داد و غمت خرید احمد
از بہر تو ای نگار بدخو	از ہر دو جہان بُرید احمد

جلت کلمہ (۳۷)

خواب در چشم من نمی آید	چشم تو مست خواب نمی آید[۳]
این چنیں جادوان خونی را	دست در خون دل نیا ید[۴]
لیک ترکان شیر افگنی را	حملہ بر آہوی نمی آید
چون بکشتی بہ خنجر ہجران	از وصالت دیت ہمی باید
گرچہ خونم بریخت ہم از خاک	سبزۂ مہر تو بپا آید[۵]
شجرۂ مہر[۶] تو نشاند احمد	تا بلطفت دفا ببار آید

---

[۱] دلم بگرفتہ شد احمد زصحبتہای ہشیاراں (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
[۲] کیں (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
[۳] می باید؟ ـ چشم تو بست خواب من آید ـ کذا (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
[۴] نیا لاید؟ دست در خون دل نیا لاید ـ کذا (〃 〃 〃)
[۵] سبزۂ مہر تو ببار آید ـ کذا (〃 〃 〃)
[۶] شجرۂ مہر بمی ساید ؛ تا بلطف خودت ببار آید (〃 〃 〃)

تیغ[۱] مبرآن بدست خودای شه | تا که چشم گدا بیاساید

جلت کلمہ (۳۸)

دل بلاها کشید بس باشد | جان به بینی رسید بس باشد
آنچه بنده بگوش خود نشنید | آن همه چشم دید بس باشد
بار محنت کشیده ام بسیار | پشت اکنون خمید بس باشد
طاقتم طاق گشت دستم گیر | رب عرش مجید بس باشد
هرچه[۲] خواهی کنی خدا لیکن | ای فعال یرید بس باشد
گشته ام عاجز و شدم تایب | اشک بر رو دوید بس باشد

جلت کلمہ (۳۹)

روی ترا هر که دید در قدمت سر نهاد | مثل نوای بی نظیر مادر گیتی نزاد
خسرو خوبان عصر مالک خوبی توئی | نعل سمند تو گشت تاج سر کیقباد
خور[۳] سپهر بلند عکس رخت بالیقین | ماه رخت چون بدید کلفه بر رویش فتاد
آتش عشق رخت تا که بزد شعلهٔ | خرمن ما مفلسان سوخته برباد داد
هر که دل خود به بست در خم زلف نگار | هر همه اسباب گنج در دل خود بار داد

جلت کلمہ (۴۰)

زان خط شب مثال که تحریر کرده اند | روز سپید بخت مرا قیر کرده اند
دیوانهٔ تو گشت سراسر از آنکه دید | زلفین تو که صورت زنجیر کرده اند
ای شاه باز پرس ز حال گدای خویش | کاندر جهان حسن ترا میر کرده اند

۱۔ تیغ مبرآن بدست خودای شاه ؛ تا که چشم گدا بیاساید (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
۲۔ ہرچہ خواہد کند خدا لیکن ؛ آن فعال یرید بس باشد (" " " ")
۳۔ ہمچو سپہر (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
۴۔ دیوانہ گشت سراسر ہر آنکہ دید، کذا (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

از بند خلق ہیچ تفاوت پزیر نیست — عشق شما کہ تعبیہ با شیر کردہ اند
مردان حق شناس بتاثیر یک نظر — مس وجود را ہمہ اکسیر کردہ اند
اصحاب دل ز درد بدار در رسیدہ اند — زان رو کہ التجا بدر پیر کردہ اند

جلت کلمہ (۴۱)

شیرین تر از لبانت چیزی دگر نباشد
حقا بدین حلاوت شیر و شکر نباشد
گر در جہان صورت ہستند خوبرویان
معنی چنین مصور چون تو دگر نباشد
این حسن و این ملاحت در جن و انس نبود
این نور و این تجلی در ماہ و خور نباشد
بر دفع تیر آفت تقوی سپر تمام است
لیکن ز تیر خوبان تقوی سپر نباشد
نانی اگرچہ گردم ہمتو مرا لقائی
غم نیست زانکہ احمد باشد اگر نباشد

جلت کلمہ (۴۲)

گر باد صبح پردہ ز روی تو وا کند — ہر دم ہزار لطف برین بینوا کند
چشم تو نیم مست اگر تیغ برکشید — چہ فتنہا کہ بر سر مردم قضا کند
اعنی کہ از کرشمہ ببازی تو کارہا — گر بخت یار گردد با من صفا کند

لہ۔ این شعر در نسخہ منیر شریف، پٹنہ، در غزل نیست۔
۲ہ۔ شہد۔ کذا (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
۳ہ۔ کی۔ کذا (، ، ،)
۴ہ۔ لبس (، ، ، ،)
۵ہ۔ آنی۔ کذا (، ، ، ،)

ور باد برد از سر زلف تو نکهتی[1] — بس طعنها که بر سر مشک خطا کند

من با رقیب تو بمدارات جان دهم — لیک او برین حقیر مواسا کجا کند

عابد اگر بطاق دو ابروت ننگرد — ای بس نمازها که به نیت قضا کند

عظم رمیم رقص کنان زنده دل شود — گر طوطیی حکایت قند شما کند

احمد اگر بعمری یابد ترا بخلوت — با چشم و روی خوب تو[2] بینی چها کند

جلت کلمه (۴۳)

گر بجوی تو این گدا گردد — در زمان شاه بادشاه گردد

گر نوازی بوصل خود ای شه — بی نوای تو با نوا گردد

نیم غمزه چو کار فرمائی — همه حاجات ما روا گردد

ما مکدر ز خویشتن شده ایم — گر نظری کنی صفا گردد

گام بر آسمان نهد احمد — کام تو گر بکام ما گردد

جلت کلمه (۴۴)

گر شاهدان ز پرده رخ خویش وا کنند — صد فتنها بجان من بی نوا کنند

گر مطربان[3] ز پردهٔ عشاق چنگ را — سازی نهند بر دل ما خود چها کنند

ترکان جنگجوی دو چشمت بصلح باز — آیا بود که با من مسکین صفا کنند

یابد شفا ز درد فراق تو جان من — گر شربتی ز شکر لعل شما کنند

زهاد طاق ابروی خوبان چو بنگرند[4] — نی طرفه گر نماز خود از سر قضا کنند

یارب چه سحرهاست در آن جادوان شوخ — کز غمزه جان مردم از تن جدا کنند

۱۔ ور باد گرد زید ز زلف تو نکهتی (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

۲۔ بہ (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

۳۔ وگر مطربان ز پردهٔ عشق تو چنگ را (نسخہ منیر شریف، لائبریری، پٹنہ)

۴۔ چشم (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

در موسم بهار خوش است باده لیک — خوش آن کسان که قصد چنین باده کنند

جلت کلمه (۴۵)

کفر زلفت آفت ایمان فتاد — خال و خدت راحت چشمان فتاد
گل ز زلف عنبر نیست برد بوی[1] — لاجرم بر گردن خوبان فتاد
گر غنی وصلت ربود از سیم و زر — دولتِ ہجران بدرویشان فتاد
ای بطمع زخم[2] تو جان در دلم — چون نشانه بین که در میدان فتاد
حال اینست کین دل من ہمچو گوی — در خم آن زلف چون چوگان فتاد
شکر مر ایزد تعالیٰ را انہ اتک — نام من در دفتر رندان فتاد
وصف زلفت می نبشتم بہر آن — کار احمد بی سر و سامان فتاد

جلت کلمه (۴۶)

متحیرم از کار خود و از بخت ناہموار خود
دشمن مبادا ہمچو من حیران بکار و بار خود
خلقی بہر کار و عمل در کار ما شد و صد خلل
ناگہ فرا آید اجل در حیرتم از کار خود
ہر طالبی از جست جو عاشق شده در رنگ و بوی[2]
افگنده ما سرا فرد شرمنده از کردار خود
عاقل بہر سود و زیان دیوانه فارغ زین[3] و آن
ضایع ہمین ما در جہان ہر روز در آزار خود

---

[1] بجوی (نسخه منیر شریف لائبریری، پٹنه)
[2] ہرد (″ ″ ″ ″)
[3] ازامان (″ ″ ″)

دلق کبود اندر برم پر شد ز بند ار این سرم
من در نفاق افزون ترم ز اقرار و از انکار خود
کافر زمن جوید کران مومن گریزد از میان
وقتی اگر بکنم[1] بیان یک یک همه اسرار خود
احمد تو دست از خود مشو انده مخور غصه مگو
از آیتہ لاتقنطوا ساماں دہد غفار خود

(جلت کلمہ ٤٧)

نسخهٔ خط ترا چون در بیان خواهم کشید
نکتهای جانفزا ابر صونیان خواهم کشید
خاک نعل مرکبت بر باد دادن ضایع است
سرمه سان در دیدهای مردمان خواهم کشید
باد گر زلفت مشوش می کند هر صبحدم
این پریشان باد را سر در جهان خواهم کشید
گونهٔ رخسار خود خواهم نمود از هجر تو
زانکه این شرمنده خواهد ماند کان[2] خواهم کشید
گفت تیر غمزه را آرم چو احمد در کمان
انتقام خویشتن من آن زمان خواهم کشید

ردیف جلت کلمتہ الرا (٤٨)

ابر باران است ساقی کی بیار	تازه‌ئی شوئیم خاطر از غبار
در چنین وقتی گزینیم خلوتی	با متی زیبا رخی رعنا نگار

---

[1] وقتی اگر سازم بیان با یک همه اسرار خود (نسخه منیر شریف لائبریری ، پٹنہ)
[2] گان . (نسخه منیر شریف لائبریری ، پٹنہ)

فارغ از هر دو جهان یک ساعتی | بهتر از مشغولی لیل و نهار
از غم دنیا و دین جانم بسوخت | استعاذا امنک حتی ذالیسار
هر دمی کز یاد مولی بگذرد[۱] | احمد ابشماره بیرون از شمار

جلت کلمه (۴۹)

آیا صبا گرت افتد بکوی دوست[۲] گزار | نیاز مندی من عرضه ده بحضرت یار
ببوس خاک درش[۳] وانکه ار مجال بود | سلام من برسان و پیام من بگزار
بگو که ای بت نامهربان و مهر گسل | نگار لاله رخ و سرو قد سیم عذار
نه همدمی که بر آرد دمی مگر ناله | نه محرمی که بگویم غمت بجز دیوار
مرا زمانهٔ بدمهر از تو دور افگند | زهی زمانهٔ بدمهر چرخ کج رفتار
فراق نامه احمد کسی که بر خواند | باب چشم بشوید سیاهی از طومار

جلت کلمه (۵۰)

با همه گندم نمایم جو فروشم وقت کار | این چنین قلاب شخصی را تو بخشی کردگار
بارها خواهم ز تو تا راست گردد این کجی | راست گردیم راست کردن کار تست ای خوندگار
همچو من آلوده گر نامدی اندر وجود | بحر رحمت کار کن کی گشتی[۳] ای آمرزگار
آنچه من دانم یقین از بدنگاریهای خود | نیستم هرگز گمان تا کس نماند در دیار
لطف را در کار کن باری بخنده درنگر | تا چسان بر خویشتن گریانمت ای زار زار

جلت کلمه (۵۱)

موسم گل رسید و فصل بهار | خیز تا رخ[۴] نهیم در گلزار

۱۔ بگزری (نسخه منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
۲۔ درت (" " ")
۳۔ بحر رحمت کار کن این کشتی ای آمرزگار (نسخه منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
۴۔ با۔ (نسخه منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

حیف باشد که درچنین وقتی　　بلبلان جمله مست وما ہشیار
مست رندیم عیب ما مکنید　　فاتقوا اللہ یا اولی الابصار

جلت کلمہ (۵۲)

می روم باشد کہ بینم روی یار　　ای عنایت ہان کہ آمد وقت کار
جان بدست خویش کردہ می روم　　تا کنم در کوی یار خود نثار
عقل من مصروف جام وساغر است　　واعظا[1] دست از من دیوانہ دار
با تو در میخانہ ام باشد نماز　　بی توام در کعبہ نبود کار وبار
چون سلیمان با تو دارد باک نیست　　گرچہ با او دیو مردم ہست یار

ردیف جلت کلمہ س (۵۳)

ملک دنیا ترک دادن کار شاہانست بس
سرفدا کردن طریق کج کلاہانست بس[2]

چرب وشیرین را ہمہ کس دوست می دارد یقین
بادہ ہای تلخ خوردن کار رندانست بس

زن بود آن کو مراد خویش خواہد دایما
نامرادی پیشہ کردن کار مردانست بس

نفس مادہ گر بود[3] تا مرد میدانم شود
کار تر از ما ہمہ با پور دستانست بس

بردل وجان ترس کردن[4] عادت حیوان بود
تیغہا بر فرق خوردن کار شیرانست بس

---

[1] دست ست (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
[2] ردیف "وبس" در ہمہ اشعار التزام کردن شدہ است۔ در نسخہ منیر شریف، پٹنہ
[3] کی۔ کذا۔
[4] خوردن۔ کذا۔

بندگی حق بکن احمد مراد خود مخواه[1]
آنکه او[2] بخشد مرادت کاریز دانست بس

ردیف جلت کلمہ لام (۵۴)

در دصبا پیام بلبل | ای بیخبر از حقیقتِ گل
دای دل دیدہ گر تو ای دوست | در ساز تو با گلی جو بلبل
نادر نگری بچشم غیرت | انوار غدا بدین[3] شناسی
آنرا که مجازی شماری | چون در نگری بکن[4] تامل
خود عین حقیقت است ای دوست | این جملہ تمثل و تشکل
خاموش بدم بروزگاری | از عیب فتنه کرد قلقل
کآثار تجلی است احمد | ذرات وجود جزو هم کل

جلت کلمہ (۵۵)

از میان بردار خود را ای فضول | زانکه هستم هم فروعت هم اصول
چونکه خود را از میان برداشتی | بعد ازان بینی انا الحق من یقول
آشکارا و نہایت هم منم | راستا چیهها و اعلی هم سفول
گر بدل آئی بمن یابی یقین | ملک وصلم وہو محکم لایزول
من همیشه سوی خود می خوانمت | تو بغفلت هستی اندر مال و مول
تو بخود مغرور و من مشغول تو | من ز تو خرسند و از من تو ملول

---

[1] دل۔ کذا (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
[2] زانکه۔ کذا (” ” ”)
[3] باین (” ” ”)
[4] کمن۔ (” ” ”)
[5] وی۔ (” ” ”)

ای جفا راهست جدای بیوفا　　جای تاوان است احمد کن قبول

جلت کلمه (۵۶)

خندهٔ صبح بین و چهرهٔ گل　　چشم ساقی نگر ز مستی مُل

زاهدان را برقص می آرد　　صوت قمری ترانهٔ بلبل

عندلیبی هزار نعره زند　　از صراحی چو بشنود قلقل

گشت لرزان ز زلف پرچینش[۱]　　نافهٔ مشک و دستهٔ سنبل

باغبان بین که تا چه افسون خواند　　کش بر آمد[۲] بباغها غلغل

احمد از زلف او است دیوانه　　شده زنجیر زلف بارش غل[۱]- کذا

من همی گریم او همی خندد　　گریهٔ ابر بین و خندهٔ گل

ردیف جلت کلمه میم (۵۷)

آنکه او را گم شده پنداشتم　　یافتم الحمد للّٰه یافتم

دوستا در خانه نشسته لیک من　　مرکب همت بهر سو تاختم

تو درون جان من بودی مقیم　　من نشان از این و آن می خواستم

نحن اقرب آشکارا جلوه داد　　وهو معکم را چو حق بشناختم

بود پنداری که غیری نیز هست　　لیک آن پندار را انداختم[۳]

گهه بمسجد می شدم گاهی بدیر　　کعبه را مقصود می انگاشتم

لیک چون از لطف تو شد دیده باز　　حق گزیدم و از همه برخواستم[۴]

۱: "گشت لرزان ز موج زلف چین" (نسخه منیر شریف لائبریری، پٹنہ

۲: "دغل بر آمد ز باغها غلغل"، (نسخه منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

۳: انگاشتم (نسخه منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

۴: کذا۔ برخاستم۔ وکذا (نسخه منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

از انا الفی نیامد بعد ھو | من ہوائی خویش را ہو ساختم
گرچہ در ہر جا نبی جستم ترا | الحق اندر جان احمد یافتم

جلت کلمہ (۵۸)

تا بعشقت آشنائی کردہ ام | از وجود خود جدائی کردہ ام
پیش تیر غمزۂ جادوی دوست | چون سپر خود را فدائی کردہ ام
چون شدم در حسن تو صاحب نظر | شاہدان را دلربائی کردہ ام
تا نہ خیزد گرد اندر راہِ دوست | از دو چشم خود سقائی کردہ ام
از برای شیوہ ہای عاشقی | ترک زہد و پارسائی کردہ ام
تا تو احمد را گدا کردی خطاب | در دو عالم پادشاہی کردہ ام

جلت کلمہ (۵۹)

تا ردی دل از روی تو از دور بدیدیم[1] | آن عیش کہ بودہ است گہی باز ندیدیم
جان و دل ما خستہ شد از خار فراقت | یک گل ز گلستان وصال تو نہ چیدیم
یک کام ز لعل تو شب خواب ندیدیم | صد جور ز زلف تو بہر بار کشیدیم[3]
جز یاد[2][4] تو ای دوست ہمہ باد ہوا بود | از جملہ جہان ہر چہ بدیدیم و شنیدیم
المنة للہ کہ بسیلاب عنت پاک | بر بود ز ما ما را تا پاک[5] رسیدیم

جلت کلمہ (۶۰)

چنان از دست خود حیران شدستم | کہ گوئی قالبی[6] بی جان شدستم

---

[1] : صفائی (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

[2] : ندیدیم " " "

[3] : وصد جور و جفا زلف تو سر بار ندیدیم (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

[4] : وجز یاد تو ای دوست ہم از بادہ احمد ز جملہ جہاں غیر بدیدیم و شنیدیم (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

[5] : حالتی (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

نبودی کاشکی هرگز وجودم | که من زین درد بی درمان شدستم
تنم همچون زمین پست است ساکن[1] | بجان چون چرخ سرگردان شدستم
مرا فریاد رس حقا که فریاد | زدست تو که من زینسان شدستم
سخن کم گوی احمد باش خاموش | که من از گفت خود حیران شدستم

جلت کلمہ (۶۱)

چونکه اندر عشق رسوا آمدیم | در خور معشوق زیبا آمدیم
کوس شاهی در دو عالم برزدیم | چون بملک فقر پیدا آمدیم
لاجرم تنها شدیم از روزگار | چون بعشق یار تنها آمدیم
در حریم عشق آن شاهِ جہان | از خودی کردیم آنرا آمدیم
از طفیلت ای حسین الحق بحق | بی درنگ و بی مدارا آمدیم

جلت کلمہ (۶۲)

دستم کجا رسد که ز بالات برخورم | عمری بدین امید که بیابان همی برم
حقا که در هوای تو پردازی کنم | باشد کزین خرابه و نبات[2] برپرم
در معنیم نگر که خدائیم ذوالجلال | در صورتم مبین که بغایت محقرم
غیر یکیه در وجود ندارد حقیقتی | اورا چگونه من بجمالی گمانی برم
در هرچه وهم و فهم و خیالت بدان رسد | حقا که در حقیقت ازین جمله برترم
آدم اگرچه مظهر اسما شده است و ذات | من اسم اعظم بحقیقت چو بنگرم
بنمای ای حسین بدین کوچکان چشم | نورِ خدای را که ز نورش مصورم

---

[1] : وساکن (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

[2] : روی خوبان (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

جلت کلمه (٦٣)

روی تو شمع است و ما پروانه ایم — زلف تو زنجیر و ما دیوانه ایم
با غمت در منزل عشق تو خوش — مدتی باشد که ما همخانه ایم
عقل را گم کرده اند از دیدنت — آنکه می گفتند ما فرزانه ایم
تا حدیث زلف رویت[1] خوانده ایم — دایماً در قصه و افسانه ایم
همچو احمد در بساط نرد عشق — جان و دل در باختن مردانه ایم

جلت کلمه (٦٤)

ز سودای غم عشقت چنانم — که سر از پا و پا از سر ندانم
سر از دستیم[2] خواهد رفت روزی — همان بهتر که در پایت فشانم
مرا از بهر عشقت آفریدند — چه کاری[3] دیگر است اندر جهانم
دلت ای یار بر جانم بسوزد — چو درد دل به پیشت تو بخوانم
ز من روز قیامت هر چه پرسی — بغیر از دوست ناید بر زبانم
توئی مقصود من از کفر و ایمان — توئی معبود این کون و مکانم
بده کام دل احمد تو امروز — که تا فردا بمانم یا نمانم

جلت کلمه (٦٥)

شراب شوق چون در جام دارم — همه مقصود خود در کام دارم
من از اقبال عشق خوبرویان — بملک هر دو عالم نام دارم
اساس عمر گرچه بی ثبات است — بنای عشق استحکام دارم

---

[1] : روی خوبان (نسخه منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
[2] : سرم دستی نخواهد رفت روزی (نسخه منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
[3] : کار (نسخه منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

من ارچه کافرم از روی صورت | بمعنی صد ہزار اسلام دارم
بلطفت ای حسین الحق بحق را | ہم از آغاز تا انجام دارم

جلت کلمہ (۲۶)

ہمی کز عکس روی اوست عالم | ندا در گوشِ عاشق کرد ہردم
کہ ای سرگشتۂ راہِ طریقت | چرا از سر وحدت گشتہ بی غم
ترا مطلوب تو بالیست یکن | ز غفلت ماندہ ہمچو روی[۱] درہم
فضولی ہای خود را گوشہ انداز | بکن ما و منی از خویش مبرم[۲]
چو حشمت منجلی گردد بذالوات[۳] | برون آی ز آب و خاک مظلم
بچشم معرفت بینی عجائب | کہ یک با صد چگونہ گشت منضم
مثال الشیٔ باشد عین آن شی | اساس سایہ[۴] از خورشید محکم
مجاز آمد حقیقت را مثالی | حقیقت از مثال[۵] آید مسلّم
اگر خواہی عیان بینی خدا را | بنور نسل پاک شیخ ادہم[۶]
خداوندی مصور کوست پیدا | حسین[۷] الحق و لہ شان اعظم[۸]

---

۱ : زود رانم (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
۲ : ہردم (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
۳ : زالواب (" " ")
۴ : اساس ماہ (" " ")
۵ : درمیان (" " ")
۶ : حضرت سلطان شیخ ابراہیم ادہم بلخی رح
۷ : حضرت شیخ حسین نوشہ توحید بلخی رح جد امجد و مرشد حضرت احمد لنگر دریا بلخی رح
۸ : کذا۔ (نسخہ منیر شریف)

جنابش را ملاذ خویش می گیر | بجان و دل بکن عزمی مصمم
کشاید تا ترا صد چشمهٔ نور | به بخشد دیدهٔ حق بین و دل هم
امید از رحمتش دارد همیشه | گدایش احمد بیچاره ابکم

جلت کلمه (۶۷)

عشق بازان را خلاصت کرده ام | ریزهٔ از خوان ایشان خورده ام
همچو ایشان گشته ام در عاشقی | عمر را در عشق بازی برده ام
باطنی دارم مروح چون بهار | گرچه ظاهر وی صفت پژمرده ام

جلت کلمه (۶۸)

عمر ضایع گشت از من ای دریغا چون کنم
جائی[1] آنست چشم را من چشمهٔ جیحون کنم
بالیقین جان و جگر را در هوای روی تو
آب گردانیم و دل را قطرهٔ از خون کنم
بارها می خواستم کین جان کنم قربان تو
لیک این بار است، ای دل هان بگو اکنون کنم
گر بگویم[2] قصه های ذوق درد عشق تو
عالمی را چون دل بدخوی خود مفتون کنم
زیر طوفان باشد این جمله زمین[3] با آسمان
قطرهٔ از چشم خود گر یکدمی بیرون کنم

---

۱ : جامی ـ کذا (نسخهٔ منیر شریف لائبریری، پٹنہ) از وزن ساقط است
۲ : نگویم ، (، ، ،)
۳ : زمین و آسمان ـ کذا (، ، ،)

جلت کلمہ (۶۹)

عنقای ہمتیم کہ برلامکان پریم	نی ہمچو بوم زحمت زاغان ہمی بریم
ما بادشاہِ عشق بعالم زہمتیم	بی مال وبے مثال خداوند کشوریم
دربدرح ودم خلق کجا درشویم من	زاقبالِ عشق تو کہ بدار الامان دریم
جان وجہان خود کہ بعشق تو باختیم	نی از ہوای آنکہ گہی از تو برخوریم
بی اختیار جان زتن ما رود برون	روی زراست خاصیتی چونکہ بنگریم
صورت مبیں ترا کہ خداوند اعتبار	از روی معنی ایم اگر پردہ بردریم
زاقبال شاہ عشق حسینؔ خدای بیں	از ہرچہ غیر اوست بکلی ہمی بریم

جلت کلمہ (۷۰)

ما حاصل خود بباد دادیم	آنکہ بدر سرا نہادیم
زانکہ کہ گدای تو گشتیم	حقا کہ از ... قبادیم
شاگردی عشق تا بکردیم	در جملہ علوم اوستادیم
کی غم بخوریم زاین وآنان	زیرا ہمہ وقت از تو شادیم
صحرای فنا چو قطع کردیم	در بحر بقا درافتادیم
معشوق مرا در روی بنمود	تا پردۂ خود برون کشادیم
از دولت لطف شیخ الحق	از ہستی حق نشان بدادیم

جلت کلمہ (۷۱)

ما سر بر آستان معلا نہادہ ایم	زان بر رقاب ہر فت فلک پا نہادہ ایم
ما جرعۂ زبادہ وحدت چشیدہ ایم	منصور دار شورش وغوغا نہادہ ایم
چون از خودی خویش تبرا نمودہ ایم	از عرش وفرش گام ببالا نہادہ ایم
این صحن سینہ چونکہ بجاروب لا زدیم	آنکہ بساط معرفت الا نہادہ ایم
خاشاک وکاہ غیر چو از دل بسو ختیم	اکنون مقام دوست در آنجا نہادہ ایم

جانی زیان نکرده وجانان رسیده اند — می کن تو ہمچنین کہ چہ سودا نہادہ ایم
احمد چو نیست گشت ز ہستی کردگار — اثبات نفی بیں کہ چہ زیبا نہادہ ایم[۱]

جلت کلمہ (۷۲)

ماگدایان کوی خماریم — مسجد و کعبہ در نظر ناریم
ہر کجا وصل دوست دست دہد — گر کنشت است کعبہ پنداریم[۲]
مانہ[۳] در بند عزت وجاہیم — پای بند ہوای دل داریم
فارغیم از قبول درد کسان — بل کسان را ہیچ نہ شماریم
مانہ چوپان ملک و سلطنتیم — مانہ پروای این وآن داریم
گاہ گنجیم وگاہ ویرانہ — گاہ شادیم وگاہ غم خواریم
گاہ ماراحتیم وگہہ محنت — گاہ نوریم جلہ گہ ناریم
فلسانیم در ہوای بتان — گنج جان در نثار می آریم
احمد از عشق فارغیم از انک — گر نکوکاریا[۴] گنہ گاریم

جلت کلمہ (۷۳)

ماگوہر کانِ لامکانیم — در درج وجود خود نہانیم
دنیا نبود نشیمن ما — شہباز فضای لامکانیم
گر پردہ ز روی خود کشائیم — مقصود وجود این وآنیم
سودای عظیم کردہ باشیم — گر قیمت جان خود بدانیم

---

[۱] دکذا۔ (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

[۲] کہ کنشت کعبہ پنداریم (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

[۳] ماندہ دربند (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

[۴] کہ نکوکار نا گنہ گاریم (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

ما بلبل عشقباز الستیم | ما صلصل پرده ساز جانیم
داؤد بزندگی در آید | بروی چو زبور عشق خوانیم
حل گردد مشکلات احمد | گر پرده ز روی خود نشانیم

جلت کلمه (۷۴)

من که عمری بی سر و پا در جهان گردیده ام | کافرم مثل شما اندر جهان گردیده ام
تا نهاد خوی حکایت را بدیلم زشرم (کذا) | از نهاد خود بکلی در زبان گردیده ام
تا بگه سنگی زند در بان تو پهلوی من | گرد کویت تا سحرگه چون سگان گردیده ام
بی سپر سازد گه جولان سمند تو مگر | من زخواری همچو خاک آستان گردیده ام
همچو احمد از هوای کار روی خوب دلکشت | چون سپیندان گرد تو دستک زنان گردیده ام

جلت کلمه (۷۵)

هر صباح از لطف حق پیوسته ساغر می زنم | حاسدان را سنگ لعنت بین که بر سر می زنم
روزها با خوش منظران هر جا تماشا می کنم | شب همه از یاد لعلت جام ساغر می زنم
نرد عشق از دولتت آمد مسلم با خلق | هر بساط عشق بازی مهره ششدر می زنم
چونکه مقبول جناب شاه عالی همتم | طعنه بر ماه سما و لاف در خور می زنم
همچو احمد دست از کونین افشانده تمام | چنگ حاجت در بر آن شاه منیر می زنم

ردیف جلت کلمه ن (۷۶)

ای که هستی نور رب العالمین | آفرین بر جان پاکت آفرین
همچو تو مادر نزاید در جهان | مثل تو سروی نزدید بر زمین
نور صرف است ذات پاکت بالعیان | محض لطف خلق خویت بالیقین

لہ : سم افتد تو مگر (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

سلہ : بر (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

حسن تو می کرد جلوه در ازل
بود آدم ہمچنان در ما و طین

شیخ ما را افضل ہست بر اولیا
چون محمد را بجمع مرسلین

جلت کلمہ (۷۷)

ای کیمیای اعظم در مس ما نظر کن
خاک سیاہ ما را از لطف عین زر کن

خواہی کہ شور[1] عشقت از مرد و زن بر آید
برقع کشادہ از رو در ہر طرف نظر کن

بخرام از تکبر در خانقاہ و مسجد
مشغول کنج شیخ را از صومعہ بدر کن

بنمائی طاق ابرو تا خلق سجدہ آرد
محراب نو بر آور ہم قبلۂ دگر کن

در عشق خوبرویان خود را بباخت احمد
آنکس کہ عشق بازد گو ترک جان و سر کن

جلت کلمہ (۷۸)

بہار آمد دلا بر جوش و اکنون
بروی گل بیا می نوش اکنون

جہان فردوس اعلی گشت بنگر
جمال یار بی روپوش اکنون

ز باد صبحدم دل چاک غنچہ
ببوی گل جہان مدہوش اکنون

حکیم از عقل می لافید یک چند
بغیر از بادہ شد مدہوش اکنون

ہدای وصل آمد احمد اخیر
بوصل یار خود می کوش اکنون

جلت کلمہ (۷۹)

تو چکنی کہ من شدم دشمن جان خویشتن
کاش ندیدمی ترا تا نشدی بلای من

سنگ دلی کہ نیست ہیچ اثر ز نالہ ام
ورنہ ز درد ہای من گریہ کنند مرد و زن

---

[1] : بشور (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

آہ کہ خونم آب شد ہم تو بپرسی[1] گہی
جان ضعیف من ببر زحمت خود ازین بدن

تیر بلاد قہر را حالت من نشانہ گشت
قصہ من فسانہ شد ہر طرفی با نجمن

جان و تنم چو زان اواست ہر چہ کند روا بود
گوشہ بہ فضول خود ہیچ مگو و[2] دم مزن

چونکہ وجود در جہاں نیست مگر ترا و بس
ہر چہ کنی تو می کنی این حرکات پرفتن

نکتہ توحید[3] را خواست دلم بیان کند
آمدہ[4] غیر تش بما دست نہاد بر دہن

جلت کلمہ (۸۰)

ساقی بدہ آں شراب مستان | بی خویش بکن مرا ز خویشاں
یک جرعہ می بکام من ریز | این خرقہ زرق را تو بستان
تا چند بزہد خشک و تر و بر | وقت است کنوں کہ می[5] و زلفان
با مطرب و ہم شراب و شاہد | ہر یک بہمیں غزل نوازان
مقصود وجود عشق آمد | دیگر ہمہ کار بیوزن دان

---

۱ : بترسیم (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
۲ : ز (، ، ،)
۳ : کذا ؟
۴ : آمد غیر تش (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
۵ : کذا ۔

جلت کلمه (۸۱)

گر بہ دوستان شدہ چہرہ زرد و زار من / خندہ دشمنان شدہ دیدۂ اشکبار من
بود رقیب پیش ازین خندہ زنان بحال من / زار بگرید این زمان دیدن[۱] کار زار من
تا بفلک ہمی رسد نالۂ و آہ بار ہم / بین کہ بکجا رسیدہ است دولت عشق کار من
باد صبا چو بگذری بر سر کوی آن صنم / گردی از خاک پای[۲] او آوری یادگار من
احمد ممتحن اگر زندہ رسد بدر گہت / جان بدہد بہ پیش تو گوید این نثار من[۳]

جلت کلمه (۸۲)

صنم در ماندہ ہجرت بر پشت نیست بار من
چرا رو تافتی از من کہ نکنی سازگار من
چرا بیچارہ بنشانم توئی بیچارہ را چارہ
من بی کس نہ ام تنہا تو ہستی یار غار من
نگر دم ہیچ گہہ بی رہ چو تو[۴] دلدار من باشی
ندارم غم ز من[۵] غمگین چو باشی غمگسار من
میان بید لان تو شمارم خویش را لیکن
چو ردیتا پردہ بردار د غلط گرد و شمار من

---

۱ : دیدہ (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
۲ : خاک پا او - کذا (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
۳ : کذا .
۴ : بجو دباشی بدلدار من (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
۵ : غیر (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

نگارستانست[1] احمد را هر جانب که من بینم
که نور دوست می تابد همه نقش و نگار من

جلت کلمه (۸۳)

مرا چو ماه بر آورد با چو ماهی کن — فتاده ایم بدست تو هر چه خواهی کن
شبی ز هاتف غیبی شنیده ام که بگفت — غلام حضرت او باش و بادشاهی کن

جلت کلمه (۸۴)

نازنینا دست در خونِ دل مسکین مکن — از برای کشتن بیچارهٔ چندین مکن
از حنا خوبان عالم دستها رنگین کنند — تو بخون بیدلان انگشتها رنگین مکن
جان بدست خویشتن کردم فدای پای تو — بهر حق را یک سخن بشنو که قصد دین مکن
سنگ و آهن موم گردد ز آه آتش بار من — تو[2] بعد ادل بر غم دوستان چندین مکن
آنچنان بنواز احمد را که من بنواختی — قول اعدا مشنو و با دوستانت کین مکن

ردیف جلت کلمه الواوٗ (۸۵)

افتاده ام ز پای من[3] ای دستگیر تو — رفتم ز دست از نشوی دستگیر تو
کارم ز دست رفت بیک سر بپا فتاد — وقت است دستگیری ای دستگیر تو
دارم دل خراب عمارت نباشدش — الا مرمتی که کند دار و گیر تو
گردم امیر وقت بخوبان روزگار — گر در کمند زلف تو باشم اسیر تو
عجز است عذر من و ضعیفی و نیستی — حقا بلطف این همه ز احمد پذیر تو

جلت کلمه (۸۶)

ای دوست بیا قلندری شو — فارغ ز دل و ز جان بری شو

---

[1] : نگارستان احمد ... (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
[2] : بعد احمد دل بر غم دوستان چندین مکن (نسخہ منیر شریف لائبریری پٹنہ)
[3] : افتاده ام ز پای تو — کذا (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

تا چند بشوره در بمانی | یک لحظه بکانِ شکّری شو
در کلبهٔ عقل چند شینی | بر قصر جنون مظفّری شو
با زاهد خشک چند باشی | در مجلسِ شاهِ منبری شو
روباه هوا چو کسید گردی | در بیشه پلنگِ بربری شو
از وهم ظلوم دیو بگذر | در پرتو روی آن پری شو
عالم چو تجلی حسین است | احمد همه عضو ناظری شو

جلت کلمہ (۸۷)

بست خواب مردمان آن چشم خواب آمیز تو
ریخت خون عاشقان آن غمزهٔ خونریز تو

آرزو دارم که گردم خاک میدانت از آنک
بی سپر سازد مرا دقتی مگر شیدیز تو

سر و سامان داشتم یک چند من چون دیگران
آفت من از کجا شد فتنهٔ نونیز تو

چنگ از دامان تو گر جان رود نکنم رها
هرچه بادا باد اینک من و تیغ تیز تو

دولت ار خواهی بدام زلف خوبان سر در آر
ورنه سودی می ندارد تقوی و پرهیز تو

جلت کلمہ (۸۸)

تا منم این سر و خاک کوی تو | تا زیم دست من و گیسوی تو
قبلهٔ خلقان اگرچه کعبه شد | سجده گاهم نیست جز ابروی تو
هر کسی دارد هوائی در دماغ | من هوا دارم که بینم روی تو
هر یکی مشغول کار خود شده | کار و بارم گشت جستجوی تو

شیر مردان را بسا زد روبهی — غمزه‌های چشم بی آهوی تو[1]
تیر مژگان تو از جوشن گذشت — آفرین بر دست[2] و بر بازوی تو
تو غلام خوی بد هستی اگر — من غلام عادت بد خوی تو

ردیف جلت کلمه الہا (۸۹)

من کیم باری یکی خود کامهٔ مکارهٔ — آوارهٔ شوریدهٔ بی حاصلی بدکارهٔ
روز را گندم نمایم شب همه جو فروش — جز دعا رو فلسفی دیگر ندارم چارهٔ
می شناسم خویشتن را نیک گرچه دیگران — از عما[3] سینه را زرتراشد یا که گوهر پارهٔ (کذا)
چون خدا فرموده[4] من گمان تو همان — راست خواهم کرد آهی تا که باشد چارهٔ
یا الٰهی ظن ایشان راست گردان حق منا — بنده احمد را بجز از دست نفس امارهٔ

جلت کلمه (۹۰)

ای شده از حسن رویت عالمی دیوانهٔ[5] — در[6] جمال دلربایت در جهان افسانهٔ
بوسهٔ از لعل شیرینت بجانی[7] می خرم — چون خرد از شمع تابان در جهان پروانهٔ
جان و دل خویش را کردم فدای این زمان — من کنون بی خانمان[8] دولت بهر ویرانهٔ

---

[1] : بی جادوی تو (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
[2] : بر سینہ (" " ")
[3] : سینہ را زرتراشد یا کہ گوہر پارۂ (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
[4] : چون خدا فرمودہ من در گمان تو ہمان (" " ")
[5] : پروانۂ ـــ کذا (" " ")
[6] : در ـــ کذا (" " ")
[7] : بجان من خورم ـــ کذا (" " ")
[8] : بی خانما ـــ کذا (" " ")

خانمان کردم خراب از عشقت ای زیبا پسر / منبر دم بی جان و دل اندر پی جانانه
سر نتابد از کمند زلف تو احمد ز جور / گر چه رانی بر سر او اره همچون شانه

جلت کلمه یائی (۹۱)

آن یار از من بیگنه بیگانه شد یکبارگی / این جان بی سامان من تناده در آوارگی
زین بخت شور انگیز خود سامان ندیدم هیچگه / ای یار رحمی کن بمن دستی درین بیچارگی
تا که خوری خون جگر همت نهی بر جان و خد / آخر چه اسلام است این بگذر این مکارگی
غارت کنی جان و دلم تاراج به نهی حاصلم / آسان شود این مشکلم گر تو کنی غمخوارگی
هر چند اندر عشق دی گشتیم یگانه در جهان / آن یار از من بیگنه بیگانه شد یکبارگی

جلت کلمه (۹۲)

از روی تو در جهان صفای / واز چشم تو هر طرف بلای
از حسرت لعل آبدارت / در دیده ماست ماجرای
آخر ز کوة حسن بنگر / سوی من بی نوا گدای
از حسن تو هیچ کم نگردد / آساید نیک مبتلای
چون من همه جا ترا اسیرند[1] / چون تو بود امیر جای
ای مرهم جان های مجروح / می کن تو بجان[2] ما دوای
احمد بمراد خویش برسد / گر حاجت او کنی روای

---

۱ : امیرند ـ کذا (نسخه منیر شریف لائبریری، پٹنه)

۲ : بجال ـ کذا (" " ")

جلت کلمه (۹۳)

ای آفتاب عارض را بما ماهتاب رو ی | ما را مهتاب در غم راز ما متاب روی
از آفتاب¹ روی تو ای ماه سوختیم | رو در متاب از ما ای آفتاب روی
ما از زلال² وصلت سیراب کی شویم | زیرا بدیده ایم ز هجران سراب روی
ما آبروی خود را بر باد داده ایم | از خاک آستانت جوئیم آب روی
احمد چو آبرو طلبی زود³ رو بنه | بر درگهه حسین که عالی جناب روی

جلت کلمه (۹۴)

ای آیت مصحف الٰهی | طغرای مثال بادشاهی
در تست هر آنچه بود و باشد | ملک و ملکوت هر چه خواهی
انوار خدا بچشم غیرت | دیدیدیم بصورت ما هی
بگرفت⁴ جمالت ای مه | از قبه ماه تا بماهی
خوبان جهان اسیر پیشت | زیرا که امیر هر سپاهی
بر قد خوشت قبای خوبی | راست آمد از انکه کج کلاهی
از روزه⁵ هزار بار خوشتر | با یار شراب صبح گاهی
بی یاد تو شربتی که نوشم | در مشرب ماست از مناهی
احمد چو ز وصف گشته عاجز | آمد بر تو بعذر خواهی

---

۱ : ردیف - کذا (نسخه منیر شریف لائبریری)
۲ : از زلال وصل تو (" " ")
۳ : زو درون در - کذا (" " ")
۴ : بگرفت جمال ای مه مهر - کذا (از نسخه منیر شریف لائبریری پٹنه)
۵ : این شعر در غزل، نسخه منیر شریف نیست .

جلت کلمہ (۹۵)

خویش راجملہ بلطف تو بہ بستیم[1] تو دانی
زمی وصل تو از خویش شکستیم تو دانی

ایہیچ[2] اصلاح مزاج دل دیوانہ نکردیم
فارغ[3] از عقل بعشق تو نشستیم تو دانی

چاک کردیم گریبان سلامت بہوات[4]
دامن جاہ وجلال تو گرفتیم تو دانی

گر کنی چارۂ کار من بیچارہ تو دانی
ور خری باز ازیں ساز کہ ہستیم تو دانی

نیست از[5] خرمن اقبال مرادانہ زاد بار
تخم امید بلطف تو بہ کشتیم تو دانی

ایکہ تدبیر س از دیع برون رفت چہ باک
دست در پای چو تو شاہ زدستیم تو دانی

ہمچو احمد زہوائ رفت ای جان عزیز[6]
ترک اغیار بیک بار بگفتیم تو دانی

---

۱ : نیشتیم ـــ کذا (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
۲ : ہیچ (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
۳ : فارغ از عشوہ نفس تو (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
۴ : کذا (بہواریت)
۵ : در (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
۶ : خارج از بحر۔

جلت کلمہ (۹۶)

دلا تا چند چون یوسف بچاہ غم فراوانی
بمصر عشق زن کوس ای عزیز من کہ سلطانی

بخواب و خورشدی ہم کانسۂ باحیوان تعالی اللہ
کہ کس آمد درین عالم برای حظ نفسانی

بزن این نفس شیطان را عمود آتشین بر سر
مطیعش دار تا یکی بملک جان سلیمانی

ندیدم غیب ہر ساعت بگوش جان ہمی گوید
کہ زر در دست و در دراز پس شب مظلم تو نادانی

ہشیاری گزر کن زانکہ بسیاری درین دریا
بغرقابی فرو رفتہ کہ نامد نام و نہ نشانی

جلت کلمہ (۹۷)

مارا کست یکی دل خرابی — خون ناب شدہ جگر کبابی
از کانسہ[۱] دل فرو نریزد — جز دیدہ ما نمی د آ بی
آنکس کہ بدرگہ تو رو کرد — محروم نگشت ہیچ بابی
یکبار بکش ثواب برگیر — تا باز رہیم از عذابی
شوریدہ دلم ز تیرہ بختی — چون زلف بتان باضطرابی
نی ترس کنم ز دوزخ از جرم — نی طمع بہشت از ثوابی
چون مظہر حق بہ گشتہ احمد — فارغ ز خطا شد و ثوابی

---

[۱] : بر آتش سینہ ام نریزد ایضاً (نسخہ شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ)

[۲] : این خانۂ جان ما ز غمہا (ایضاً) (، ، ،)

جلت کلمہ (۹۸)

یک نظر بردی تو حاصل طور موسوی | یک سخنی ز لعل تو صد چو دعای عیسوی
آنکہ تراست بندۂ گشتہ امیر در دو کون | مالک ملک عزّ و جاہ و جلال خسروی
از رخ دلربای تو رونق و حسن نوبہار | گلشن بوستان توئی تو بچمن چہ میروی
زین ہمہ زہد خشک تو نیست بجز ہیچ حاصلی | عشق گزین و بادہ کش باز مشو تو منزوی
احمد اگر ہزار جان بر سگ آستان تو[۱] | پیش کند بجلہ متی باز تو خوش نمی شوی

جلت کلمہ مثنوی (۱)

من[۲] نہ ام گوینده واللہ من نہ ام | من نہ ام پوینده واللہ من نہ ام
این ہمہ اظہار وجہ اوست بس | نیست غیری در میان و ہیچ[۳] کس
آنچہ تو اغیار خوانی عکس تست | آنچہ آن[۴] را یار خوانی نفس تست
چونکہ نفس خویش را بشناختی | غیر در آب روان انداختی
ہم تو ہستی ہم تو خواہی بود بس | پیر بارہا چنین فرمود بس
جملہ عشق است این ہمہ واللہ عشق | عشق را در کار کن ای شاہ عشق
عشق مالا مال جملہ عالم است | عشق[۶] پیدا در لباس آدم است

---

[۱] : احمد اگر ہزار جان بر در آستان تو (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

[۲] : من نام تو گوینده واللہ من نہ نام : من نام تو پوینده واللہ من نہ نام
(نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

[۳] : ہیچ (" " ")

[۴] : سر یار (" " ")

[۵] : چونکہ (" " ")

[۶] : کذا (" " ")

عشق ظاہر در جمال دلبرانست | عشق باطن در صفات عاشقانست
کی شود بی عشق ہرگز ہیچ کار | عشق خود را عشق کردہ اختیار
گر تو داری دولتی و بخت یار | عشق آرد عشق آرد عشق آر [۱]
عشق بازی گشت پیدا از خدا | مقتدای عشق گشته مصطفےٰ
عشق را ابوبکرؓ خوش بنیاد داد | عشق را فاروقؓ الحق داد داد
عشق را عثمانؓ نکو آباد کرد | عشق را حیدرؓ قوی بنیاد کرد
عشق را آمد حسینؓ و ہم حسنؓ | عشق را مقبول گشته آن دو تن
تابعین ہم تبع آنرا عشق دان | پیر [۲] ما عشق است در ما عشق داد
با حقیقت گر نباشی عشق باز | باری از تکلیف کن عشق مجاز
نزد بان آمد حقیقت را مجاز | راہ حق را ای پسر این توشہ ساز
از مجازت راہ بکشاید ترا | تا حقیقت آشنا آید ترا
گر توانی پاکباز اندر مجاز | عاقبت محمود گردی ای ایاز

کلمت کلمہ مثنوی (۲)

خداوندا توئی مقصود جانم | بجز تو ہیچ کس را کس ندانم
توئی موجود اندر کل [۳] عالم | توئی معبود این اولاد آدم
توئی در ہر چہ دیدم آشکارا | بباس ساختی از خاک مارا
توئی ظاہر بصورتہای خوبان | توئی باطن بمعنی ہای مردان
بجز تو ہیچ چیزی را ندیدم | بغیر از ذات تو اشیا ندیدم

---

۱ : کذا (نسخہ منیر شریف)
۲ : سِرّ۔ کذا (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
۳ : جملہ عالم (" " ")

نظر بر خویش کردم گرچہ بسیار — ندیدم غیر تو فی الدار دیّار

چنان ظاہر شدی یکبارگی را — کہ حیران می‌کنی نظّارگی را

توئی چون زورقی دریای حقیقت — گزشتن را مثل باید شریعت[1]

محیطی کش نباشد ہیچ ساحل — کزو گردد ہزاران موج حاصل

بہر موجی چو کوہی حملہ آرد — کسی را غرق سازد کس بدارد

بسا کشتی کہ گشتہ تختہ تختہ — بموجی از بلاہا جنگ رستہ

بود بی مثل ہر موجی بصورت — کہ ذات[2] آب باشد آن ضرورت

ہم از دریا بود امواج بیشک — تمثل کرد از ان خود را بہر یک

بود دریا بذات خویش دایم — وجود موجہا زو گشتہ قایم

اگرچہ موجہایش جملہ آب است — ولیکن آب گفتن ناصواب است

ہمان دریا کہ ذات او قدیم است — صفاتش بین کہ آخر نا سلیم است

جہان چون ظرف دریای است بنگر — ہمہ امواج او این جملہ پیکر

جہان ثابت بصورت ہمچنان است — ولی گردش میان جسم و جان است

ہمیشہ ذات تو[3] قائم ہم از تو — صفات[4] نیز حقّا دایم از تو

ہمہ چیزی توئی ہم چیز ہم تو — ہمہ ہم تو و من ہم نیز ہم تو

خدایا تہمت افعال از ما — بکلّی دفع کن در حال از ما

توئی اوّل توئی آخر کریما — توئی قالب توئی جانم رحیما

---

۱ : "کہ دارد مثل پایند شریعت" (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

۲ : ذاتش (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

۳ : او - کذا (" " ")

۴ : صفاتش کذا (" " ")

توگفتی هرچه گفتم این یقین است　　تو کردی هرچه کردم حق همین است
خداوندا تو پندار خودی را　　بکلی دور گردان از دلِ ما
همین[1] خواهم که تو باشی ز من نی　　همیشه جان[2] بود ارادتن نی

جلت کلمه مثنوی (۳)

کاشکی هرگز نبودی این وجود　　کز[3] وجود ما بلاها رخ نمود
در عدم آسوده بودم برقرار　　فارغ از ما و منی واز کاروبار
بی صفت بودم چنان[4] کاندر جهان　　کس ندانستی ز وصفم یک نشان
ایمن از آشوب فتنه واز بلا　　بی غم از تشویش خوف واز رجا
با هزاران فرحت و شادی و شور　　با فزادان بهجت و عیش سرور
گر خلایق جمع آید سربسر　　تا ازان عالم یکی گوید خبر
آخرالامر این همه حیران شوند　　از صفات آن جهان طیران[5] شوند
در چنا[6] جا سخت بی غم بوده ام　　فارغ از شادی و ماتم بوده ام
از عدم موجود کردی مر مرا　　وز وجود خویش دادی صد عطا
هرچه دارم از تو دارم در وجود　　جامه و جان هرچه هست از تو بود
تاکه نام من بموجودی فتاد　　آب خوش خوردن بلارم هیچ باد

---

۱ : همی - کذا (نسخه منیر شریف لائبریری، پٹنہ)
۲ : جان بودن - کذا (" " " ")
۳ : گر - کذا (" " " ")
۴ : جہاں - کذا (" " " ")
۵ : ؟ کذا - (" " " ")
۶ : چنان - کذا (" " " ")

ساعتی گر خوش بخندانی مرا — در پس آن، نیک گریانی مرا
از وجود خود ملامت می برم — لیک ازین گفتن خجالت می برم
شاکرم از منعم خود کل حال — نیست حاجت از ملال و از مقال
عالم سرّی و بینای ضمیر — هر چه باشد از قلیل واز کثیر
گنج دادی من همان دارم نگاه — تو حکیمی گنج داری آن بخواه
گر مرا گنج سعادت دادهٔ — در مرا رنج شقاوت دادهٔ
نه ازان شادم و نه غمگین ازین — هر چه دارم از تو دارم آن و این
این و آن را من نه بینم تا که چیست — شاد از انم زانکه می دانم[1] زکیست
چون مراد تو ز ما حاصل شده — احمد از هر دو جهان واصل شده

جلت کلمه مثنوی (۴)

بود بازی در هوا پرواز کرد — با خروسی ناگهان لب باز کرد
گفت ای تو بیوفائی جانور — مر ترا می پرورد باری بشر
چون همی خواهد که گیرد مر ترا — در پی خود می دوانی جابجا
در خروش آئی و گردی بیقرار — جهد بکنی در خلاص و در فرار
گفت آن مرغکای تو شاهباز — می زنی پر تاب باشی در فراز
هیچ هرگز مرغ بسمل دیدهٔ — سیخ کرده جانور بشنیدهٔ
من بسی مرغان بدیدم این صفت — دارم از معلوم خود این معرفت
گرچه دارم سر بسر صد نقص و عیب — یک صفت اصلست مرا بی شک و ریب[2]
گرچه صاحب را دوانم جابجا — آخر اندر صحبتش آیم در غذا[3]

---

۱ : دارم - کذا (نسخه منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

۲ : کذا (" " ")

۳ : کذا (" " ")

گرچه هستیم پای تا سر ای الٰه ظاهر و باطن همه فسق و گناه
هیچ کاری را نشایم گرچه من در مراد تو اسیر است جان و تن
چون مراد تو ز من حاصل شده احمد آمد اندر جهان و اصل شده

جلت کلمه (۵)

هر چه بینی آشکارا و نهان جمله حق است تو بدانی یا مدان
گر بدانی عارفی از خویشتن ور ندانی جاهلی از خویشتن
او همیشه مر ترا اندر گزار با تو دایم روز و شب در کار و بار
صد عطا هر ساعتی می بخشدت نعمتی بر نعمتی می بخشدت

جلت کلمه قطعه (۱)

چون بقائی می ندارد آدمی خانه و باغات کردن سود چیست
مرجع مردم چو بر خاک است و باد خوب پوشیدن و خوردن سود چیست
چون برابر می نخواهد رفت هیچ سیم ستدن زر بهر دن سود چیست

جلت کلمه قطعه (۲)

کو طاقت شکر است کسی[۱] را که بگوید بر نعمت او[۲] جل تعالیٰ و تقدس
یک شکر ز انعام تو هرگز نگزارد آن عالم معقول و ارواح مقدس

قطعه (۳)

آن[۳] بادشاه اعظم یعنی حقیقت ما در سینه بود محکم یعنی بنود پیدا[۴]

---

[۱] : رہی (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

[۲] : آن ۔ کذا (" " " ")

[۳] : ای ۔ کذا (" " " ")

[۴] : " در سینہ بود محکم یعنی بنور پیدا " (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

پوشید دلق آدم[1] یعنی بوجه داسماء امروز بردر آمد یعنی بشد هویدا

جلت کلمه (۴)

توبه کردم نکنم هیچ دگر بار گنه را عفوی[2] کن و شوی[3] باب کرم روی سیه را

هر شبانگاه کنم توبه که عاصی نشوم من لیک تا روز تو داری من بدروز تبه را

رباعی (۱)

بحسن شکل موزونت بشر نیست بشیرینی لب لعلت شکر نیست

مکش ای ترک بیرما تیر غمزه که تیر غمزه ات را خود سپر نیست

رباعی (۲)

سلامت باش ای مرد سلامت نیازرده دلی از لطف عامت

چنانک[4] خلق از تو هست فارغ تو هم فارغ تری[5] بر گیر گامت

رباعی (۳)

لب[6] یاقوت و مرجانست لب نیست دهد گر قوت مرجان را عجب نیست

---

[1] : دارم - کذا (نسخهٔ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

[2] : عفو کن (" " ")

[3] : و شو آب (" " ")

[4] : چنانکه - کذا (" " ")

[5] : بری - کذا (" " ")

[6] : لبت - کذا (" " ")

[7] : رباعیات بالا در اصل به وزن رباعی نیستند - آنها را قطعه باید شمرد -

لب تو بر لبم گهہ گهہ رسیدہ است[۱] سخن شیرین کہ دارم بی سبب نیست

رباعی (۴)

آن خط نگر[۲] کہ بر ورق زر نبشتہ اند یارب چہ نکتہا است کہ در نور نبشتہ اند
آن خال را کہ بر رخ و عارض نہادہ اند ہی ہی چہ فتنہا است کہ اندر نبشتہ اند

رباعی (۵)

یاد باد آنکہ مرا با تو سر و کاری بود با سر زلف تو آویزش بسیاری بود
این زمان آن ہمہ کردی تو فراموش چنانکہ معرفت را نتوان گفت کہ آن باری بود[۳]

رباعی (۶)

عروس غیب کہ مستور بود از دیدار بہ بین چگونہ تجلّی بکرد فصل بہار
بہر طرف کہ بہ بینی خطاب حق مشنوی کہ انظروا بجمالی یا اولی الابصار

(رباعی (۷)

خرم آن روز کہ بکنم من سلام دست بندم پیش تو ہمچون[۴] غلام
تو برسم خواجگان اندر قعود من طریق بندگان اندر قیام

رباعی (۸)

باز آمدم باز آمدم من پیش شہباز آمدم مرغ ہوائی بودہ ام در چنگ شہباز آمدم
من در ہوای خویشتن جان دادہ برباد ہوا یارب[۵] ستان از من مرا من از ہوا باز آمدم

---

[۱] : است - حذف - کذا (نسخہ منیر شریف لائبریری پٹنہ)

[۲] : را - کذا (" " " ")

[۳] : این رباعی در نسخہ منیر شریف نیست -

[۴] : ہمچو - کذا (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ

[۵] : یارب من از ستان مرا من از ہوا باز آمدم (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

[۶] : یہ رباعی نہیں ہے -

رباعی (۹)

اینک اینک می رسم انشاء اللہ پیش تو دمن پسم انشاء اللہ

زاد راہم لی مع اللہ این تمام حسبی اللہ[1] این بسم انشاء اللہ

رباعی (۱۰)

می رود بالشکری سلطانگی[2] شہربی او گشت ہم ‌بیرانگی[3]

جان سپردم درست را وقت وداع[4] ماند بر من قالبی بیجانگی[4]

رباعی (۱۱)

ز آفرینش خوبان مراد دست خدای کہ خاص منظر خود را نگاہ دارد جای

مرا کہ قبلہ و قتم ہمیشہ روی بتانست چہ حاجت است گزارم نماز خلق نمای

رباعی (۱۲)

فقیری اندرین مسجد رسیدہ جفاہای زمان بسیار دیدہ

دو بیت از حال خود این جا نبشتہ یکی از خون دیگر ز آب دیدہ

اشعارِ متفرقات

بخواہم از خدا تا شاد باشی ایضاً چو سرو از باد غم آزاد باشی

تا طاق دو ابروی تو شد قبلہ و قتم

بر باد ہوا رفت ہمہ زہد و نمازم

---

[1] : "حسبی اللہ آن نبشتم انشاء اللہ" (نسخہ منیر شریف لائبریری)

[2] : سلطان کے (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

[3] : ویران دکے (" " ")

[4] : بی جان کے (" " ")

ماییم نمونۂ خدائی ، ایضاً ، از ماست ظهور کبریائی

من همچو چنگم پیش تو بسته کمر گشته دوتا ،، در پرده گفتم[۱] این سخن بنواز تو این پرده را

هر که او نقد[۲] به بیند بجهان وجه مرا ،، آن فرومایه نه بیند نفسی ذات خدا

دلا نگار تو امشب چو دست داد مخسپ ،، مراد جان بگزارت خدا نهاد مخسپ

چون هست حقیقت تو یارا ،، دوری مجاز نیست حایل

من اندر دو عالم یکی بادشاهم ،، که هم خویش لشکر و هم خود سپاهم

من هوادار توام از جان و دل ،، در ہلاک من تو دایم مشتعل

گاه بر ریش خود همی خندیم ،، گاه بر کار خود همی گرییم

تاب قوسین ماست ابرویت ،، رویت ماست دیدن رویت

گر[۳] مقام است در بهار این است ،، دان[۴] دگرها خزان بهار این است

چنان[۵] از یاد لعل یار مستم ،، که فارغ از میٔ و از جام هستم

هر که آمد در جهان نالید رفت ،، از جفا دستها تهی مالید رفت

بوسۂ چند ز لعل تو تمنا کردیم ،، چه[۶] گدایان فضولیم چه‌ها می طلبیم

مطربان را که بنواز دبلطف ،، کارسازش باد با برگ و نوا

جاه دنیا چاه هست و شکر او زهر ناب ،، هر عمارت را که بینی عاقبت گردد خراب

---

۱ : گویم ـ کذا (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

۲ : نقش ـ کذا (" " ")

۳ : چہ ـ کذا (" " ")

۴ : دین ـ کذا (" " ")

۵ : بادہ ـ کذا (" " ")

۶ : کہ ـ کذا (" " ")

بادہ بدہ ساقیا جام نداند چنانک ایضاً بی خود دستم بکن عقل نماند چنانک

درمیان گلستان بودیم و گلها در شگفت ، سر برآورد از کجا رسیده این گل دیگر شگفت

ای یار اگر من جان برم از چشم کافرکیش تو

بسپارم این دل در زمان زلفین عالمگیر تو

من چه دانم که تا چه می نوشتم ، تو چه دانی که تا چه می خوانی

هر چه بینی آشکار او نہان ، جملہ حق است و تو حقی حق بدان

ای بسا مفتون چشمت هر طرف در گوشها

همچون من مقتول زلفت بیش او بیچاره است

خدا شاهد که اندر هیچ جانیست ، مرا بی روی تو یکدم قراری

امید دار چنانم ببارگاه خدای ، که بخت خفته مارا شبی کند بیدار

افسوس که دام آمد هر دیگ که بپختیم ، ای آه که کاه آمد هر غله که کشتیم

کافری می نکرده[۳] زان مسلمان یکی ، از جفاهای[۴] که بر من می کند آن وقت کار

چه نویسیم که دل از درد فراقت چون است

خاطرت باز بگوید همه احوال مرا

الحمد للہ والمنۃ کہ دیوان بندگی حضرت شیخ المشائخ

قطب الاقطاب شیخ الاسلام والمسلمین مخدوم شیخ احمد، لنگر دریا،

۱؎ : ی - اضافہ باید کرد (نسخہ منیر شریف لائبریری)

۲؎ : من چہ دانم تا چہ من نوشتم ، (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

۳؎ : است - اضافہ (، ، ،)

۴؎ : آن (نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ)

بلخی ابن حسن ابن حسین معز شمس بلخی قدس اللہ سرہم العزیز بید
احقر خاکپای فردوسیان حقیر غلام مظفر بلخی غفر اللہ لہ والوالدیہ
بتاریخ بستم ۲۰ شہر ربیع الاوّل شریف روز چہار شنبہ ۱۳۱۳ھ ہجری
نبوی صلعم بمکان خویش بمقام فتوحہ آتمام یافت، و خلعت تحریر
پوشید ؎ ہر کہ خواند دعاء طمع دارم زانکہ من بندہ گنہ گارم تمّت
تمام شد کار من نظام شد۔[1]

---

[1] : دیوان (قلمی) حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ ـــ ص ۵۵ ـ نسخہ ملکہ شاہ تقی حسن بلخی، سجادہ نشین خانقاہ بلخیہ فردوسیہ فتوحہ شریف، پٹنہ ـ

حضرت مخدوم شیخ احمد لنگر دریا بلخی

کے

فارسی (قلمی) دیوان پر تفصیلی اور تنقیدی نظر

حصّہ اوّل

حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ کے دیوان[۵] میں انٹھانوے[۹۸] غزلیں، چار مثنویاں، چار قطعات، بارہ رباعیاں، اٹھائیس[۲۸] اشعار متفرقات اور آغاز دیوان میں حمد و مناجات باری تعالیٰ اور نعت و منقبت حضور اکرم صلعم کے ضمن میں دو[۲] نظمیں ملحق ہیں۔

غزلیں :-

غزلوں کی مرکزی نوعیت اور صفت صوفیانہ و متصوّفانہ شاعری ہے، نویں[۹] صدی ہجری میں، آپ بہار کے ایک فارسی غزل گو شاعر تھے، ایرانی شاعر مُلّا عبدالرحمٰن جامیؔ کے ہم عصر تھے۔ (جامی ــــ متوفی ۸۹۸ھ) ہندوستان کے فارسی شعراء میں شاہ نعمت اللہ ولی (متوفی ۸۳۴ھ) اور مغربی (متوفی ۸۰۹ھ) اس عہد کے شعرا تھے۔

مضمون کی نوعیت سے غزلوں کی تقسیم :-

آپ کی غزلوں کو ہم چار حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں ــــــــ

(۱) صوفیانہ (۲) فلسفیانہ (۳) اخلاقی اور (۴) عام مضمون۔

۱۔ صوفیانہ

آپ کے دیوان میں اکثر غزلیں صوفیانہ و متصوّفانہ ہیں اور آپ

---

۵ : حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ کے فارسی قلمی دیوان کے دو نسخے دستیاب ہوئے ہیں۔ نسخہ اول فارسی قلمی مملوکہ شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ ــ نسخۂ دوم فارسی قلمی مملوکہ خانقاہ لائبریری، منیر شریف، پٹنہ۔

یہ شعر متغزلانہ ہے اور اس میں شعریت پائی جاتی ہے۔ اور حسن جہانگیر "نرگس رعنای" کے دروبست اور تشبیہیں جاذب نظر ہیں۔

(۵) ای کہ شراب لعل تو کردہ مرا مدام مست
ناوک غمزہ ہای تو جان و دل مرا بخست

اس غزل میں چھ ۶ اشعار ہیں، صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو آپ بیان فرماتے ہیں اور اچھی تشبیہوں کو مناسب جگہ پر موزوں فرماتے ہیں۔ "شراب لعل تو" "قدر لعل تو" "عکس جمال گلرخی" اور "ناوک غمزہ ہای تو" ــــــــ ایسی تشبیہوں سے غزل میں ترنم و تغزل پیدا ہوتا ہے اور صوفیانہ مضمون کی خشکی دور ہوتی ہے اور غنائیت و لطافت حاصل ہوتی ہے۔

(۶) دلبرا آہ عاشقان چہ خوش است
باختن بر رخ تو جان چہ خوش است

اس غزل میں گیارہ ۱۱ اشعار ہیں، اس میں آپ صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں اور آپ نے اس غزل کو ایرانی صوفی شاعر فخر الدین ابراہیم ہمدانی عراقی (متوفی ۶۸۸ھ) کی غزل کی زمین میں موزوں فرمائی اور عراقی کی غزل کا یہ مطلع ہے:۔

طرۂ یار پریشان چہ خوش است
قامت دوست خرامان چہ خوش است[۱]

---

[۱]: کلیات شیخ فخر الدین ابراہیم ہمدانی متخلص بہ عراقی بکوشش سعید نفیسی (از انتشارات کتاب خانہ سینائی) ص ۱۵۵ ــــــــ ادارہ تحقیقات عربی و فارسی لائبریری، پٹنہ)

ردیف د

(۷) ای حاصلِ روزگار احمد

وی از تو ہمہ قرار احمد

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں۔

(۸) ای خوش آنروز کہ من روی ترا خواہم دید

مظہر ذات و صفتہای خدا خواہم دید

اس غزل میں نو اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں۔ یہ غزل خواجہ حافظ شیرازی کی اس غزل کی یاد دلاتی ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

خرم آنروز کزیں منزل ویراں بروم

راحت جاں طلبم در پیٔ جانان بدوم [۱]

صوفیانہ عشق :-

آپ شاعر تھے، اور ایک صوفی شاعر تھے، احمد تخلص فرماتے تھے، شاعری میں آپ کے عشق کا "روئے سخن" وہی ہے جو مستند ایرانی و ہندی صوفی شعراء کا ہے۔ مثلاً حکیم سنائی، خواجہ فریدالدین عطار، مولانا جلال الدین رومی، عراقی، محمود شبستری، امیر خسرو دہلوی اور مولانا عبدالرحمن جامی ـــ یہ شعراء متصوف شاعر تھے، آپ بھی شاعری میں اساتذۂ متصوف سے متاثر رہیں، اپنے کلام میں صوفیانہ عشق کا اظہار خیال فرماتے ہیں اور خیال و فکر کے

---

[۱] : دیوان حافظ شیرازی (چاپ تہران) ص ..... ردیف م اداره تحقیقات عربی و فارسی لائبریری، پٹنہ

اعتبار سے سنائی، عطار، مولانا رومی، عراقی، خسرو اور جامی جیسے شعرائے متصوف کے ہم خیال ہیں۔

(۹) ای ز زلفت بچیں خطر باشد
داز لبت شور در شکر باشد

اس غزل میں تین اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں ——— اس غزل کو آپ نے شیخ سعدی شیرازی کی غزل کی بحر میں موزوں فرمائی جس کا مطلع یہ ہے۔

تیر باران عشق خوبان را دل شوریدگان سپر باشد[۱]

(۱۰) روی ترا ہر کہ دید در قدمت سر نہاد
مثل تو ای بی نظیر مادر گیتی نزاد

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں۔

(۱۱) شیرین ترا ز لبانت چیزی دگر نباشد
حقاً بدین حلاوت شیر و شکر نباشد

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں۔

(۱۲) گر بادِ صبح پردہ ز روی تو واکند
ہر دم ہزار لطف برین بینوا کند

اس غزل میں آٹھ اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں۔

---

[۱]: کلیات شیخ سعدی (چاپ تہران) ص ۵۶۹ ——— ادارہ تحقیقات عربی و فارسی لائبریری، پٹنہ

(۱۳) گر بگوی تو این گدا گردد
در زماں شاہ بادشاہ گردد

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں۔

(۱۴) کفر زلفت آفت ایمان فتاد
خال و خدت راحت چشمان فتاد

اس غزل میں سات اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں۔

ردیف م

(۱۵) تا روی دل افروز تو از دور بدیدیم
آں عیش کہ بودہ است گہی باز ندیدیم

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں۔

(۱۶) روی تو شمع است و ما پروانہ ایم
زلف تو زنجیر و ما دیوانہ ایم

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے صوفیانہ وعاشقانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں، غزل کی زبان شستہ، فصیح اور رواں ہے اس لئے آسانی سے کہا جا سکتا ہے کہ اس میں صوفیانہ رنگ نمایاں ہے۔

(۱۷) ز سودای غم عشقت چنانم
کہ سر از پا و از سر ندانم

اس غزل میں سات اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے صوفیانہ وعاشقانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں۔ اس بحر میں شیخ سعدی شیرازی کا

کی ایک غزل ہے، جس کا مطلع یہ ہے۔

مرا تا نقرہ باشد می فشانم
ترا تا بوسہ باشد می ستانم[1]

(۱۸) عشق بازان را خدامت کردہ ام
ریزۂ از خوان ایشان خوردہ ام

اس غزل میں تین اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں۔

ردیف ن

(۱۹) ای کہ ہستی نور رب العالمین
آفرین بر جان پاکت۔ آفرین

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں، غزل کے بعض شعروں میں شستہ تشبیہیں ہیں جو شیخ سعدی شیرازی کی غزلوں کی تشبیہوں کی یاد دلاتی ہیں، مثلاً اس غزل کا ایک شعر ہے۔

ہمچو تو مادر نزاید در زماں
مثل تو سروی نزدید بر زمیں

'سروی' کی تشبیہہ برمحل ہے اور اچھی تشبیہہ ہے۔ شیخ سعدی شیرازی کی غزل کا ایک شعر ہے۔

ای ساربان آہستہ ران کآرام جانم می رود
کہ عشق آن سرو رواں بوی روانم می رود[2]

۱: کلیات شیخ سعدی (چاپ تہران) ص ۶۳۱ - ادارہ تحقیقات عربی و فارسی لائبریری پٹنہ

۲: " " " دیف د ص ....

(۲۰) ای کیمیای اعظم درس ما نظر کن

خاک سیاه ما را از لطف عین زر کن

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں۔

(۲۱) ما را چو ماہ بر آ در ویا چو ماہی کن

فتادہ ایم بدست تو ہر چہ خواہی کن

اس غزل میں سات اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں۔ اس غزل میں تشبیہیں بھی ہیں جن کی ترکیب صنّاعانہ ہوئی ہے جو یہ ہیں۔

"ماہ بر آ در ویا چو ماہی کن"، "نازنینا دست"، "خا خوبان عالم"، اور سنگ و آہن موم گردد" ——— ان ترکیبوں سے شعروں کا حسن دوبالا ہوتا ہے اور شعریت حاصل ہوتی ہے۔

ردیف و

(۲۲) افتادہ ام زپای من ای دستگیر تو

رفتم زدست ار نشوی دستگیر تو

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں ——— "ای دستگیر تو" کی ترکیب سے بے پناہ خلوص و عقیدت کا اظہار ہوتا ہے اور شعریت کا حظ حاصل ہوتا ہے۔

(۲۳) بست خواب مردمان آن چشم خواب آمیز تو

ریخت خون عاشقان آن غمزۂ خونریز تو

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں اور اس میں آپ عریاں طور پر

اپنے صوفیانہ وعاشقانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں۔

(۲۴) تا منم اینا سر و خاک کوی تو

تازیم دست من و گیسوی تو

اس غزل میں سات اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں۔ یہ غزل عراقی کی غزل کی زمین میں ہے اور ردیف وقافئے کی قید وہی ہے جو عراقی کی غزل میں ہے۔ عراقی کی غزل کا مطلع یہ ہے۔

ترک منٔ ای من غلام روی تو

جملہ ترکان جہاں ہندوی تو[1]

ردیف ہ

(۲۵) ای شدہ از حسن رویت عالمی دیوانہٗ

وز جمال دلربایت در جہان افسانہٗ

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں، یہ غزل ترنم سے پر ہے، تمام مصرعوں سے نغمگی پیدا ہوتی ہے جس سے شعر میں شعریت اور غنائیت پیدا ہوتی ہے اور جامی کی غزل اسی بحر میں ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

ای ترا چون من بہر ویرانہٗ دیوانہ

پیش ماہ عارضت شمع فلک پروانہٗ[2]

---

[1]: دیوان عراقی (مرتبہ سعید نفیسی) ص ۲۶۳ — ۲۶۴ — ادارہ تحقیقات عربی و فارسی لائبریری، پٹنہ

[2]: دیوان جامی (مطبوعہ) ص ۲۴۴ — ادارہ تحقیقات عربی و فارسی لائبریری، پٹنہ۔

ردیف ی

(۲۶) آن یار از من بیگنہ بیگانہ شد یکبارگی

این جان بی سامان من افتادہ در آوارگی

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں ۔ آپ اس میں اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں ۔

(۲۷) از روی تو در جہان صفای

واز چشم تو ہر طرف بلای

اس غزل میں سات اشعار ہیں ۔ آپ اس غزل میں اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں ——— مطلع کا شعر متغزلانہ ہے اور اس مصرع کا تو جواب نہیں !

واز چشم تو ہر طرف بلای

آپ فرماتے ہیں :۔ اے محبوب ! تیرے چہرے پر ایک دنیا مرتی ہے (یعنی عاشق ہوتی ہے) اور آنکھ کی وجہ سے (اگر تو دنیا کو کبھی دیکھے) تو ہر طرف (عشق و عاشقی کی) مصیبت عام ہو جائے ——— اچھا شعر ہے ، اور ایک پختہ شاعرانہ درک رکھتا ہے ، اس غزل کی تشبیہیں اچھی ہیں اور بعض تشبیہہ نادر ہے ۔

" حسرت لعل آبدار " " زکوٰۃ حسن " ——— اور اس غزل میں لفظوں کی ترکیب بھی پرو تیع ہے :۔

" نیک مبتلائی " ، " دردیدہ ماجرای " ، " بی نواگدای " اور " امیر جای " ——— یہ مثالیں آپ کی زیر بحث غزل سے بلا تخصیص پیش کی گئی ہیں ۔

(۲۸) ای آفتاب عارض و ای ماہتاب روی

مارا متاب در غم و از ما متاب روی

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں۔

(۲۹) ای آیت مصحف الٰہی طغرای مثال بادشاہی

اس غزل میں نو اشعار ہیں۔ آپ اس غزل میں اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں۔ صوفیانہ کوائف کے اظہار میں ہر شعر بیش قیمت موزوں فرماتے ہیں اور بعض شعر پر شعر صادق کا دعویٰ صحیح معلوم ہوتا ہے مثلاً آپ کی زیر بحث غزل کا ایک شعر ہے :۔

خوبان جہاں اسیر پیشیت

زیرا کہ امیر ہر سپاہی

اس شعر کی خوبی اساتذۂ فارسی کے شعروں کی خوبی سے مل جاتی ہے، صنف غزل کی خوبیوں کو سامنے رکھئے اور اس شعر کی ترکیب کی قیمت کا اندازہ لگائیے :۔

"اسیر پیشہ"

اسی طرح سے اسی شعر کی یہ ترکیبیں بھی دلکش ہیں :۔

"خوباں جہاں" اور "امیر ہر سپاہی" ــــ "اسیر پیشیت" کی لفظی مناسبت سے اس کے بعد میں "امیر ہر سپاہی" کی ترکیب بہت صحیح مناسب جگہ پر ہے، لفظوں کی مناسب ترکیب شعروں میں کس طرح ہوتی ہے، آپ اس گر کو اچھی طرح سے جانتے تھے، پھر مصرعوں کے دروبست میں مہارت رکھتے تھے۔ آپ کے شعروں کو پڑھنے سے لفظی اور معنوی دونوں حیثیتوں سے حظ حاصل ہوتا ہے اور آپ کے کلام اسی رتبے

پسند ہیں کہ ہم آپ کے کلام کو اساتذۂ فارسی کے کلام کے مقابلے میں رکھیں اور پڑھیں۔

(۳۰) یک نظری بروی تو حاصل طور موسوی
یک سخنی ز لعل تو صد چو دعای عیسوی

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں اور آپ اس غزل میں اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں۔ میں نے کہا ہے کہ آپ کی صوفیانہ غزلیں شعریت اور تغزل رکھتی ہیں، اسی غزل کا یہ شعر ہے۔

از رخ دلربای تو رونق و حسن نو بہار
گلشن بوستان توئی تو بچمن چہ می روی؟

آپ کے اس شعر سے شیخ سعدی شیرازی کے اس شعر کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔

ای تماشا گاہ عالم روی تو
تو کجا بہر تماشا می روی؟[۱]

شیخ سعدی شیرازی ساتویں صدی ہجری کے ایرانی شاعر ہیں اور غزل گوئی کے میدان کے امام ہیں، آپ شاعری میں ارضی محبت کے تجربات پیش کرتے ہیں، ایسی شاعری کے لئے آپ کی شاعری یادگار زمانہ ہے؛ یہ صحیح ہے کہ سماوی اور مابعد الطبیعاتی تجربوں کو آپ شاعری میں موزوں نہیں کرتے مگر سعدی ایک عاشق کامل کے سچے تجربے رکھتے تھے، چاہے وہ ارضی ہوں یا سماوی، غزل کے لئے یہ نقص نہیں ہے کہ شاعر اپنے عاشقانہ تجربوں کو بیان کرنے کے لئے کسی خاص جہت کی طرف رخ کرے، اور یہ صحیح ہے

---

[۱] کلیات شیخ سعدی (چاپ تہران) ردیف ی ... ادارہ تحقیقات عربی و فارسی لائبریری پٹنہ

سعدی اپنی شاعری میں ارض کو ائف کے اظہار و بیان کیلئے اپنی نشست مخصوص کرتے ہیں۔ زیر نظر شعر میں حضرت احمد لنگر دریا بلخی سعدی کے آرٹ سے استفادہ کرتے ہیں، آپ نویں صدی ہجری کے بہاری شاعر ہیں اور ملّا جامی کے ہمعصر ہیں اور آپ کی غزلیں عاشقانہ و صوفیانہ تجربات کو پیش کرتی ہیں۔

۲۔ فلسفیانہ غزلیں

آپ نویں صدی ہجری بہار شریف کے ایک صوفی شاعر تھے، بہار شریف خانقاہ کے سجادہ نشیں تھے، حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری" و بہاری کے سجادے کے چوتھے بلخی خلیفہ تھے، حدیث، فقہ، عربی و فارسی ادبیات و زبان کے ایک جید عالم تھے، اپنے مورث اعلیٰ اور جدّ امجد حضرت شیخ مولانا مظفر شمس بلخی اور حضرت شیخ حسین "نوشہ توحید" بلخی" کی طرح سے فارسی سخنوری اور شاعری میں شغف رکھتے تھے اور انہیں بزرگوں کی طرح سے فارسی کے ایک صوفی شاعر تھے۔

شاعری میں آپ اپنے دادا حضور حضرت شیخ حسین "نوشہ توحید" بلخی کے ادب سے متاثر ہوئے، جس طرح سے حضرت شیخ حسین بلخی" اپنے صوفیانہ و عاشقانہ تجربوں سے متاثر ہو کر اشعار موزوں فرماتے تھے اسی طرح سے آپ نے اپنے دادا حضور حضرت شیخ حسین "نوشہ توحید" بلخی" کے نقش قدم کی تقلید فرمائی اور آپ نے صوفیانہ و عاشقانہ اشعار موزوں فرمایا۔

آپ کی شاعری کی مرکزی حیثیت صوفیانہ شاعری سے عبارت ہے، مگر آپ کے کلام میں فلسفیانہ شاعری، اخلاقی شاعری اور عام شاعری بھی پائی جاتی ہے، آپ کی فلسفیانہ غزلیں آپ ہی کے صوفیانہ خیالات اور

صوفیانہ مسلک کی تشریح متغزلانہ طور پر کرتی ہیں، آپ کی فلسفیانہ غزلیں
دینی عقائد کی تائید کرتی ہیں۔ "مردِ خدا" کا تصور ایک صوفی کی نظر میں کیا
ہوتا ہے؟ اس حقیقت کو بیان کرتی ہیں اور ایک صوفی "اللہ تعالیٰ" کے
دربار میں مقرب ہوتا ہے اس حقیقت کو اشعار کے اندر بیان کرتی ہیں۔

ردیف الف

(۱) خورشید رخت چو گشت پیدا
ذرات وجود شد ہویدا

اس غزل میں تیرہ اشعار ہیں، آپ اس غزل میں اپنے صوفیانہ
عقائد کو فلسفیانہ طور پر بیان فرماتے ہیں۔ ایک صوفی "وحدانیت"
میں یقین رکھتا ہے، اس خیال کو مختلف دلیلوں سے ثابت فرماتے ہیں۔
آپ کی فلسفیانہ تعلیم یہ ہے کہ عقل اور دانش کی طاقت سے اللہ تعالیٰ
کی کنہیات تک نہیں پہونچا جا سکتا۔ اس غزل میں اپنے دوسرے صوفیانہ
خیال کو فلسفیانہ طور پر بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مخدوم شیخ حسن[۱] "دائم
جشن" بلخی کی ذات اور سیرت دونوں حسن تھی۔ آپ نیک کاموں کو کرتے
تھے اور آپ کا اسم مبارک بھی حسن تھا، آپ سارے جہاں کے عارفوں کے
بادشاہ تھے اور تمام قطبوں (اولیاء اللہ تعالیٰ) کے مخدوم تھے۔

آن شیخ حسن کہ در نکوئی　　حسن است تمام زاد حسنا
شاہنشہ عارفانِ آفاق　　اقطاب جہاں چو خادم اورا

ردیف ت

(۲) آن جا کہ حضور دوستان است
خوشتر ز ہزار بوستان است

---

[۱]: حضرت مخدوم شیخ حسن "دائم جشن" بلخی حضرت احمد لنگر دریا بلخی کے والد ماجد تھے۔

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو فلسفیانہ طور پر بیان فرماتے ہیں۔

(۳) در ہر چہ نگہ کنی جمال است

بی بردن این نظر کمال است

اس غزل میں ۹ اشعار ہیں۔ آپ اسی میں اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو فلسفیانہ طور پر بیان فرماتے ہیں۔

اس غزل میں اپنے صوفیانہ پیام کا یہ فلسفہ آپ درس فرماتے ہیں کہ علم کو "عشق اور قربانی" سے خالی نہیں ہونا چاہیئے، جو علم کہ "دراعی عشق" ہو، ایسا علم لغو اور لایعنی ہے، تعلم و تدریس میں "عشق و ایثار" پر زور دینا چاہیئے، اور اگر تعلم و تدریس میں "عشق و ایثار" پر زور نہیں دیا جائے تو وہ علم اور ایسا درس بیکار ہے۔ ایک عاشق صادق کے لئے بنیادی خوبی عشق اور ایثار ہی ہے۔

وہی صوفی (عارف) اللہ تعالیٰ کے راز کو دیکھ سکتا ہے اور سمجھ بھی سکتا ہے جو بصیرت کی نظر رکھے۔ اس لیئے صوفی (عارف) کو اپنے دل کی گہرائی میں اترنا چاہیئے اور غور کرنا چاہیئے اس کے بعد ہی صوفی (عارف) کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے وصال ہو سکتا ہے اور صوفی (عارف) اسرار الٰہی کے خزانوں کو پا سکتا ہے۔

یہ غزل محاسنِ شعری اور تغزل سے پُر ہے۔ اسی غزل کا یہ شعر ہے۔

من توبہ کنم ز عشق بازی

واللہ کہ حکایتی محال است

اس شعر میں شعریت پائی جاتی ہے اور شیخ سعدی شیرازی کے مشقِ سخن کا اثر اس میں پایا جاتا ہے۔

(۴) ہر آن جوششی کہ در خم شراب است

ہزاران نکتۂ توحید ناب است

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو فلسفیانہ طور پر بیان فرماتے ہیں۔

(۵) ہر آن نفس کہ نہ با دوست می زنم باد است

خنک دلی کہ بدیدار دوستان شاد است

اس غزل میں سات اشعار ہیں۔ آپ اس غزل میں اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو فلسفیانہ طور پر بیان فرماتے ہیں، اس غزل کی زمین میں اور ردلیف و قافیئے میں خواجہ حافظ شیرازی کی ایک غزل ہے، جس کا مطلع یہ ہے۔

بیا کہ قصر امل سخت سست بنیاد است

بیار بادہ کہ بنیاد عمر بر باد است [له]

(۶) ہر چہ بینی یار ہست اغیار نیست

غیر او جز وہم و جز پندار نیست

اس غزل میں سات اشعار ہیں۔ اس غزل میں آپ اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو فلسفیانہ طور پر بیان فرماتے ہیں، اس غزل میں "وحدت الوجود" کے فلسفے پر اپنے خیالات کا اظہار فرماتے ہیں۔

(۷) ہر چہ دیدیم و شنیدیم ہمہ ہستی او است

آنکہ او غیر بہ بیند ہمہ از پستی او است

اس غزل میں چھ اشعار ہیں اس غزل میں آپ "وحدت الوجود"

له : دیوان حافظ (چاپ تہران) ص ۲۷ — ادارۂ تحقیقات عربی و فارسی لائبریری، پٹنہ

کے فلسفے پر پوری وضاحت سے اپنے خیالات کو بیان فرماتے ہیں۔

ردیف د

(۸) بملک عشق سلطان بندہ گردد

قبای وتاج دی را زندہ گردد

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں۔ اس میں آپ اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو فلسفیانہ طور پر بیان فرماتے ہیں۔

(۹) آن کس کہ بکام جام دارد

اسباب خوشی مدام دارد

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں، اس میں اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو فلسفیانہ طور پر بیان فرماتے ہیں، اسی غزل کی زمین اور ردیف و قافیئے میں خواجہ حافظ شیرازی کا ایک غزل ہے، جس کا مطلع یہ ہے۔

آن کس کہ بدست جام دارد

سلطانی جم مدام دارد [۱]

آپ کی غزل کی مرکزی نوعیت تو ایک فلسفیانہ غزل کی ہے مگر کچھ اشعار ایسے ہیں جن میں آپ اپنے عام شاعرانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں اور شعروں کی ترکیب فنکارانہ طور پر فرماتے ہیں۔

ردیف س

(۱۰) ملک دنیا ترک دادن کار شاہان است بس

سر فدا کردن طریق کج کلاہان است بس

---

[۱]: دیوان حافظ (چاپ تہران) ص ۸۰ — ادارہ تحقیقات عربی و فارسی لائبریری، پٹنہ

اس غزل میں چھ اشعار ہیں۔ اس غزل میں آپ اپنے صوفیانہ خیالات کو فلسفیانہ طور پر بیان فرماتے ہیں۔

ردیف م

(۱۱) آنکه اندر اگم شده بنداشتم
یافتم الحمد للہ یافتم

اس غزل میں نو اشعار ہیں۔ اس میں آپ اپنے صوفیانہ خیالات کو فلسفیانہ طور پر بیان فرماتے ہیں۔

(۱۲) تا بعشقت آشنائی کرده ام
از وجود خود جدائی کرده ام

اس غزل میں چھ اشعار ہیں، اس میں آپ اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو فلسفیانہ طور پر بیان فرماتے ہیں، یہ غزل مترنم ہے اور رواں بحر میں ہے۔

(۱۳) چنان از دست خود حیران شدستم
که گوئی قالبی بی جان شدستم

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے صوفیانہ خیالات کو فلسفیانہ طور پر بیان فرماتے ہیں۔

(۱۴) چونکه اندر عشق رسوا آمدیم
در خور معشوق زیبا آمدیم

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو فلسفیانہ طور پر بیان فرماتے ہیں۔

(۱۵) دستم کجا رسد که ز بالات بر خورم
عمری بدین امید بپایان همی برم

اس غزل میں سات اشعار ہیں۔ اس میں آپ اپنے صوفیانہ خیالات کو فلسفیانہ طور پر بیان فرماتے ہیں۔

(۱۶) مہی کز عکس روی اوست عالم
ندا در گوش عاشق کرد ہر دم

اس غزل میں تیرہ اشعار ہیں، اس میں آپ اپنے صوفیانہ عقائد کو فلسفیانہ طور پر بیان فرماتے ہیں۔

(۱۷) عنقای ہمتیم کہ بر لامکان پریم
نی ہمچو بوم زحمت زاغان ہمی بریم

اس غزل میں سات اشعار ہیں، اس میں آپ اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو فلسفیانہ طور پر بیان فرماتے ہیں۔

(۱۸) ما سر بر آستان معلاّ نہادہ ایم
زان بر رکاب ہفت فلک پا نہادہ ایم

اس غزل میں سات اشعار ہیں، اس میں آپ اپنے صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کو فلسفیانہ طور پر بیان فرماتے ہیں۔

(۱۹) ما گوہر کان لامکانیم ؛ در درج وجود خود نہانیم

اس غزل میں سات اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے صوفیانہ خیالات کو فلسفیانہ طور پر بیان فرماتے ہیں۔

(۲۰) من صید کس نگردم شہباز لامکانم
عنقای قاف قربم مطلب تو آشیانم

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے صوفیانہ خیالات کو فلسفیانہ طور پر بیان فرماتے ہیں۔

(۲۱) ہر صباح از لطف حق پیوستہ ساغر می زنم

حاسدان را سنگِ لعنت بین کہ بر سر می زنم

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے صوفیانہ وعاشقانہ خیالات کو فلسفیانہ طور پر بیان فرماتے ہیں، آپ کی یہ غزل مترنّم بحر میں ہے۔ رواں دواں ردیف وقافیے ہیں اور شعریت اور ترنم بھی ہے۔

۳ — اخلاقیات سے متعلق غزلیں

بچپن کی تعلیم وتربیت کا اثر انسان کی شخصیت پر بڑا ہوتا ہے، بچپن کے زمانے میں جیسا ماحول ملے گا انسان کے کردار اور ذہن اسی سے متاثر ہوکر نشو ونما پائیں گے۔ اس لئے ایک شاعر یا ایک فنکار کی تعمیر وترقی اس کے ماحول کی رہین منت ہوتی ہے۔

حضرت احمد لنگر دریا، کا بچپن ایک مبارک زمانے کا رہین منت ہے۔ ایک ایسا زمانہ جو کمیاب زمانہ کہا جا سکتا ہے، آپ کے "دادا حضور" حضرت مخدوم شیخ حسین "نوشہ توحید" بلخی رح تھے جن کی تعلیم وتربیت حضرت شیخ مولانا مظفر بلخی رح کے ذریعے ہوئی تھی۔ حضرت مخدوم مولانا مظفر بلخی رح آپ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے، تعلیم دیتے تھے اور اخلاقیات سے درس دیتے تھے، ہر چھوٹی غلطی پر آپ کو ٹوکتے، ناراض ہوتے اور بعض اوقات سخت خفا بھی ہوتے تھے۔ حضرت مولانا مظفر بلخی رح کی تعلیم و تربیت کی برکت تھی کہ حضرت شیخ حسین "نوشہ توحید" بلخی رح فقہ، حدیث، فلسفہ اور ادبیات عربی وفارسی کی اعلیٰ تعلیم سے شرفیاب ہوئے، یہاں تک کہ فارسی زبان وادب کے ایک اچھے شاعر ہوئے، آپ نے مولانا

منظفر بلخیؒ کے صوفیانہ ادب سے متاثر ہوکر فارسی زبان میں اپنے صوفیانہ کلام کا مجموعہ اضافہ فرمایا اور آپ کا صوفیانہ کلام پر وقیع مقام پر فائز کیا جا سکتا ہے۔

حضرت مولانا منظفر بلخی شاعر ہیں اور بہار شریف (پٹنہ) خانقاہ کے پہلے بلخی سجادہ نشیں ہیں کہ آپ نے اپنے صوفیانہ خیالات کو شاعری میں پیش فرمایا[۵۱]۔ آپ کی شاعری میں اخلاقیات کا ایک بڑا حصہ ہے، آپ ہی کی صوفیانہ شاعری کو حضرت مخدوم شیخ حسین "نوشہ توحید" بلخیؒ نے اپنی شاعری کا پیش خیمہ بنایا اور اپنی شاعری میں صوفیانہ خیالات کو ______ موزوں فرمایا اور اخلاقیات کا بڑا حصہ اپنی شاعری کو قرار دیا[۵۲]۔

اسی طرح سے حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ کی تعلیم و تربیت آپ کے "دادا حضور" حضرت شیخ حسین "نوشہ توحید" بلخیؒ کے ذریعے ہوئی، جب آپ[۵۳] پیدا ہوئے اور آپ کی آنکھیں پہلی بار کھلیں تو سب سے پہلے آپ نے اپنے "دادا حضور" کو دیکھا، حضرت شیخ حسین "نوشہ توحید" بلخیؒ کی بزرگی اور سعادت مندی کا یہ حال تھا کہ "خواص، و

۵۱: نسخہ قلمی دیوان حضرت مولانا منظفر شمس بلخی، مملوکہ شاہ تقی حسن بلخی پٹنہ، نسخہ دوم مملوکہ خانقاہ لائبریری، منیر شریف، پٹنہ۔
مجموعہ اشعار (مطبوعہ) مولانا برہان الدین منظفر شمس بلخیؒ۔ ادارہ تحقیقات عربی و فارسی، پٹنہ

۵۲۔ نسخہ قلمی دیوان فارسی حضرت شیخ حسین "نوشہ توحید" بلخیؒ مملوکہ شاہ تقی حسن بلخی پٹنہ، نسخہ دوم قلمی دیوان فارسی حضرت شیخ حسین "نوشہ توحید" بلخی مملوکہ خانقاہ لائبریری منیر شریف، پٹنہ۔

۵۳۔ مونس القلوب (قلمی) ص ۱۵۱ مجلس پنجاہ دوم (۵۲)

عوام، سامنے سے روبرو[1] آپ کو نہیں دیکھ سکتے تھے اس لئے آپ اپنے چہرۂ مبارک کو لوگوں کی طرف نہیں رکھتے تھے اور جب آپ زمین یا کسی اور طرف اپنی نظر مبذول فرماتے تھے تو عوام و خواص آپ کو دیکھتے تھے۔ یہ ماحول تھا جس میں حضرت احمد لنگر دریا کی تعلیم و تربیت ہوئی۔

آپ نے فقہ، حدیث، فلسفہ اور منطق کے علاوہ ادبیات عربی و فارسی کی اعلیٰ تعلیم اپنے دادا حضور، حضرت شیخ حسین "نوشہ توحید" بلخیؒ سے تکمیل فرمائی۔ یہاں تک کہ فارسی زبان میں اشعار موزوں فرمانے لگے۔ اور تھوڑی مدت کے بعد فارسی زبان کے ایک اچھے شاعر ہوئے۔ آپ نے حضرت شیخ حسین "نوشہ توحید" بلخیؒ کے ادب سے خیالات و افکار کی خوشہ چینی فرمائی اور شاعری میں اپنا مقام بحیثیت صوفی شاعر استوار فرمایا، جس طرح سے آپ کے دادا حضور حضرت شیخ حسین "نوشہ توحید" بلخی نے اپنے کلام میں اخلاقی کارناموں کو نمایاں جگہ عطا فرمائی اسی طرح سے آپ نے اپنے کلام میں اخلاقی کارناموں کا نمایاں مقام استوار فرمایا۔

ردیف د

(۱) اندوہ مخور ای جان من گل تو با سامان شود

لطف خدایت در رسد درد ترا درمان شود

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں اور اس میں آپ اخلاقی تعلیم کو اپنا درس بناتے ہیں اور رضا، صبر اور قناعت کی تعلیم دیتے ہیں۔ اسی غزل کی زمین میں خواجہ حافظ شیرازی کی ایک غزل ہے اور ردیف و قافیے مختلف ہیں، جس کا مطلع یہ ہے۔

---

[1] مونس القلوب، مجلس سیوم (۳۳) ص ۱۰۱

ای دل غم دیدہ حالت بہ شود دل بد مکن

وین سرِ شوریدہ باز آید بسامان غم مخور[1]

ردیف ر

(۲) ماہمہ گندم نمایم جو فروشیم وقت کار

این چنین قلاب شخصی را تو بخشی کردگار

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں اور اس میں آپ اخلاقیات سے درس تعلیم فرماتے ہیں۔

ردیف س

(۳) ملک دنیا ترک دادن کار شاہانست بس

سرفدا کردن طریق رخ کلاہانست بس

اس غزل میں چھ اشعار ہیں، یہ غزل آپ کی فلسفیانہ غزلوں میں شامل ہے، مگر اس میں آپ عام اخلاقیات سے درس تعلیم فرماتے ہیں جس سے یہ غزل اخلاقی غزلوں میں شامل کی جا سکتی ہے، اس غزل میں آپ عام انسانی خوبیوں (HUMAN VIRTUES) پر اظہار خیال فرماتے ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ دنیا کی بادشاہی وہی آدمی ترک کر سکتا ہے جس کی نصیب میں دین کی بادشاہی ہو، اسی طرح سے وہی آدمی اپنی جان کو نثار کر سکتا ہے جو "مرد خدا" ہو۔

اس غزل میں آپ کی تعلیم یہ ہے کہ عام انسانی خوبیوں (HUMAN VIRTUES) میں یہ نمایاں خوبی ہے کہ انسان اپنی انفرادی میں ثابت قدم رہے اور ناکامی کا مقابلہ کرے، کیونکہ وہ آدمی عورت

---

[1] دیوان حافظ (چاپ تہران) ص ۱۷۲ - ادارہ تحقیقات عربی و فارسی لائبریری پٹنہ

کی صفت پر سمجھا جاتا ہے جو دنیا میں صرف اپنی مراد اور کامیابی طلب کرے اور نامرادی اور ناکامی میں ثابت قدم نہیں رہے۔

زن بود آن کو مراد خویش خواہد دایما

نامرادی پیشہ کردن کار مردانست بس

آپ یہ درس تعلیم فرماتے ہیں کہ انسان کو اپنی جان اور اپنے دل کے ضائع ہونے کا خوف نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ ایسی عادت جانوروں کی ہوتی ہے، بہادر آدمی اپنی گردن پر تلواروں کی ضرب کو بڑھ کر لیتا ہے اور خوشی سے رنج قبول کرتا ہے اور ایسی عادت شیر دل کی ہوتی ہے۔

آپ درس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنا چاہیئے اور اپنی مراد اسی سے مانگنا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی انسانوں کی مرادوں کو پورا کرتا ہے اور کوئی دوسرا نہیں۔

ردیف و

(۴) ای دوست بیا قلندری شو

فارغ ز دل و ز جان بری شو

اس غزل میں سات اشعار ہیں، آپ اس میں اپنے صوفیانہ خیالات کو اخلاقی درس بناکر پیش فرماتے ہیں۔

ایک "مرد خدا" کا صحیح تصور ایک صوفی کے نزدیک کیا ہوتا ہے؟ یہ منزل اس کی صحیح حقیقت کو پیش کرتی ہے۔ ایک صوفی کے نزدیک "مرد خدا" کی بنیادی صفت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عشق میں "مرد خدا" ایک قلندر کی صفت کا حامل ہوتا ہے، جان اور دل کے ضائع ہونے کا خوف اور غم "مرد خدا" نہیں رکھتا ہے۔

ایک صوفی کے نزدیک اس دنیا کی مثال کم عیار "نمک کے کان"

کی ہوتی ہے، ایک صوفی دنیائے کم عیار کو، جو نمک کے کان کے برابر ہے، کچھ نہیں سمجھتا ہے اور مغز یا حقیقت پر اس کی نظر ہوتی ہے اس لئے کہ وہ عاقبت کے خیر پر سختی سے نظر رکھتا ہے، اس لئے دنیا کی مثال اگر نمک کے کان کی ہے تو عاقبت کے خیر کی مثال شکر کے کان کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ "نمک کے کان" کے حرص کو چھوڑنا چاہئے، اور "شکر کے کان" کی فکر کرنی چاہئے۔

ایک صوفی کے نزدیک دنیا کی عقل و فراست کی کوئی جگہ نہیں ہے اور صوفی کے نزدیک "مردِ خدا" کی صحبت افضل ہوتی ہے اس لئے آپ یہ اخلاقی درس فرماتے ہیں کہ حضرت مخدوم مولانا مظفر شمس بلخیؒ کی سعادت مندی اور بزرگی پر ایک "مردِ خدا" کی نظر ہونی چاہئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ رہروانِ سلوکِ طریقت پر لازم ہے کہ وہ حضرت مولانا مظفر بلخیؒ کی سیرت پر غور کریں اور اپنے عمل کو آپ کی سیرت کے مطابق درست کریں۔

آپ حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کے سجادے کے چوتھے بلخی خلیفہ تھے، آپ اپنی اور عام مسلمانوں کی دینی نجات کا واحد حل حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کو سمجھتے ہیں۔ اس لئے آپ یہ اخلاقی درس فرماتے ہیں کہ طالبانِ خیر و سعادت کو زاہدِ خشک (علمائے کرام ظواہر) کی صحبت کو ترک کرنا چاہئے اور جلد سے جلد حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کی مجلس میں آپ کے ساتھ صحبت اختیار کرنا چاہئے۔

با زاہدِ خشک چند باشی
در مجلسِ شاہ منیریؒ شو

زیر بحث غزل کے خیرہ کُن اشعار یہ ہیں۔

رد باہ ہوا چو صید کردی

در بیشہ پلنگ بربری شو

از دہم ظلوم دیو بگزر

در پرتو رُدی آن پری شو

آپ فارسی زبان کے ایک اچھے شاعر تھے، اساتذۂ فارسی کے کلام کی صحت و قبح پر آپ کی گہری نظر تھی۔

رد باہ ہوا چو صید کردی ؛ در بیشہ پلنگ بربری شو

اور آپ ہی کا یہ شعر ہے۔

تر ایک ذرّہ در خود عیب دیدن

بہ از صد نوع غیبُ الغیب دیدن

آپ اپنی بنیادی تعلیم کو یہ اخلاقی درس بناتے ہیں کہ مافوق الفطرت چیزوں کو دیکھنے کی کوشش نہیں کرنا چاہیئے اور اپنے اندر کیا برائی ہے اس کو دیکھنا چاہیئے اور اس کو دور کرنا چاہیئے۔

رد باہ ہوا چو صید کردی ؛ در بیشہ پلنگ بربری شو

اس میں بھی وہی بنیادی تعلیم کو اخلاقی درس بناتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہوائی دنیا کی رد باہی یا کجی کو درست و گرفت کرنے کا خیال غلط ہے، اسی دنیا میں اپنے سرکش نفس کو تابعدار اور محکوم بنانا چاہیئے، تو یہی "مرد خدا" کی بہادری ہے۔

آپ کے صوفیانہ اخلاق ان شعروں سے اخذ کیے جا سکتے ہیں :۔

(۱) در کابنۂ عقل چند شینی ؛ بر قصر جنون منظفری شو[1]

[1] حضرت مولانا منظفر شمس بلخیؒ مرید و خلیفہ حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاریؒ۔ حضرت منظفر شمس بلخیؒ حضرت احمد لنگر دریا کے مورث اعلیٰ و جد امجد تھے۔

(۲) باز اہد خشک چند باشی ؛ در مجلس شاہ منیری شو[۱]
(۳) عالم چو تجلی حسین است[۲] ؛ احمد ہمہ عضو ناظری شو

ان تین[۳] شعروں سے آپ کا صوفیانہ مقام استوار ہوتا ہے، اور بنیادی صوفیانہ تعلیم اور اخلاق پر روشنی پڑتی ہے —— آپ فرماتے ہیں :-

(۱) عام انسانی عقل کی قدر و قیمت حضرت مولانا مظفر شمس بلخیؒ کے جنون کے قصر کے مقابلے میں کچھ نہیں ہے۔

(۲) زاہد خشک کی مصاحبت کی قدر و قیمت حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیریؒ کی صحبت کے مقابلے میں کچھ نہیں ہے۔

(۳) آپ صوفیانہ درک سے یہ مشاہدہ فرماتے ہیں کہ ساری دنیا حضرت مخدوم شیخ حسین "نوشہ توحید" بلخیؒ کی بزرگی کی تجلی سے روشنی حاصل کرتی ہے مگر کڑی شرط یہ ہے کہ عام انسانی نظر اس کو دیکھنے کی قوت اپنے جسم کے ایک ایک حصّے میں پیدا کرے۔

اور شعری محاسن پر بھی نظر پڑتی ہے۔

روباہ ہوا چو صید کردی ؛ در بیشہ پلنگ بربری شو

اس شعر میں نظر میں رکھتے ہوئے شیخ سعدی شیرازی کے اس شعر کی طرف بھی نظر جاتی ہے :

---

۱ : حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیریؒ بہار شریف خانقاہ کے بانی، پہلے فردوسی بہاری شیخ و سجادہ نشین تھے اور بلخی خلفا، و مریدوں کے محبوب پیر و مرشد تھے۔

۲ : حضرت مخدوم شیخ حسین "نوشہ توحید" بلخی رح — بہار شریف خانقاہ کے دوسرے فردوسی بلخی مرید و خلیفہ اور سجادہ نشین تھے، آپ حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ کے "دادا حضورؒ" تھے۔

ہر بیشہ گمان مبر کہ خالی است

شائد کہ پلنگ خفتہ باشد

آپ کی شاعری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے میں نے کہا ہے کہ آپ فارسی زبان کے ایک اچھے شاعر تھے، اساتذۂ فارسی کے کلاموں کی صحت و صحیح سے واقف تھے اور آپ ایرانی شاعر ملا جامی کے ہمعصر تھے، آپ کا عہد فارسی زبان و ادب کے ارتقا سے قریب کا عہد تھا اور آپ کے عہد میں ہندوستان کے مختلف خطوں اور بہار میں فارسی زبان کے اندر ہندی زبان کے الفاظ و محاورے شیر و شکر ہو رہے تھے۔ مگر آپ کے کلام کو دیکھتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے کہ فارسی زبان کے الفاظ کی ترکیب ٹھیک اسی طرح ہوئی ہے جس طرح سے اساتذۂ فارسی کے کلاموں کی ترکیب ہوئی ہے۔ آپ کی غزلیں اور مثنویاں سعدی شیرازی، خواجہ حافظ شیرازی، مولانا جلال الدین رومی، فخرالدین عراقی، امیر خسرو دہلوی، حضرت مخدوم شیخ احمد چرم پوش رح اور ملا عبدالرحمن جامی کی غزلوں اور مثنویوں کی زمین میں ہیں اور ان میں سے اکثر اساتذۂ فارسی کی غزلوں پر غزلیں آپ نے موزوں فرمائی، جس کی بحریں ردیف و قافیے قریب قریب وہی ہیں۔

۴۔ عام مضمون کی غزلیں

آپ کے کلام کا ایک گراں قدر حصہ عام خیالات کی غزلوں پر مشتمل ہے، اس حصے میں آپ کا شاعرانہ جوہر روشن ہوتا ہے اور بحیثیت فارسی زبان کے شاعر کے آپ کا مقام متعین ہوتا ہے۔

غزل اور فارسی غزل گوئی

غزل کے لغوی معنی یہ ہے "سخن با زنان است" عورتوں سے گفتگو

کرنے کو غزل کہتے ہیں، صنفِ غزل کا رواج قدیم ایرانی شاعروں کے نزدیک بحیثیت ایک صنف غزل کے نہیں تھا، مگر قدیم ایرانی شاعروں کے کلام میں غزل کے اشعار ملتے ہیں، فارسی زبان و ادب میں غزل گوئی کا فن عربی زبان و ادب سے مستعار ہے۔ پہلی صدی ہجری میں ایران پر ملک عرب کے مسلمانوں کا حملہ ہوا، جنگ قادسیہ اور جنگ نہاوند میں ایرانیوں کی شکست ہوئی اور ملک ایران پر عربیوں کا سیاسی تسلط ہوا، اس کے بعد سے ایران کی حکومت بغداد کے خلیفہ کے امراء کے زیر اثر اور زیر نگرانی منتقل ہوئی۔

عربیوں کے حملے سے اور ایرانیوں کی شکست سے ملک ایران کی ثقافت ملیامیٹ ہوگئی اور عربی ادب و ثقافت سے ایرانیوں کا تعارف کرایا گیا۔ فارسی زبان و ادب اور ادبی اصناف بھی اس سے زبردست متاثر ہوئے، فارسی ذہن کو عربی زبان و ادب کو سمجھنے اور سیکھنے کا موقع ملا، شاعری کا رواج ایرانیوں میں موجود تھا مگر اس کی کوئی متعینہ شکل و صورت ایرانی شاعری میں موجود نہیں تھی، جب ایران کی حکومت بغداد کے خلیفہ کے ماتحت ہوگئی تو ایرانیوں نے عربی زبان و ادب اور شاعری کے مختلف اصناف سے تعارف حاصل کیا، عربی زبان و ادب اور شاعری کے قواعد اور اصناف کو غور سے پڑھا اور عربی شاعری کے مختلف اصناف کے تتبع میں فارسی شاعری کو آمادہ کیا۔ عربی شاعری میں قصیدہ اور مثنوی دو اصناف زیادہ مروج تھے، عربی شاعر "قصیدہ" کے اشعار تزک و احتشام سے طویل لفظوں میں موزوں کرتے تھے، عربی شاعر قصیدہ میں بادشاہ کی مدح کرتے تھے اور اس کو بادشاہ کے سامنے سناتے تھے۔ بادشاہ ان کے قصائد کو سننے کے بعد انعام و اکرام سے نوازتا تھا اس لئے عربی شاعروں میں قصیدہ نگاری زیادہ مروج تھی۔

عربی شاعر (عہد اسلام سے پہلے یا جاہلیت کے زمانے میں) عربی حسیناؤں اور دوشیزہ لڑکیوں کو اپنا محبوب رکھتے تھے، ان کی التفات اور قربت حاصل کرنے کے لئے بھی عربی شعراء ان کے حسن وجمال کی تعریف میں طویل قصیدے موزوں کرتے تھے اور اپنی دوشیزہ معشوقاؤں میں خدمت میں جاکر سناتے تھے، ان کی محبوبائیں خوش ہوتی تھیں اور ان کی طرف اپنی التفات دیتی تھیں اور قربت بخشتی تھیں ——— اس لئے بھی عربی شاعروں میں قصیدہ نگاری مروّج تھی ——— عہد اسلام میں بھی عربی شعراء قصائد موزوں کرتے تھے اور ان قصائد میں نبی محترم حضرت رسول اکرم صلعم، برگزیدہ صحابۂ کرام اور ائمہ طاہر معصومین علیہ السلام کی مدح کرتے تھے۔

عہد اسلام سے پہلے، جاہلیت کے زمانے میں ملک عرب میں دو مشہور عربی شعراء تھے جن کا نام امراء القیس اور ابو عتاہیہ تھا۔ دونوں کی دو عربی عورتیں محبوبہ تھیں اور امراء القیس کی محبوبہ کا نام عتبہ تھا۔ ان شاعروں کے طویل قصائد عربی زبان میں ان کی محبوباؤں کی تعریف میں ہیں جو عربی ادب میں موجود ہیں۔ عہد اسلام میں بہت سے عربی شعراء و قصیدہ نگار ہوئے جن میں تین کے اسمائے گرامی مثال کے لئے پیش کئے جاسکتے ہیں۔

۱۔ حضرت حسانؓ ابن ثابت رضی اللہ عنہ ——— آپ کا ایک طویل قصیدہ حضرت رسول اکرم صلعم کی شان میں ہے، اس قصیدے میں حضرت حسان ابن ثابتؓ حضرت رسول اکرم صلعم کی مدح فرماتے ہیں۔

۲۔ عہد اسلام کا دوسرا عربی شاعر اور نامور قصیدہ نگار فرزدق تھا، فرزدق نے حضرت علی ابن ابی طالب اور حسنین علیہما السلام کی مدح اور شان میں کثرت سے قصائد طویل نظموں میں موزوں کئے، فرزدق کا ایک مشہور قصیدہ حضرت امام زین العابدین ابن حضرت امام حسین علیہ السلام کی

مدح میں ہے ، اس قصیدہ کا شانِ نزول بیان کیا جاتا ہے کہ ایام حج کے زمانے میں حضرت امام زین العابدین رض عام مسلمانوں کے ساتھ ارکان فریضۂ حج ادا فرما رہے تھے اور خلیفۂ وقت بھی حج کے لئے آیا تھا، جب اس نے حضرت امام زین العابدین کو دیکھا تو اس نے حقارت سے اپنے آدمیوں سے پوچھا کہ "من ھٰذا؟" (یہ کون ہے ؟ یہ اموی خلیفہ تھا، گمان غالب ہے کہ اس کا نام ہشام تھا، فرزدق بھی وہاں موجود تھا ، اس نے خلیفہ سے حضرت امام زین العابدین ابن امام حسین علیہ السلام کا تعارف ایک طویل قصیدہ سے کرایا ، رسول اکرم صلعم ، حضرت علی ابن ابی طالب اور ائمہ معصومین ع کے مناقب اور مدح بیان کرنے کے بعد حضرت امام زین العابدین کی مدح بیان کی اور خلیفہ کو اپنے استفسار کی وجہ سے سخت ندامت ہوئی ۔

۳۔ حضرت امام ابوصیری رحمتہ اللہ علیہ ـــــ آپ کے قصائد نعت نبی ص اور منقبت آلِ رسول صلعم پر ہیں ۔ ان قصائد میں آپ حضرت رسول اکرم صلعم کی مدح بیان فرماتے ہیں اور صحابۂ کرام ، ائمہ معصومین اور دیگر اصفیاء کے مناقب بیان فرماتے ہیں ۔

مذکورہ بالا عربی شعراء و قصیدہ نگاروں کے قصیدے عربی ادب کے گراں قدر قصیدوں میں شمار کئے جاتے ہیں ۔

قصیدہ :۔

عربی لفظ "قصد" سے نکلا ہے جس کے لغوی معنیٰ ارادہ کرنے کے ہیں ، چونکہ شعراء خاص غرض و غایت سے قصیدہ موزوں کرنے کا ارادہ کرتے تھے اس لئے عربی شاعری میں اس صنف کو "قصیدہ" کے نام سے موسوم کیا گیا ۔

عربی شاعر قصیدہ کے آغاز میں اپنے ممدوحوں اور محبوبوں کے حسن و جمال، لطائف، اداؤں اور بہادری و شجاعت اور جوانی کے زمانے کی لطافتوں کو اشعار میں موزوں کرتے تھے اس لئے ایسے اشعار کو 'تشبیب' کے اشعار کہتے تھے۔ "تشبیب" بروزن "تفعیل" ہے اور "شاب" اس کا مادّہ ہے جس کا معنی "جوانی" ہے۔

عربی شعراء قصیدوں کے آغاز میں جوانی کے زمانے کا تذکرہ کرتے تھے اس لیۓ قصیدے کے آغاز کے اشعار کو "تشبیب" کے نام سے یاد کرتے تھے۔

فارسی شاعری میں قصیدہ کا فن عربی قصیدہ سے مستعار ہے جیسا کہ میں نے کہا ہے۔ فارسی شعراء اپنے قصیدوں کے چار حصّے کرتے تھے (۱) تشبیب (۲) گریز (۳) مدح (۴) اور دُعا۔

قصیدے کے شروع میں ممدوح اور محبوب کی جوانی، ان کے حسن و جمال اور بہادری و شجاعت کا تذکرہ کرتے تھے اس لئے فارسی شعراء بھی قصیدے کے آغاز کے اشعار کو "تشبیب" کے نام سے یاد کرتے تھے۔ تشبیب کے بعد قصیدہ نگار "گریز" کرتے تھے یعنی اظہار مدّعا کے لئے حسین پیرایے میں یکایک اپنے اشعار کا رخ دوسری طرف موڑ دیتے، جس سے یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ شاعر کا یہ مدّعا ہے! اور قصیدہ نگار شاعر اپنے ممدوح کے جود و کرم سے اپنا حصّہ چاہتا ہے گریز کے بعد ممدوح کی مدح کرتے پھر دُعائیہ اشعار کہتے ہوئے اپنے قصیدے کو ختم کر دیتے تھے۔

قدیم فارسی شاعروں کے قصائد میں تشبیب کے اشعار کا ایک ضخیم حصہ تھا۔ اگر اس حصّے کو الگ کر لیا جائے تو اچھا خاصا مترنم

غزلوں کا ایک دفتر تیار ہو جائے۔

فارسی شاعری کی باضابطہ ادبی تاریخ عبد اللہ جعفر رودکی سمرقندی سے شروع ہوتی ہے، رودکی فارسی شاعری کا بابا آدم کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، اس کا زمانہ دسویں عیسوی اور تیسری صدی ہجری کا زمانہ ہے۔ ایران کی حکومت "آلِ سامان" کے خاندان کے زیر تصرف تھی۔ رودکی قریہ رودک کا رہنے والا تھا اور بعض تذکروں کے بیان کے مطابق وہ رودکی اس لئے پکارا گیا کہ ساز رود اچھی طرح سے بجاتا تھا۔ بہرحال اس نے اپنی شاعری میں اپنا تخلص رودکی رکھا۔ یہ آل سامان خاندان کے بادشاہوں کے دربار میں ملک الشعراء کے منصب پر فائز تھا، رودکی نے اپنے ایک قصیدے میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔

مرا بزرگی و نعمت ز این و آن بودی

مرا بزرگی و نعمت ز آلِ سامان بود

رودکی کی غزل گوئی مسلّم ہے۔ جیسا کہ غزنوی عہد کا ملک الشعراء عنصری اپنے ایک شعر میں دعویٰ کرتا ہے:-

غزل رودکی وار نیکو بود ⁂ غزلہای من رودکی وار نیست

دقیقی نیشاپوری نے بھی قصیدہ کی تشبیب میں غزل کے یہ اشعار موزوں کئے۔

دراافگند ای صنم ابر بہشتی ⁂ زمین را خلعت اردی بہشتی

دقیقی چار خصلت برگزیدہ است ⁂ بہ گیتی از ہمہ خوبی و زشتی

لب یاقوت رنگ و نالۂ چنگ ⁂ مئی خوش رنگ و دین زردہشتی

رودکی کی غزلوں کا یہ رنگ ہے۔

نظر چگونہ بدوزم کہ بہر دیدنِ دوست
ز خاکِ من ہمہ نرگس دمد بجای گیاہ

حافظ بھی اس رنگ کو اپنی غزل گوئی میں تاباں کرتے ہیں۔

ز حسرت لب شیرین ہنوز می بینم
کہ لالہ می دمد از خون دیدۂ فرہاد

الغرض قدیم فارسی شاعروں کے کلام میں غزل کا یہ رنگ تھا اور یہی مقام بھی تھا۔ شیخ سعدی شیرازی پہلے شاعر ہیں کہ آپ نے غزل کو قصیدوں کی تشبیب کی قید سے آزاد کیا اور غزل کو ایک صنف بنا کر پیش کیا۔ آپ کی غزل گوئی اور استادی مسلّم ہے، خواجہ حافظ شیرازی اعتراف کرتے ہیں :۔

استاد غزل سعدی است پیش ہمہ کس اما
دارد سخن حافظ طرز در دش خواجو

ایران میں تاتاریوں کا حملہ ساتویں صدی ہجری میں ہوا، اور تاتاریوں کے لگاتار حملوں سے ایران کی سرزمین سخت متاثر ہوئی۔ مغلوں اور تاتاریوں نے ایرانی مدنیت کی اینٹ سے اینٹ بجادی، آبادی کو مسمار کیا، اکھاڑ پھینکا اور جلا دیا ——— ایک مورخ نے یہ لکھا :۔

" آمدند، سوختند، کشتند، کندند و رفتند " ———

دوسرے مورخ نے یہ لکھا۔

" آمدند سوختند، کشتند، کندند و رفتند " ——— (تاتاری حملہ آور لوگ) آئے، (بستیوں کو) جلا دیا، لوگوں کو قتل کر دیا، (آبادی کو) اکھاڑ پھینکا اور چلے گئے "

تاریخ جہاں گشا کے مورخ عطا ملک جوینی لکھتے ہیں :۔

"اگر قیامت تک بھی توالد و تناسل کا سلسلہ جاری رہے تو وہ آبادی جو مقتول ہوگئی پھر نہ آئے گی۔"

ایسے وقت میں ایرانی ادب اور شاعری تباہی اور بربادی سے دوچار ہوئی۔ فارسی شاعری کی محبوب صنف قصیدہ اور اس کی شاعری کی ترقی رک دی گئی اور غمگین ایرانی شاعروں کے عواطفِ قلبی کے اظہار کا واحد ذریعہ صنفِ غزل تھی، اس لئے غزل کی رواج کا دستور عام ہوا۔

تصوف کے تجریدی خیالات جو چند رباعیوں میں بیان ہو سکے تھے،[۱] ایسے متصوفانہ خیالات کو غزل میں جگہ دی گئی اور اس زمانے تک غزل کے اشعار جو قصیدوں کی تشبیبوں کے اشعار کے مرہونِ منت تھے، وہ تشبیبوں کی تنگنائی سے نکل کر صنفِ غزل کی وسعتوں میں سما گئے۔

اس عہد کے شعراء میں شیخ سعدی شیرازی، محمود شبستری، مولانا جلال الدین رومی اور فخر الدین عراقی ہیں۔

غزل گوئی کے دوسرے دور میں خواجوئے کرمانی، سلمان

---

[۱] (۱) رابعہ فزلادی ـــــ قبیلہ فزلاد کی ایرانی خاتون تھی، پہلے ایک غلام بیکتاش پر عاشق ہوئی، فزلاد کے لوگوں نے بیکتاش کو قتل کردیا۔ اس کی جدائی میں رابعہ اپنے عواطفِ قلبی کا اظہار کرتی تھی، یہ منظوم قطعات اور رباعیات تھیں، آگے چل کر رابعہ فزلادی متصوفانہ خیالات کو رباعیوں میں منظوم کرنے لگی، یہ شاعرہ سامانی عہد میں ہوئی۔

(۲) خواجہ عبداللہ انصاری (۲) باباطاہر عریاں (۳) اور ابو سعید ابوالخیر ـــ یہ تینوں بزرگ صوفی تھے اور اپنے متصوفانہ خیالات کو رباعیوں میں بیان کرتے تھے۔

خواجہ حافظ شیرازی اور ملا عبد الرحمٰن جامی ہیں ۔

ہندوستان کے فارسی غزل نگار شاعروں میں حضرت خسرو دہلوی کا اہم مقام ہے، آپ کے ہمعصر فارسی غزل گو شاعر حسن دہلوی ہوئے، امیر خسرو دہلوی حضرت خواجہ شیخ محمد نظام الدین اولیاء کے مرید تھے، غزل گوئی میں صوبہ بہار کے صوفی شاعروں کا اہم حصہ رہا ہے، امیر خسرو دہلوی کے عہد میں حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری اور آپ کے خلیرے بھائی حضرت مخدوم شیخ احمد چرم پوش ہوئے ۔ حضرت احمد چرم پوش کا فارسی قلمی دیوان خدابخش خاں لائبریری میں موجود ہے، آپ کی شاعری محض صوفیانہ شاعری سے عبارت ہے ۔

حضرت مولانا شیخ مظفر بلخی اسی عہد میں فارسی کے ایک صوفی شاعر ہوئے آپ کا مطبوعہ اور قلمی فارسی دیوان لائبریریوں میں محفوظ کیا جا چکا ہے ۔ مگر آپ کی شاعری بھی محض صوفیانہ شاعری سے عبارت ہے ——

آپ کے بھتیجے حضرت مخدوم شیخ حسین "نوشہ توحید" بلخی ہیں، آپ کے قلمی فارسی دیوان کے متعدد نسخے پٹنہ اور اس کے مضافات میں دریافت ہوئے ہیں آپ کی شاعری صوفیانہ شاعری سے عبارت ہے اور آپ کی شاعری میں ایک معتدبہ حصہ ایسی غزلوں کا بھی شامل ہے جو عام شاعری میں داخل کیا جا سکتا ہے ۔

حضرت احمد لنگر دریا بلخی کے کلام میں چوتھا حصہ ایسی غزلوں کا ہے جو عام مضمون کی شاعری میں داخل کیا جا سکتا ہے ۔

آپ کی عام مضمون کی غزلوں کا تفصیلی بیان اس طرح سے پیش کیا جا سکتا ہے :۔

(۱) قافلہ بگزشت و کوی یار ما را منزل است

حاجیان در کعبہ رفتہ راہ ما بس مشکل است

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے عام شاعرانہ
خیالات کا اظہار بیان فرماتے رہیں۔

(۲) لعل در افشانِ تو قیمت گوہر شکست

نرگس غلطان تو رونق عبہر شکست

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے عام شاعرانہ
خیالات کو بیان فرماتے ہیں۔

ردیف د

(۳) ای ز زلفت بچیں خطر باشد

وازلبت شور در شکر باشد

اس غزل میں تین اشعار ہیں، اس میں آپ اپنے عام شاعرانہ
خیالات کو بیان فرماتے ہیں، اس غزل کی بحر اور ردیف و قافیے میں شیخ
سعدی شیرازی کی ایک غزل ہے، جس کا مطلع یہ ہے۔

شب [illegible] بلبلان سحر باشد

خفتہ از صبح بیخبر باشد[1]

(۴) بہار آمد بہار آمد گلہا بہار آمد

دلی بی دوست ہر ساعت بجانم خار خار آمد

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں، اس میں آپ اپنے عام شاعرانہ
خیالات کو آزادانہ طور پر بیان فرماتے ہیں، یہ غزل عاشقانہ ہے اور

---

[1] کلیات شیخ سعدی (چھاپ تہران) ص ۵۶۹ ۔ ادارہ تحقیقات عربی و فارسی لائبریری پٹنہ۔

موسم بہار کی لطافت و دلکشی کا ایک مرقع پیش کرتی ہے ۔ عام فارسی شاعروں کی طرح سے اس غزل میں آپ اپنے عواطفِ قلبی کا اظہار فرماتے ہیں اور شعروں کی ترکیب میں لفظوں کا انتخاب چابکدستی سے فرماتے ہیں اور آپ کی اس غزل میں ایسے لفظوں کی کثرت ہے جن کو ایک ساتھ جمع کر دینے سے موسم بہار کا منظر اور اس کی لطافت آنکھوں میں پھر جاتی ہے :۔

"گلہا بہار"، "بجانم خار"، "نسیم گل"، "نغمۂ بلبل"، "مستان ہمہ جا ہا"، "بوی یار"، "مطرب بزن"، "بیا ساقی"، "بدہ بادہ"، "یار اندر کنار"، "درسی خوشگوار" یہ الفاظ ایسے ہیں جن کی شاعرانہ ترکیب اور دروبست سے بہار کا پورا منظر آنکھوں میں رقصاں ہوتا ہے اور انسان کی طبیعت مسرور ہو جاتی ہے ۔

یہ آپ کی سب سے کامیاب غزل ہے :

اس غزل میں آپ کا مشاہدہ پُرخلوص ہے اور قوی بھی ہے ۔ مصرعوں کے دروبست اس طرح فرماتے ہیں کہ ایک مصرع دوسرے مصرع سے پیوست ہے ، پھر ہر مصرع میں صوتی حسن پیدا کرتے ہیں اور معنوی محاسن کا بھی لحاظ رکھتے ہیں ۔

بہر جانب نسیم گل بہر سو نغمۂ بلبل
شدہ مستان ہمہ جا ہا کہ اکنوں بوی یار آمد

بیا مطرب بزن دستی وغم را خاک بر سر
بیا ساقی بدہ بادہ کہ یار اندر کنار آمد

آپ کی غزل سے بہار کے موسم کی آمد کی خبر ملتی ہے ، غزل کا ہر شعر ترنم و تغزل سے پُر ہے اس لئے اس غزل کا شمار بہاریہ غزل میں ہے ۔

(۵) خواب در چشم من نمی آید
چشم تو مست خواب من آید

اس غزل میں سات اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے عام عاشقانہ خیالات کا بیان فرماتے ہیں۔

ردیف ر

(۶) ابر باران است ساقی می بیار
تا زمی شوئیم خاطر از غبار

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں، یہ نیم مسلسل غزل ہے، یعنی اس کے کچھ اشعار ایک غزل مسلسل کی خوبیاں رکھتے ہیں، اس میں آپ بہار کا ایک غیر مکمل نقشہ کھینچتے ہیں اور اس میں اپنے عام شاعرانہ و عاشقانہ خیالات کو بھی بیان فرماتے ہیں۔ پوری غزل یہ ہے:-

ابر باران است ساقی می بیار — تا زمی شوئیم خاطر از غبار
در چنیں وقتی گزینم خلوتی — با بتی زیبا رخی رعنا نگار
فارغ از ہر دو جہاں یک ساعتی — بہتر از مشغولی لیل و نہار
از غم دنیا و دین جانم بسوخت — استعاذا منک حتی ذالیسار
ہر دمی کز یاد مولیٰ بگزرد — احمد ابشمار بیرون از شمار

"تا زمی شوئیم خاطر از غبار" کی ترکیب بڑی فنکارانہ اور رواں ہے اور مطلع کا شعر مترنم اور متغزلانہ ہے اور یہ ایک کامیاب غزل ہے۔

(۷) آیا صبا گرت افتد بکوی دوست گزار
نیازمندی من عرضہ دہ بحضرت یار

ببوس خاک درش وآنکہ از جمال بود

سلام من برسان وپیام من بگزار

بگو کہ ای بُت نامہربان مہرگسل

نگار لالہ رخ و سرو قد سیم عذار

نہ ہمدمی کہ برآرد دمی مگر نالہ

نہ محرمی کہ بگویم غمت بجز دیوار

مرا زمانۂ بد مہر از تو دور افگند

زہی زمانۂ بد مہر چرخ کژ رفتار

فراق نامہ احمد کسی کہ برخواند

بآب چشم بشوید سیاہی از طومار

اس غزل میں چھ اشعار ہیں، اس میں آپ اپنے عام شاعرانہ عاشقانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں۔ یہ آپ کی دوسری غزل مسلسل ہے اور یہ نہیر مکمل ہے۔

فرماتے ہیں۔

" اے صبا اگر تیرا گزر یار کی گلی میں ہو تو نیاز مندی میری طرف سے میرے یار کے حضور میں پہونچا، اگر تیری مجال ہو تو اس کے آستانے کی مٹی کو بوسہ دے، میرا سلام پہونچا اور میرے پیام کو اس کی خدمت میں بیان کر، پھر کہہ کہ اے بے رحم، عہد شکن محبوب! لالہ کی صفت جیسے چہرے رکھنے والے، سرو کی قامت اور چاندی کے جسم رکھنے والے ــــــــ میرا نہ کوئی ساتھی ہے کہ اس سے نالہ کروں اور نہ کوئی میرا محرم دوست ہے،

سوائے دیوار کے، کہ میں اس سے تیری محبت کے درد

کہوں ——— بے رحم، بد عہد زمانے نے تجھ سے مجھے

دور کر دیا۔ کتنا بد عہد زمانہ ہے اور کیا ہی فلک کی کج رفتاری

ہے، (اس لئے) احمد کی جدائی کی روئیداد کو کوئی آدمی

پڑھتا ہے تو تحریر کی سیاہی کو آنکھوں کے آنسوؤں سے

دھوتا ہے "۔

یہ آپ کی چھوٹی غزل مسلسل ہے، جس میں آپ عام شاعروں کی

طرح سے اپنے شاعرانہ عشق و عاشقی کا بیان فرماتے ہیں۔ آپ کا

مشاہدہ پُرخلوص ہے اور تجربے میں صداقت پائی جاتی ہے۔

بگو کہ ای بت نامہربان مہر گسل

نگار لالہ رُخ و سرو قد و سیم عذار

مرا زمانۂ بد مہر از تو دور افگند

زہی زمانۂ بد مہر چرخ کج رفتار

مصرعوں کے در و بست فنکارانہ طور پر فرماتے ہیں مثلاً اس

شعر کی ترکیب اس طرح ہے۔

بگو کہ ای بُت نامہربان مہر گسل

نگار لالہ رخ و سرو قد و سیم عذار

بُت کی تعریف میں اتنی ساری تشبیہیں صرف فرماتے ہیں: ۔

"نگار لالہ رخ"، "سرو قد"، "سیم عذار" اور "نامہربان مہر گسل"

——— ان تشبیہوں سے بت کی توصیف کی صراحت ہوتی ہے۔

اس غزل کی ترکیبیں اور تشبیہیں شعری محاسن میں اضافہ

کرتی ہیں: ———

"ایا صبا"، "بگوی دوست"، "نیاز مندی حضرت یار"، "سلام من" اور "پیام من"۔

ان ترکیبوں اور تشبیہوں کی مناسب نشستیں مصرعوں کے دروبست کرتے وقت بنائی گئی ہیں اور تشبیہیں برمحل ہیں اور اس غزل میں ان کا نمایاں مقام ہے۔ غزل کے تمام شعروں میں تغزل اور غنائیت پائی جاتی ہے۔

(۸) موسم گل رسید و فصل بہار ؛ خیز تا رخ نہیم در گلزار

اس غزل میں تین اشعار ہیں اور اس میں آپ اپنے عام شاعرانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں، اس غزل میں موسم بہار کی آمد کی خبر ملتی ہے مگر بہار کی پوری تفصیل پیش نظر نہیں کرتی کیونکہ اس غزل میں صرف تین اشعار ہیں۔ تین شعروں کی تشبیہیں یہ ہیں۔

"بلبلانِ مست"، "مست رند"، اور لفظوں کی ترکیب اس طرح کی گئی ہے :۔ ——

"موسم گل"، "فصلِ بہار"، "گلزار" —— ان ترکیبوں سے بہار کا نقشہ آنکھوں میں رقصاں ہو جاتا ہے اور بہار کی طرف عام ذہن کی رہنمائی ہوتی ہے، یہ غزل مترنم اور متغزلانہ ہے۔

(۹) می روم باشد کہ بینم روی یار
ای عنایت، ہاں کہ آمد وقت کار

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں، اس میں آپ اپنے عام عاشقانہ و شاعرانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں۔

ردیف لام

(۱۰) آورد صبا پیام بلبل ای بیخبر از حقیقت گل

داری دل و دیدہ گر تو ای دوست ... در ساز تو با گلی چو بلبل
تا در نگری بچشم غیرت ... انوارِ خدا بدیں شمائل
آنرا کہ مجاز می شماری ... چون در نگری بکن تامل
خود عین حقیقت است ای دوست ... این جملہ تمثّل و تشکّل
خاموش بدم بروزگاری ... از غیب فتنہ کرد قلقل
کا ثار تجلّی است احمد ... ذرات وجود جزو ہم کل

اس غزل میں سات اشعار ہیں اور یہ غزل مسلسل ہے، اس میں آپ "حقیقت گل" کی تفسیر بیان فرماتے ہیں اور اس میں اپنے دوسرے عام شاعرانہ خیالات کو بھی بیان فرماتے ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ مظاہر کائنات جس کو ہم "مجاز" کہتے ہیں دراصل وہ "حقیقت" ہے اور غور کرنے سے کائنات کی تمام صورتیں اور شکلیں "انوارِ باری تعالیٰ کی آثار نظر آئیں گی بجا ہے وہ جزکے ذرّے میں صورت پزیر ہوں یا کل کے ذرّے میں ظہور پزیر ہوں :-

(۱۱) خندہ صبح بین و چہرہ گل ؛ چشم ساقی نگر ز مستی مل
زاہد از ابر قص می آرد ؛ صورتِ قمری ترانہ بلبل
عندلیبی ہزار نعرہ زند ؛ از صراحی چو بشنود قلقل
گشت لرزان ز زلف پر چینش ؛ نافہ مشک و دستہ سنبل
باغباں بیں کہ تا چہ افسون خواند ؛ کش بر آمد بباغہا غلغل
احمد از زلف اوست دیوانہ ؛ شد زنجیر زلف بارش گل

من ہمی گریم او ہمی خندد
گریہ ابر بین و خندہ گل

اس غزل میں سات اشعار ہیں اور اس میں آپ بہاریہ مضمون

بیان فرماتے ہیں اور اس غزل میں بہار کو مجسّم کرنے والے یہ الفاظ موجود ہیں اور پھر لفظوں سے بعض ترکیبیں بھی بنتی ہیں :۔ ——

"خندۂ صبح"، "چہرۂ گل"، "چشم ساقی"، "مستیٔ مل"، "صورت قمری"، "ترانۂ بلبل"، "عندلیبی"، "صراحی"، "قلقل" —— "زلف پر پیچش"، "نافۂ مشک"، "دستۂ سنبل"، "باغبان"، "افسون" ——

"باغ ہا ظفر"، "زلف" —— "زنجیر زلف بارش گل"، "گریۂ ابر" اور "خندۂ گل" :۔

خندۂ صبح ہیں وہ چہرۂ گل　　چشم ساقی نگہ ز مستیٔ مل

مل ہی گریم اد ہی خندد　　گریۂ ابر ہیں وخندۂ گل

ان شعروں کی ترکیب فنکارانہ طور پر ہوئی ہے :۔

"صبح" کے ساتھ "خندہ" لفظ کی ترکیب برمحل ہے اور شاعری میں روا ہے۔ اسی طرح سے "چہرہ" کے ساتھ "گل" کی ترکیب درست ہے اور شاعری میں جائز ہے، آپ کے ایسا کرنے سے مصرع میں روانی اور شعریت آگئی ہے۔ اسی طرح سے "چشم ساقی" کی کیفیت "مستیٔ مل" سے بیان کی گئی ہے۔ اور ایسا کرنے سے مصرع بہت زیادہ فصیح ہو گیا ہے اور شعر میں شعریت آگئی ہے اور اسی طرح سے اس شعر کی ترکیب بھی درست ہے۔

مل ہی گریم اد ہی خندد :. گریۂ ابر ہیں وخندۂ گل

"گریۂ خویش" (شاعر) کا مقابلہ "گریۂ ابر" سے فرماتے ہیں اور "خندۂ دوست" کا مقابلہ "خندۂ گل" سے فرماتے ہیں ——

یہ ترکیب فصیح ہے اور شاعری کے محاسن میں اس کا شمار ہے، عام عشاق کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اکثر وہ محروم دیدار ہوتے ہیں؛

اس لئے وہ گریہ (رونا) کرتے ہیں، محبوب سفاک اور شوخ ہوتے ہیں، دلبری اُن کی خو ہوتی ہے اور پھول کی طرح سے خندہ ہوتے ہیں۔ آپ بھی شاعر کی حیثیت سے "گریہ کناں ہیں" اس لئے اپنے "گریہ" کا مقابلہ "گریہ ابر" سے فرماتے ہیں اور اپنے محبوب کے "خندہ" کا مقابلہ "خندہ گل" سے فرماتے ہیں ـــــ عام شاعر کا یہ مشاہدہ ہوتا ہے کہ اگر شاعر روتا ہے تو اس کے ساتھ سارا عالم روتا ہے اور اگر شاعر کا محبوب ہنستا ہے تو اس کے ساتھ چمنستان کے سارے پھول ہنستے ہیں، ان شعروں میں تغزل اور شعریت دونوں پائی جاتی ہے، مجموعی حیثیت سے یہ ایک کامیاب غزل ہے اور بہاریہ غزلوں میں اس کا مقام نمایاں ہے۔

ردیف ن

(۱۲) بہار آمد دلا بر جوش اکنوں

بروی گل بیا می نوش اکنون

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں اور اس غزل میں بہار کی آمد کا خبر ملتی ہے اور اس میں آپ اپنے عام عاشقانہ و شاعرانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں، یہ پوری غزل مترنم ہے۔

بہار آمد دلا بر جوش اکنوں ؛ بروی گل بیا می نوش اکنون
جہاں فردوس اعلیٰ گشت بنگر ؛ جمالِ یار بی روپوش اکنوں
زباد صبحدم دل چاک غنچہ ؛ ببوی گل جہاں مدہوش اکنوں
حکیم از عقل می لافید یک چند ؛ بغیر از بادہ شد مدہوش اکنوں
ہوای وصل آمد احمد اختر ؛ بوصل یار خودی کوش اکنوں

اس غزل میں شعری محاسن کا اجتماع دلوں کو مسحور کرتا ہے۔

"دلا بر جوش"، "بروی گل بیا می نوش"، "جمالِ یار بی روپوش"

"جہان فردوس"، "ہوای وصل" اور "وصل یار" ——— ردیف "اکنون"

اس غزل کو "بہاریہ" کر کے چھوڑتی ہے اور قافیوں کی تکرار شعروں میں صوتی

حسن لاتی ہے۔ مقطع یہ ہے۔

ہوای وصل آمد احمد اخیز :: بوصل یار خودمی کوش اکنون

مصرعوں میں "ہوای وصل آمد" اور "بوصل یار خودمی کوش"

کی ترکیبیں برجستہ اور پختہ ہیں، یہ صوری و معنوی محاسن کو ایک دوسرے

ساتھ پیش نظر کرتی ہیں، مقطع میں شعریت اور تغزل بھی پایا جاتا ہے،

مجموعی حیثیت سے یہ ایک کامیاب غزل ہے اور بہاریہ غزل میں اس کا

شمار ہوتا ہے۔

(۱۳) ساقی بدہ آن شراب مستان :: بی خویش بکن مرا ز خویشان

یک جرعۂ مئی بکام من ریز :: این خرقۂ زرق را تو بستان

تا چند بزہد خشک و تزویر :: وقتست کنوں کہ من و رندان

با مطرب و ہم شراب و شاہد :: ہر یک بہمیں غزل نوازان

مقصود وجود عشق آمد :: دیگر ہمہ کار بیوزن دان

یہ غزل پوری ہے اور بہاریہ غزل ہے، اس میں پانچ اشعار

ہیں اور اس میں آپ بہاریہ مضمون کو عاشقانہ طور پر بیان فرماتے ہیں۔

اساتذۂ فارسی "مئی و معشوق" کے استعمال کو شاعری میں

جائز قرار دیتے ہیں تاکہ مضمون کی خشکی دور ہو اور انبساط ذہنی کا سامان

میسر آئے، حضرت احمد "لنگر دریا" اس گر کو جانتے تھے، آپ

فرماتے ہیں:۔

یک جرعۂ مئی بکام من ریز :: این خرقۂ رزق را تو بستان

خواجہ حافظ شیرازی ایک غزل کے مطلع میں کہتے ہیں:۔

دمی باغم بسر بردن جہاں یکسر نمی ارزد
بمی بفروش دلق ما کزیں بہتر نمی ارزد

آپ فرماتے ہیں:

"اس رنگین گدڑی کو لے جاؤ اور شراب کی ایک
گھونٹ میرے حلق میں چوا دو"

حافظ کہتے ہیں۔

"ایک پل غم کے ساتھ بسر کرنے کی قیمت دنیا (بھی)
نہیں ہوتی ہے، شراب کے عوض میں ہماری گدڑی کو بیچ
دو کیونکہ یہ اس سے بہتر قیمت کی نہیں ہے"

دونوں مذکورہ شعروں سے ایک فکر کی رہنمائی ہوتی ہے، زہد کی تلخی
سے بد دلی اور بدگمانی اور شراب کی سرشاری سے فرحت کا اظہار!

دونوں شعروں میں شعریت پائی جاتی ہے فرق صرف بیان کے
اسلوب کا ہے! زیر بحث غزل کا ایک شعر ہے:-

تا چند زہد خشک و تزویر — وقت است کنوں کہ من و رندان

خواجہ حافظ شیرازی کی ایک دوسری غزل کا شعر ہے:-

بیا کہ رونق این کارخانہ کم نشود
بزہد ہمچو توئی یا بفسق ہمچو منی

حافظ زہد کی فسردگی سے بد دل ہوتے ہیں اور اپنے گناہ کا اقرار
بھی کرتے ہیں، مگر ایسے وقت میں وہ "مَی و معشوق" کی صحبت خوشگوار
سمجھتے ہیں اور زہد و زاہد کی صحبت گوارہ نہیں کرتے۔

حضرت احمد لنگر دریا فرماتے ہیں:-

"کب تک خشک زہد کی صحبت اور تزویر کی زندگی کا

لحاظ کیا جائے، وقت آگیا ہے کہ اب میں (بھی) رندوں کے ساتھ صحبت اختیار کروں۔"

ان شعروں میں زہد کی تلخی اور خشکی کو "شراب و رند" کی آبیاری اور فرحت سے دور کی گئی ہے اور شراب نوشی اور رند پرستی کی تعلیم نہیں دی گئی ہے۔ شاعری میں ہم ایسا کر سکتے ہیں، انبساطِ ذہنی کے حصول کے لیے یا ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف اپنی فکر کو منتقل کرنے کے لئے شعری تمثیلوں کا استعمال کر سکتے ہیں، اساتذہ فارسی اس روش پر چلنے کے خوگر تھے، حضرت احمد لنگر دریا بھی اس فن کو اچھی طرح سے جانتے تھے۔ مجموعی حیثیت سے یہ آپ کی کامیاب غزل ہے۔ زبان و اسلوب رواں اور آسان ہے اور غزل کے تمام شعروں میں تغزل اور شعریت پائی جاتی ہے۔

ان غزلوں میں اپنے عہد کے مروّج صوفیانہ خیالات کو آسان اور شیریں فارسی زبان میں بیان فرماتے ہیں۔ شمار اور تفصیل حسب ذیل ہے۔

ردیف (الف)

(۱) فرامش کردۂ یکبار یارا   دلت را سنگ خوانم یا کہ خارا

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں اور اس میں صوفیانہ و عاشقانہ خیالات آپ بیان فرماتے ہیں۔

(۲) مدام عشق ما را نوش بادا   ہمیشہ عقل ما مدہوش بادا

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں اور اس میں آپ صوفیانہ و عاشقانہ کوائف کو منظوم فرماتے ہیں۔

ردیف (ت)

(۳) آتش عشق تو ناگہ بر فروخت   رطب و یابس ہر چہ ما را بود سوخت

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں، اس میں صوفیانہ خیالات کو قدرے وارفتگی و شیفتگی سے آپ بیان فرماتے ہیں اور یہ غزل صوفیانہ خیالات کے اظہار و بیان کی حیثیت سے ایک کامیاب غزل ہے۔

(۴) آفت ایمان من زلف چلیپای تست

راحت چشمان من شکل تماشای تست

اس غزل میں پانچ اشعار ہیں، اس میں آپ صوفیانہ مضمون کو بیان فرماتے ہیں ــــــ مطلع میں "زلف چلیپای تست" کی تشبیہ و ترکیب آنکھوں کو خیرہ کرتی ہے اور عام طور پر اس غزل کے دوسرے اشعار بھی جاذب نظر ہیں، اسی غزل کا یہ شعر ہے۔

شاہد این عصر کیست حسن جہانگیر تو

فتنۂ این دہر چیست نرگس رعنای تست

کے

فارسی (قلمی) دیوان کا ایرانی اور ہندوستانی

فارسی شاعروں کے کلام سے تقابلی

اور تنقیدی جائزہ

(حصہ دوم)

حضرت مخدوم شیخ احمد لنگر دریا بلخیؒ نے ایسی والہانہ اور مستانہ غزلیں موزوں فرمائی ہیں جو اساتذۂ فارسی کی غزلوں کے مقابلے میں رکھی جاسکتی ہیں۔ آپ کی اکثر غزلیں خواجہ حافظ شیرازی کی زمین میں ہیں، آپ کے دیوان میں ایسی غزلیں ملتی ہیں جن کے تار و پود شیخ سعدی شیرازی کی غزلوں سے مستعار ہیں، آپ کے دیوان میں ایسی غزلیں بھی ملتی ہیں جن کو آپ نے مولانا عبد الرحمٰن، ملا جامی کی غزلوں کی بحر میں موزوں فرمائی، اور آپ کے دیوان میں صوفیانہ و عاشقانہ غزلیں کئی ہیں جن کو آپ نے فارسی شاعری کے صوفی شعراء، فخر الدین عراقی، امیر خسرو دہلوی اور حضرت مخدوم شیخ احمد چرم پوشؒ کی صوفیانہ غزلوں کی بحر اور افکار و رنگ میں بعینہٖ و بجنسہٖ موزوں فرمائی۔

آپ کے فارسی (قلمی) دیوان میں ایک عارفانہ مثنوی ہے، اس مثنوی کے افکار و خیال حضرت مولانا جلال الدین رومی کی ایک مثنوی سے مستعار ہے۔

غزلیں: در ردیف ت

حضرت احمد لنگر دریاؒ

ہر آن نفس کہ نہ با دوست می زنم باد است
خنک دلی کہ بدیدار دوستان شاد است

من آن نیم کہ بہ سختی ز یار بر گردم
کہ ترک صحبت شیرین نہ کار فرہاد است

ز بند خلق زیادہ ہمی شود سوزم
کہ نزد آتش ما پند دوستان باد است

کسیکه عیب هوائی کند که در سر ماست
مگر هوائی کسی در سرش نیفتاداست
مگر تو حور بهشتی بدین لطافت و حسن
که این جمال نه در خور آدمی زاد است
تو سست عهدیٔ آن یار بیوفا بنگر
که جان زما ستد و دل بدیگری داد است
دریغ جان گرامی که می رود احمد
بنای عمر به بین سخت سست بنیاد است

حافظ شیرازی

بیا که قصر امل سخت سست بنیاد است
بیار باده که بنیاد عمر برباد است
غلام همت آنم که زیر چرخ کبود
ز هرچه رنگ تعلق پذیرد آزاد است
چگویمت که بمیخانه دوش مست خراب
سروش عالم غیبم چه مژدها داد است
که ای بلند نظر شاهباز سدره نشین
نشیمن تو نه این کنج محنت آباد است
ترا ز کنگرهٔ عرش می زنند صفیر
ندانمت که درین دامگه چه افتاد است
نصیحتی کنمت یاد گیر و در عمل آر
که این حدیث ز پیر طریقتم یاد است

غم جہان مخور و پند من مبر از یاد
کہ این لطیفۂ عشقم ز رہروی یاداست
رضا بداده بده وز جبین گره بکشای
کہ بر من و تو در اختیار نکشادست
مجو درستیٔ عہد از جہان سست نہاد
کہ این عجوزه عروس ہزار داماداست
نشان عہد وفا نیست در تبسم گل
بنال بلبل بیدل کہ جای فریاداست
حسد چہ می بری ای سست نظم بر حافظ
قبول خاطر و لطف سخن خداداداست[1]

دیوان حافظ (چاپ تہران) میں مذکورہ بالا غزل کے گیارہ اشعار ہیں اور حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ کے قلمی فارسی دیوان میں سات اشعار مندرج ہیں۔

آپ نے اپنی غزل کو حافظ کی زمین میں موزوں فرمائی۔ حافظ کی غزل بڑی مترنم ہے جس میں وہ اپنے عاشقانہ و شاعرانہ خیالات کو فلسفیانہ طور پر بیان کرتے ہیں، حافظ کی غزلگوئی کا میدان مافوق للارض اشیاء پر مبنی ہے، یعنی حافظ اپنی شاعری میں عام طور پر ارضی کوائف اور تجربات کو نہیں پیش کرتے ہیں جیسے کہ سعدی شیرازی، بلکہ حافظ آفاقی کوائف اور تجربات کو فلسفیانہ طور پر منظوم کرتے ہیں اور یہی شکل اس غزل کو بھی درپیش ہے، برعکس اس کے حضرت احمد

---

[1] دیوان حافظ (چاپ تہران) ص ۲۷۔ ادارہ تحقیقات عربی و فارسی لائبریری، پٹنہ ۶

لنگر دریا کی شاعری ہے، آپ کی شاعری کی بنیاد صوفیانہ کوائف پر مبنی ہے فلسفیانہ غزلیں بھی آپ کی ہیں مگر وہ بالخصوص آپ کے صوفیانہ خیالات پر مرکوز ہیں اور دینی اور اخلاقی احکام کو فلسفہ بنا کر پیش کرتی ہیں۔

حضرت احمد لنگر دریا کی زیر بحث غزل بھی آپ کے عاشقانہ خیالات کا ایک فلسفیانہ بیان پیش کرتی ہے۔ اس کے بعض اشعار میں آپ حافظ کے فلسفے کو قبول فرماتے ہیں جیسا کہ آپ کے مقطع سے ظاہر ہوتا ہے۔

دریغ جان گرامی کہ می رود احمد
بنای عمر بہ بین سخت سست بنیاد است

اور حافظ کا یہ مقطع ہے:

بیا کہ قصر امل سخت سست بنیاد است
بیار بادہ کہ بنیاد عمر بر باد است

حافظ شیرازی عمر کی ناپائیداری کا فلسفہ تجویز کرتے ہیں اور حضرت احمد لنگر دریا حافظ کے فلسفے کی تائید فرماتے ہیں۔ کہ عمر کی بنیاد سخت کمزور ہے!

حافظ کا دوسرا شعر ہے:۔

غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود
ز ہر چہ رنگ تعلق پذیرد آزاد است

اور آپ اس طرح سے فرماتے ہیں:۔

من آن نیم کہ بہ سختی ز یار بر گردم
کہ ترک صحبت شیرین نہ کار فرہاد است

دونوں شعروں میں [illegible] کا فلسفہ [illegible] ہے

مگر حافظ آفاقی ہمت کے فلسفے میں بہت زیادہ آفاقی تصور رکھتے ہیں۔ ایسی ہمت کا مالک اس دنیا میں ظاہر ہو سکتا ہے، اور دنیا بالکل خالی نہیں ہے اور یہی درس حافظ کا یہ شعر فلسفہ بنا کر پیش بھی کرتا ہے، مگر حضرت احمد لنگر دریا کا شعر اس آفاقی ہمت کے درس کو فلسفہ بنا کر پیش کرتا ہے جس آفاقی ہمت اور صفت کے لوگ دنیا میں کبھی پائے جاتے تھے جیسے فرہاد، اس نے شیریں سے محبت کی تھی اور اس کی خوشی کے لئے پتھر کے چٹانوں کو تراش کر نہر بنایا تھا، فرہاد بھی ایک ایسی ہمت کا مالک تھا جس ہمت کو آفاقی ہمت کے خانے میں جگہ دی جا سکتی ہے۔

حضرت احمد لنگر دریا اور حافظ شیرازی کے فلسفیانہ خیالات میں یہ تطابق اور یہ تفاوت ہے۔ دونوں شعروں میں شعریت کی روح لطیف رواں دواں ہے اور تغزل و ترنم کا لطف بھی موجود ہے۔

حافظ شیرازی کہتے ہیں:۔

نشان عہد و وفا نیست در تبسم گل
بنال بلبل بیدل کہ جای فریاد است

آپ فرماتے ہیں:۔

تو شست عہدی آن یار بیوفا بنگر
کہ جان زما ستد و دل بدیگری داد است

حافظ پھول کی خوب صورتی کے قائل ہیں مگر پھول کے عہد و وفا کے قائل نہیں ہیں۔ آپ کہتے ہیں:۔ پھول جیسے چہرے رکھنے والے خوبرو کی مسکراہٹ میں عہد و پیمان یا وفا کا نام نہیں ہے۔ بلبل پھول کا عاشق ہوتا ہے، پھول کے رخصت ہو جانے پر فریاد کرتا ہے اس شعر میں تغزل اور شعریت پائی جاتی ہے۔

حضرت احمد لنگر دریا حافظ کے فلسفے کو قبول فرماتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ محبوب جو خاص ہوتا ہے، اس کے عہد و پیمان کمزور ہوتے ہیں، محبوب شاعر کے دل کو اپنی الفت میں مقہور کرتا ہے مگر اپنا دل وہ کسی دوسرے کی الفت میں صید کرتا ہے، یہ عشق و عاشقی کا عام تجربہ ہے جس کو آپ شاعرانہ طور پر بیان فرماتے ہیں، مجموعی حیثیت سے آپ کی غزل خواجہ حافظ کے رنگ میں کامیاب ہے اور شعریت و تغزل سے پُر ہے۔

ردیف د

حضرت احمد لنگر دریا	خواجہ حافظ شیرازی
آنکس کہ بکام جام دارد	آنکس کہ بدست جام دارد
اسباب خوشی مدام دارد	سلطانی جم مدام دارد
آزاد دلی ز ننگ و از نام	آبی کہ خضر حیات ازو یافت
سلطان جہان غلام دارد	در میکدہ جو کہ جام دارد
ہر دل کہ ہوای او گزیند	سر رشتۂ جان بجام بگزار
نی ننگ کسی نہ نام دارد	کاین رشتہ ازو نظام دارد
در شوخی و دلبری و مستی	ما و مئی و زاہدان و تقوی
چشمش ہنری تمام دارد	تا یار سر کدام دارد
مردہ بخدا کہ زندہ گردد	بیرون ز لب تو ساقیا نیست
عیسیٰ صفت او کلام دارد	در دور کسی کہ کام دارد
	نرگس ہمہ شیوہائی مستی
	از چشم خوشت بوام دارد

ذکرِ رخ و زلف تو دلم را
دردیست کہ صبح و شام دارد
بر سینۂ ریش دردمندان
لعلت نمکی تمام دارد
در چاہِ ذقن چو حافظ ای جان
حُسن تو دو صد غلام دارد[1]

دیوان حافظ (چاپ تہران) میں مذکورہ بالا غزل کے ۹ اشعار ہیں اور دیوان احمد لنگر دریا (قلمی) میں مذکورہ بالا غزل کے ۵ پانچ اشعار ہیں۔

آپ نے خواجہ حافظ شیرازی کی شاعری سے خیال و فکر کی خوشہ چینی فرمائی ہے اور حافظ کی غزل کی زمین میں اس غزل کو موزوں فرمائی ہے، حافظ شیرازی کا مطلع یہ ہے:-

آنکس کہ بدست جام دارد ❊ سلطانی جم مدام دارد

اور آپ کی غزل کا یہ مطلع ہے:-

آنکس کہ بکام جام دارد ❊ اسباب خوشی مدام دارد

آپ کے شعروں کی ترکیب میں حافظ کے شعروں کی تقلید کا اثر نمایاں ہے۔ اور آپ کے مصرعوں میں ایک یا دو لفظ کی تبدیلی ہوئی ہے:-

آنکس کہ بدست جام دارد ــــــ حافظ
آنکس کہ بکام جام دارد ــــــ حضرت احمد لنگر دریا

مؤخر الذکر مصرعہ میں ایک لفظ کی تبدیلی ہوئی ہے۔ حافظ کی

---

[1]: دیوان حافظ (چاپ تہران) ص ۸۰۔ ادارہ تحقیقات عربی و فارسی لائبریری، پٹنہ

ترکیب میں "بدست جام دارد" ہے اور آپ کی ترکیب میں "بکام جام دارد" ہے، اگر "بدست" یا "بکام" لفظوں میں سے کسی ایک لفظ پر اتفاق کر لیا جائے۔ تو دونوں مصرعے ایک ہی شاعر کے معلوم ہوں گے۔

——— اسی طرح سے یہ مصرعے بھی ہیں:۔

سلطانی جم مدام دارد ——— حافظ

اسباب خوشی مدام دارد ——— حضرت احمد لنگر دریا

دونوں مصرعوں میں دو لفظوں کی تبدیلی ہوئی ہے۔ دونوں شعروں میں فکر و خیال کی یکسوئی بھی اسی طرح سے نمایاں ہے:۔

حافظ کہتے ہیں: جو آدمی ہاتھ میں جام رکھتا ہے، جمشید کی بادشاہی کی ضمانت اس کے لئے ہمیشہ حاصل ہوتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں:۔

جو آدمی جام کو طلب کرتا ہے، اس کے لئے خوشی کے تمام وسائل ہمیشہ جمع رہتے ہیں ——— فکر کی وحدت دونوں مطلعوں میں موجود ہے اور خواجہ حافظ کے مطلع کی طرح آپ کے مطلع میں بھی شعریت اور تغزل پایا جاتا ہے۔

عاشقانہ و شاعرانہ خیالات کا اظہار آپ اسی طرح سے فرماتے ہیں جس طرح سے خواجہ حافظ شیرازی نے کیا ہے:۔

نرگس ہمہ شیوہای مستی ——— از چشم خوشت بوام دارد

ذکر رخ و زلف تو دلم را ——— وردیست کہ صبح و شام دارد

آپ فرماتے ہیں:۔

ہر دل کہ ہوای او گزیند ——— فی ننگ کسی نہ نام دارد

در شوخی و دلبری و مستی ——— چشمش ہنری تمام دارد

محبوب کے سراپا کی تعریف حافظ کرتے ہیں اور اس کے چشم کی توصیف بیان کرتے ہیں، حافظ محبوب کے رخ و زلف کے ذکر سے اپنی شاعری کو آبدار بناتے ہیں، آپ بھی اپنی محبت کا ذکر فرماتے ہیں اور اپنی شاعری کو جاندار بناتے ہیں۔ آپ بھی حافظ کی طرح سے محبوب کی دلبری و شوخی اور شوخی اور مستی کی تعریف بیان فرماتے ہیں۔۔ مجموعی حیثیت سے آپ کی غزل ایک کامیاب عاشقانہ غزل ہے اور تمام شعروں میں شعریت، تغزل اور ترنم اسی طرح پائی جاتی ہے جس طرح سے حافظ کی غزل میں پائی جاتی ہے۔

(۲) آپ کی دوسری مترنم غزل ہے جو حافظ شیرازی کی زمین میں ہے۔

گر شاہدان ز پردۂ رخ خویش وا کنند
صد فتنہا بجان من بی نوا کنند

گر مطربان ز پردۂ عشاق چنگ را
سازی نہند بر دل ما خود چہا کنند

ترکان جنگجوی دو چشمت بصلح باز
آیا بود کہ با من مسکین صفا کنند

یا بد شفا ز درد فراق تو جانِ من
گر شربتی ز شکر لعل شما کنند

زہاد طاق ابروی خوبان چو بنگرند
نیَ طرفہ گر نماز خود، از سر قضا کنند

یارب چہ سحر ہاست در آن جادوان شوخ
کز غمزہ جان مردم از تن جدا کنند

در موسم بہار خوش است بادہا ولیک
خوش آن کسان کہ قصد چنین بادہا کنند

خواجہ حافظ شیرازی

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمی بما کنند
دردم نہفتہ ز طبیبان مدعی
باشد کہ از خزانۂ غیبم دوا کنند
معشوق چون نقاب ز رخ در نمی کشد
ہر کس حکایتی بتصوّر چرا کنند
چون حسن عاقبت نہ برندی و زاہدیست
آن بہ کہ کار خود بعنایت رہا کنند
بی معرفت مباش کہ در من یزید عشق
اہلِ نظر معاملہ با آشنا کنند
حالی درون پردہ بسی فتنہ می رود
تا آن زمان کہ پردہ برافتد چہا کنند
گر سنگ ازین حدیث بنالد عجب مدار
صاحبدلان حکایت دل خوش ادا کنند
می خور کہ صد گناہ ز اغیار در حجاب
بہتر ز طاعتی کہ بروی و ریا کنند
پیراہنی کہ آید ازو بوی یوسفم
ترسم برادران غیورش قبا کنند

بگذر بکوی میکدہ تا زمرۂ حضور

اوقات خود زبہر تو صرف دعا کنند

پنہان زحاسدان بخودم خوان کہ منعمان

خیر نہان برای رضای خدا کنند

حافظ دوام وصل میسّر نمی شود

شاہان کم التفات بحال گدا کنند[۱]

آپ کے فارسی (قلمی) دیوان میں غزل کے سات اشعار مندرجہ بالا ہیں، اور خواجہ حافظ شیرازی کی غزل میں بارہ اشعار ہیں، جو مندرجہ بالا لکھے گئے ہیں۔

حافظ کی یہ غزل بہت مشہور ہے اور مترنم غزلوں میں اس کا شمار ہے، حافظ اپنے عاشقانہ خیالات کو فلسفیانہ طور پر بیان کرتے ہیں اور اس غزل سے عشق و عاشقی کے تجربات کا اظہار ہوتا ہے۔ حضرت احمد لنگر دریا کی غزل بھی حافظ کی زمین میں ہے۔ اور مترنم ہے۔ آپ کی غزل عاشقانہ و شاعرانہ خیالات کو پیش کرتی ہے، آپ کوئی ادق خیال و فکر کو منظوم نہیں فرماتے، یہ صحیح ہے کہ آپ کی غزل کے تار و پود خواجہ حافظ سے مستعار ہیں مگر آپ اپنی غزل میں حافظ کی طرح سے کوئی فلسفہ پیش نہیں فرماتے ہیں بلکہ شاعرانہ عشق و عاشقی کا بیان پوری صداقت سے منظوم فرماتے ہیں، آپ کا مطلع ہے۔

گر شاہدانِ زپردۂ رخ خویش وا کنند

صد فتنہا بجانِ من بی نوا کنند

---

[۱] دیوانِ حافظ (چاپ تہران) ص ۱۲۳ — ادارۂ تحقیقات عربی و فارسی لائبریری، پٹنہ

حافظ کا مطلع یہ ہے۔

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند

آیا بود کہ گوشۂ چشمی بما کنند

حافظ کا مطلع خیالات و افکار کے تمام دروازے بالغ ذہن کے لئے کھول دیتا ہے، اور ذہن کی پرواز بہت دور جاتی ہے، زمین و آسمان کی تمام چھوٹی اور بڑی چیزوں کو چھوتی ہے اور عشق و عاشقی کے میدان میں بھی اس مطلع کا پورا گزر ہے۔

حافظ کہتے ہیں، "ہم ان محبوبوں، اور دوستوں کا تذکرہ کرتے ہیں جو اپنی نظر سے خاک کو کیمیا کرتے ہیں، ایسا کبھی ہوتا کہ ان کا گوشۂ چشم ہماری طرف متوجہ ہوتا۔" اس شعر میں شعریت اور تغزل پورا پورا پایا جاتا ہے ——

یہ حقیقت ہے کہ حافظ مصرعوں کے در و بست کے اصلی جوہر جانتے تھے، ان کے شعروں میں وہی مصرعے اپنی نشست لیتے ہیں جو اپنا بدل نہیں رکھتے، پھر مصرعوں کے لفظوں کی ترکیب میں حافظ پوری فراست سے کام لیتے ہیں، ان کے مصرعے سے کوئی لفظ نکال کر دوسرا لفظ رکھا جائے تو مصرعہ کی قیمت جاتی رہے ——

حضرت احمد لنگر دریا کا مطلع عشق و عاشقی کا بیان پیش کرتا ہے اور آپ اپنے شاعرانہ و عاشقانہ خیالات کو پوری صلاحیت سے بیان فرماتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں: "اگر محبوب اپنے چہرے سے نقاب ہٹائیں تو سینکڑوں فتنے اس جان غریب پہ برپا کر دیں ——

آپ کا یہ مطلع پیش نظر کیا گیا ہے کہ اور مطلع ہی سے اپنے عاشقانہ و شاعرانہ خیالات کو بیان فرماتے ہیں یہاں تک کہ غزل پوری ہوتی ہے اور آپ اس غزل میں کوئی ادق فلسفیانہ نکتہ بیان نہیں کرتے۔

یارب چہ سحر ہاست درآن جادوان بشوخ
کز غمزہ جان مردم از تن جدا کنند

در موسم بہار خوش است بادہا ولیک
خوش آن کسان کہ قصد چنیں بادہا کنند

ان شعروں میں فقط عشق و عاشقی کا اظہار شاعرانہ طور پر ہوا ہے اور خیال و فکر کے اعتبار سے اس کے اشعار پراگندہ اور منتشر نہیں ہیں، ایک عشق و عاشقی کا تذکرہ ہے جو ہر شعر میں نت نئے رنگ سے سمویا ہوا ہے، اور شعر کے پڑھنے سے تغزل و ترنم دونوں حاصل ہوتا ہے ـــــ اس شعر کی اثریت بہار کی غزل گوئی میں ہمیشہ تابندہ اور درخشاں رہے گی۔

در موسم بہار خوش است بادہا ولیک
خوش آن کسان کہ قصد چنیں بادہا کنند

یہ شعر حاصل غزل ہے، اسی جیسے شعر کو اچھی غزلوں کے شعر ہونے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ شعریت کی آنچ کتنی پُر تاثیر اور زود اثر ہے۔

آپ فرماتے ہیں: "موسم بہار میں تیز ہوائیں بھی طبیعت کو خوشگوار ہوتی ہیں (مگر) خوش (اطوار) لوگ تو وہی ہیں جو ان ہواؤں کی قدر کریں اور ان کے مطابق (کسی کام کا) قصد کریں۔"

خواجہ حافظ کی غزل کا تو ادبیات فارسی میں کوئی ثانی نہیں مگر حافظ غزلوں میں عشق و عاشقی کے اظہار بیان کے علاوہ دیگر کوائف، مطالب تفلسف اور مافوق الفطرت اشیاء کا بیان بھی کرتے ہیں اور پوری استادی سے شاعری کا حق ادا کرتے ہیں اسی لئے ان کے خیالات و افکار پیچیدہ اور منتشر ہوتے ہیں۔

حافظ :-

بی معرفت مباش که در من یزید عشق

اہل نظر معاملہ با آشنا کنند

پیراہنی کہ آید ازو بوی یوسفم

ترسم برادران غیورش قبا کنند

حضرت احمد لنگر دریا کی غزل کا مقابلہ حافظ کی غزل سے پیش نظر کیا گیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ فارسی شاعری میں مہارت رکھتے تھے اور اساتذۂ فارسی کی غزلوں کی زمین میں غزلیں موزوں زمانے کے گر جانتے تھے۔

شیخ سعدی شیرازی

شورش بلبلان سحر باشد	خفتہ از صبح بے خبر باشد
تیر باران عشق خوبان را	دل شوریدگان سپر باشد
عاشقان کشتگان معشوقند	ہر کہ زندہ است در خطر باشد
ہمہ عالم جمال طلعت اوست	تا کرا چشم این نظر باشد
کس ندانم کہ دل بدو ندہد	مگر آنکس کہ بی بصر باشد
آدمی را کہ خار کی در پای	نرود طرفہ جانور باشد
گو ترشروی باش و تلخ سخن	زہر شیرین لبان شکر باشد
عاقلان از بلا بپرہیزند	مذہب عاشقان دگر باشد

پای رفتن نماند سعدی را

مرغ عاشق بریدہ پر باشد[1]

---

[1] کلیات شیخ سعدی (چاپ تہران) ص ۵۶۹ – (ادارۂ تحقیقات عربی و فارسی لائبریری، پٹنہ

آپ کے فارسی (قلمی) دیوان میں شیخ سعدی شیرازی کی زمین میں یہ غزل ہے :-

ای ز زلفت خطر باشد | وز لبت شور در شکر باشد
تیر باران خوبرویان را | دل شوریدگان سپر باشد
ای چنین زلف و عارض و غمزہ | عاشق للہ کو بر بشر باشد

شیخ سعدی شیرازی کی غزل میں نو (۹) اشعار ہیں اور آپ کی غزل میں تین (۳) اشعار ہیں۔

خواجہ حافظ شیرازی کی غزلوں کی زمین میں جس مہارت سے آپ نے اپنی شاعری کو پیش فرمائی، اسی مہارت سے آپ نے سعدی شیرازی کی غزلوں کی زمین میں بھی اپنی شاعری کو پیش فرمائی۔ چنانچہ یہ غزل زیر بحث ہے اور مطلع یہ ہے۔

ای زر زلفت ہمیں خطر باشد | وز لبت شور در شکر باشد

سعدی کی غزل کا مطلع یہ ہے۔

شورش بلبلان سحر باشد | خفتہ از صبح بے خبر باشد

شیخ سعدی کی غزل گوئی اور استادی دونوں مسلم ہے۔ سعدی اپنی غزلوں میں انھی کوائف اور مجازی عشق و عاشقی کو بیان کرتے ہیں اور ترنم و شعریت کی روح لطیف پیدا کرتے ہیں۔ حضرت احمد لنگر دریا کی زیر بحث غزل میں بھی انھی کوائف اور عشق و عاشقی کا ایک منظوم مرقع ہمارے سامنے ہے۔ آپ بھی سعدی کے ادب سے خوشہ چینی فرماتے رہیں اور اپنی اسی غزل میں عشق و عاشقی کا بیان شاعرانہ طور پر فرماتے ہیں۔ آپ کے مطلع میں عشق و عاشقی کا بیان ہوا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

" اے محبوب تیری زلف پر پیچ کی وجہ سے عاشق کو خطرہ در پیش ہے

اور تیرے لب کی نمکینیت سے شکر (کی شیرینیت) کا احساس ہوتا ہے۔"
سعدی کہتے ہیں :۔ بلبلوں کے ہنگامے صبح کے وقت ہوتے ہیں (مگر) جو سویا ہوا ہے وہ صبح کی عنایت سے غافل ہوتا ہے۔

دونوں مطلعوں میں عشق و عاشقی کے تجربوں کا اظہار شاعرانہ طور پر ہوا ہے اور دونوں شعروں میں شعریت کی تاثیر پائی جاتی ہے۔
حضرت احمد لنگر دریا کے مطلع کا مقام اس رتبے پر ہے کہ اسے سعدی کے شعروں کے مقابلے میں رکھا جاسکے اور سعدی کا مطلع حسین لفظوں سے مرکب ہے اور ترنم و تغزل دونوں ہے، آپ کی غزل کے دوسرے اشعار یہ ہیں :۔

تیر باران خوبرویان را ———— دل شوریدگان سپر باشد
این چنین زلف و عارض و غمزہ ———— حاش للّٰہ کہ بر بشر باشد

سعدی کے اس شعر کو نظر میں رکھیں :

تیر باران عشق خوبان را ———— دل شوریدگان سپر باشد

اور آپ کے اس شعر کا بھی اندازہ لگائیں :۔

تیر باران خوبرویان را ———— دل شوریدگان سپر باشد

سعدی کا عاشقانہ و شاعرانہ تجربہ یہ ہے کہ حسینوں کے عشق کے تیروں کی بارش کے لئے عاشقوں کا دل سپر (ڈھال) ہوتا ہے۔
اور آپ کا تصرف یہ ہے کہ حسینوں کے تیروں کی بارش کے لئے عاشقوں کا دل سپر (ڈھال) ہوتا ہے۔
دونوں شعروں میں صرف ایک لفظ کی کمی اور بیشی ہوئی ہے اصل یہ اشعار دو نہیں ہیں اور دو شاعروں کے نہیں ہیں بلکہ صرف ایک شعر ہے اور ایک شاعر کا موزوں کیا ہوا ہے ——— آپ کا تصرف یہ ہے کہ

"عشق" کو اپنے مصرع سے خارج کرتے ہیں اور "خوبرویان" کو "خوبان" موزوں فرماتے ہیں، یہ حقیقت ہے کہ شیخ سعدی کا شعر آپ کو بہت پسند آیا، اور آپ نے ایک لفظ کی تھوڑی سی ترمیم روا رکھی اور اپنے مطلع میں دونوں مصرعوں کو بعینہٖ اور بجنسہٖ لے لیا۔ آپ کا ایک شعر یہ ہے :-

این چنیں زلف و عارض و غمزہ   حاش للّٰہ کہ بر لب شر باشد

آپ کی غزل میں صرف تین ہی شعر ہیں اور جبکہ شیخ سعدی شیرازی کی مندرجہ بالا غزل میں نو اشعار ہیں۔ آپ کی اس غزل سے بھی عشق و عاشقی کے عام خیالات کا اظہار اسی طرح ہوتا ہے جس طرح شیخ سعدی شیرازی کی غزل سے ہوتا ہے، جو نو اشعار پر مشتمل ہے، آپ فن شاعری کی صحت و قبح سے اور محاسنِ شعری سے پوری واقفیت رکھتے تھے، آپ کی شاعری اس کی اس کی مثال اس غزل میں پیش کرتی ہے اور آپ کی غزل جو ایک مختصر غزل ہے، ایک کامیاب غزل ہے۔

۲۔ آپ کے فارسی (قلمی) دیوان کے ردیف ح میں ایک دوسری غزل ہے، اس غزل کو آپ نے شیخ سعدی شیرازی کی غزل کی زمین میں موزوں فرمائی۔

ای کہ شکلت ہر زمانی طرزِ دیگر می شود
یعلم اللّٰہ زین تشکل عقل ابتر می شود

از جمال صبغۃ اللّٰہ عالمی پر رنگ ہست
ہر کجا بینی تو دست آنجا مصور می شود

گرچہ کارم در گرہ چون زلف تو افتادہ است
لیک از رویت مرا صد فتح دیگر می شود

ای العشقت روز و شب ہر جا کہ باشم بالیقیں
ہر طرف در دیدہ ام نقشت برابر می شود
تا کہ نور روی پاکت دید احمد بالعیان
بت پرستی زان سبب دی را میسر می شود

کلیات شیخ سعدی شیرازی کے ردیف د میں ایک غزل ہے جس کے اشعار یہ ہیں۔

آنکہ نقش دیگرش جای مصوّر می شود
نقش او در چشم ما ہر روز خوشتر می شود
عشق دانی چیست سلطانیکہ ہر جا خیمہ زد
بی خلاف آن مملکت بر وی مقرر می شود
دیگران را تلخ می آید شراب جور عشق
ما ز دست دوست می گیریم و شکر می شود
دل ز جان برگیر و در بر گیر یار مہربان
گر بدین مقدارت آن دولت میسّر می شود
ہر گرم در سر نبود اندیشۂ سودا ولیک
پیل اگر در بند می افتد مسخّر می شود
عیشہا دارم درین آتش کہ بینی دم بدم
کاندرونم گرچہ می سوزد منوّر می شود
تا نپنداری کہ بادیگر کسم خاطر خوشست
ظاہرم با جمع و خاطر جای دیگر می شود
آب شوقم از چشم سعدی می رود بر دست و خط
لاجرم چون شعر می آید سخن تر می شود

قول مطبوع از درون سوزناک آید کہ عود

چوں ہمی سوزد جہاں از ردی معطر می شود[۱]

آپ کے فارسی (قلمی) دیوان میں اس غزل کے پانچ اشعار ہیں اور کلیات شیخ سعدی شیرازی میں مندرجہ بالا غزل کے نو اشعار ہیں۔

شیخ سعدی شیرازی اور خواجہ حافظ شیرازی کی غزلگوئی کی مہارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے میں نے کہا ہے کہ سعدی اپنی شاعری میں اور غزلوں میں بھی، ارضی کوائف اور تجربات کو عاشقانہ طور پر بیان کرتے ہیں اور خواجہ حافظ شیرازی کی شاعری تفلسف اور مافوق الاشیاء کو گرفتِ شاعری کرنے سے عبارت ہے۔

چنانچہ زیر بحث غزلوں میں شیخ سعدی شیرازی کی ایک مترنم غزل سامنے ہے، اور اس غزل سے حضرت احمد لنگر دریا کی غزل کا مقابلہ کرنا ہے۔

سعدی اپنی غزل میں ارضی کوائف اور مجازی عشقیات کا ایک دفتر پیش کرتے ہیں، سعدی کا مطلع یہ ہے۔

آنکہ نقش دیگرش جای مصوّر می شود

نقش او در چشم ما ہر روز خوشتر می شود

حضرت احمد لنگر دریا کی غزل کا مطلع ہے:-

ای کہ تشکلت ہر زمانی طرز دیگر می شود

یعلم اللہ زین تشکل عقل ابتر می شود

دونوں مطلعے خوب ہیں اور متغزلانہ صفتیں رکھتے ہیں اور دونوں مطلعوں میں "نقش" اور "تشکل" کا وجود پیش کیا جاتا ہے، "نقش"

---

[۱] کلیات شیخ سعدی (چاپ تہران) ص ۵۹۱ - ادارہ تحقیقات عربی و فارسی لائبریری پٹنہ

اور "شکل" کے رد سے سخن شاعروں کے محبوب ہیں، اس لئے دونوں شعر متغزلانہ ہیں اور ترنم کی صفت رکھتے ہیں۔

حضرت احمد لنگر دریا اپنے محبوب کی شکل کو ہر وقت بدلتی ہوئی محسوس فرماتے ہیں جس طرح سے شیخ سعدی اپنے محبوب کے نقش کو ہر جگہ مصور بزیر دیکھتے ہیں، سعدی اپنے شاعرانہ تجربے میں زیادہ مخلص ہیں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کے محبوب کا نقش ہر دن خوب سے خوب ہوتا جاتا ہے۔ سعدی کی اس صراحت سے مطلع کا شعر تغزل اور شعریت سے ہمکنار ہو جاتا ہے کہ وہ یہ بھی کہتے ہیں ع نقش او در چشم ما ہر روز خوشتر می شود ——— حضرت احمد لنگر دریا کی زیر بحث غزل کے یہ اشعار سعدی کے عاشقانہ و شاعرانہ شعروں کے مقابلے میں رکھے جا سکتے ہیں:-

گرچہ کارم در گرہ چون زلف تو افتادہ است
لیک از رویت مرا صد فتح دیگر می شود

ای بعشقت روز و شب ہر جا کہ باشم بالیقین
ہر طرف در دیدہ ام نقشت برابر می شود

سعدی شیرازی کی غزل کے یہ اشعار ہیں:-

دیگران را تلخ می آید شراب جور عشق
ما ز دست دوست می گیریم و شکر می شود

دل ز جان بر گیر و در بر گیر یار مہربان
گر بدین مقدار ت آن دولت میسّر می شود

سعدی کے ایسے اشعار تغزل و ترنم کی دنیا میں "ناقوس" کی صفت رکھتے ہیں۔ ان شعروں میں سعدی عشق و عاشقی کی جذبات کو رواں دواں بحر میں اور آسان زبان میں موزوں کرتے ہیں اور اس روش کے

خوگر بھی ہیں، حضرت احمد لنگر دریا بھی سعدی کی رواں دواں بحر میں اور آسان زبان میں اپنے عاشقانہ وشاعرانہ خیالات کو موزوں فرماتے ہیں، تجربے اور جذبات میں ہم آہنگی ہے اور آپ ویسے ہی خیالات کا، ویسی ہی جذبات کا عاشقانہ بیان فرماتے ہیں جیسے خیالات کا اور جیسی جذبات کا اظہار بیان شیخ سعدی شیرازی نے اپنی غزل کے تمام شعروں میں موزوں کیا ہے۔

ردیف م

آپ کے فارسی (قلمی) دیوان کے ردیف "م" میں ایک مترنم غزل رواں دواں بحر میں ہے:

ز سودای غم عشقت چنانم | که سر از پا و پا از سر ندانم
سر از دستیم خواهد رفت روزی | همان بهتر که در پایت فشانم
مرا از بهر عشقت آفریدند | چه کاری دیگر است اندر جهانم
دلت ای یار بر جانم بسوزد | چو درد دل به پیشت تو بخوانم
ز من روز قیامت هر چه پرسند | بغیر از دوست ناید بر زبانم
توئی مقصود من از کفر و ایمان | توئی معبود این کون و مکانم
بده کام دل احمد تو امروز | که تا فردا بمانم یا نمانم

اس زمین میں شیخ سعدی شیرازی کی ایک غزل ہے جو مترنم، شیریں، شستہ زبان میں، اور رواں دواں بحر میں ہے:

مرا تا نقره باشد می فشانم | ترا تا بوسه باشد می ستانم
دگر فردا ز بندان می برندم | بنقد این ساعت اندر بوستانم
جهان بگذار تا بر من سر آید | که کام دل تو بودی از جهانم
چه دانم های گل باشد در این باغ | اگر چیزی نگوید باغبانم
نمی دانستم از بخت همایون | که سیمرغی فتد در آشیانم

تو عشق آموختی در شہر ما را	بیا تا شرح آنہم بر تو خوانم
سخنہا دارم از دست تو در دل	ولیکن در حضورت بیزبانم
بگویم تا بدانند دشمن و دوست	کہ من مستی و مستوری ندانم
مگو سعدی مراد خویش بر داشت	اگر تو سنگدل من مہربانم
اگر تو سرو سیمین تن برآئی	کہ از پیشم برانی من برآنم
کہ تا باشم خیالت می پرستم	و گر رفتم سلامت می رسانم [۱]

شیخ سعدی کی مذکورہ بالا غزل میں گیارہ اشعار ہیں اور آپ کی مندرجہ بالا غزل میں سات اشعار ہیں۔

سعدی مجازی شاعری کے حریف اور مرد میدان ہیں جیسا کہ میں نے کہا ہے، مگر تصوف کے گوشے بھی ان کی فکر سے سیراب ہوئے یہ صحیح ہے، مگر یہ بھی صحیح ہے کہ متصوفانہ اشعار کی تعداد ان کے دیوان میں کم ہے۔

حضرت احمد لنگر دریا کی زیر بحث غزل جو پیش نظر ہے، آپ نے اسے سعدی کی زمین میں موزوں فرمائی، مگر آپ حقیقی اور صوفیانہ شاعری کے مرد میدان ہیں اور مجازی شاعری کے گوشے بھی آپ کی فکر عالیہ سے سیراب ہو گئے ہیں۔ آپ کی یہ غزل عام اور عاشقانہ خیالات پر مبنی ہے مگر محبوب کی طرف آپ کا روئے سخن صوفیانہ ہے۔

آپ کی غزل کا یہ مطلع ہے:

ز سودای غم عشقت چنانم	کہ سر از پا و پا از سر ندانم

آپ کے مطلع سے مجاز کے عنصر کا گمان غالب ہے۔

---

[۱] : کلیات سعدی (چاپ تہران) ص ۶۳۱ ——— ادارہ تحقیقات عربی و فارسی لائبریری، پٹنہ

شیخ سعدی کا مطلع یہ ہے:

مرا تا نقرہ باشد می فشانم ‌ ‌ ‌ ترا تا بوسہ باشد می ستانم

دونوں مطلعے خوب ہیں اور متغزلانہ کیفیت رکھتے ہیں، شعریت بھی پائی جاتی ہے اور ترنم بھی۔

اپنے عشق کی روئیداد سعدی سناتے ہیں۔

تو عشق آموختی در شہر ما را ‌ ‌ ‌ بیا تا شرح آنہم بر تو خوانم

سخنہا دارم از دست تو در دل ‌ ‌ ‌ ولیکن در حضورت بے زبانم

بگویم تا بدانند دشمن و دوست ‌ ‌ ‌ کہ من مستی و مستوری ندانم

مگر سعدی مراد خویش برداشت ‌ ‌ ‌ اگر تو سنگدل من مہربانم

اگر تو سرو سیمیں تن برآئی ‌ ‌ ‌ کہ از پیشم برانی، من برانم

کہ تا باشم خیالت می پرستم ‌ ‌ ‌ دگر رفتم سلامت می رسانم

اپنے عشق کی تفصیل حضرت احمد لنگر دریا بیان فرماتے ہیں:

مرا از بہر عشقت آفریدند ‌ ‌ ‌ چہ کاری دیگر است اندر جہانم

دلت ای یار بر جانم بسوزد ‌ ‌ ‌ چو درد دل بہ پیش تو بخوانم

زمن روز قیامت ہر چہ پرسند ‌ ‌ ‌ بغیر از دوست ناید بر زبانم

توئی مقصود من از کفر و ایمان ‌ ‌ ‌ توئی معبود این کون و مکانم

بدہ کام دل احمد تو امروز ‌ ‌ ‌ کہ تا فردا بمانم یا نمانم

دونوں غزلوں کے اشعار متغزلانہ ہیں اور مترنم ہیں، غنائیت و شعریت کی روح لطیف ان میں رواں دواں ہے۔ امر موجب اظہار یہ ہے کہ دونوں بحیثیت شاعر اپنے عاشقانہ و شاعرانہ خیالات کو پوری سچائی سے بیان کرتے ہیں، آپ کے بعض اشعار سے صوفیانہ عشق کے اظہار کا بیان ہوتا ہے، مگر عشق کی چنگاری کا اثر مجاز و حقیقت کے میدانوں میں برابر

ظاہر ہوتا ہے۔ بڑے فنکار اس چنگاری کو اپنے فن میں زیادہ نمایاں کرتے ہیں، اس حیثیت سے سعدی ایک بڑے فنکار ہیں اور غزل گوئی کے استاد ہیں ——— اسی چنگاری کو آپ بھی اپنے فن میں پیش فرماتے ہیں۔ اور بحیثیتِ صوفی شاعر کے بھی "آتشِ عشق" کو اپنے اندر محسوس کرتے ہیں اور بحیثیتِ ایک عام شاعر کے بھی اسی لہر کو اپنے شعروں میں موزوں فرماتے ہیں۔

آپ کے فارسی (قلمی) دیوان میں ایک غزل ہے جس کو آپ نے سعدی شیرازی کی زمین میں موزوں فرمائی، مگر ردیف و قافیے آپ کی غزل کے مختلف ہیں۔

بخت این کند کہ کام تو در کام ما شود
آنگہ ہمای دولت در دام ما شود

خورشید چاکری چو سپر دار ما بود
وین ہفت چرخ گنبد ہم بام ما شود

از عین لطف تو کہ ز انفاس قدسی است
باشد روا کہ جرعۂ در جام ما شود

مجروح خاطرم کہ بہ ہیچم قرار نیست
الا بوصل دوست کہ آرام ما شود

گر شیخ از کرم نظری بر من افگند
آغاز کار ہا ہمہ انجام ما شود

اور شیخ سعدی شیرازی کی یہ غزل اس طرح ہے۔

بخت این کند کہ رای تو بایاریکی شود
تا بشنود حسود براو نادکی شود
خونم بریزو بر سر خاکم گزار کن
کاین رنج و سختیم ہمہ بیشی اندکی شود
آن را مسلم ست تماشای نوبہار
کز عشق بوستان گل و خارش یکی شود
ای مفلس آنچہ دم زدست از خیال گنج
پایت ضرورتست کہ در مہلکی شود
سعدی درین کمند بد یوانگی فتاد
گر دیگرش خلاص بود زیر کی شود[۱]

آپ کی غزل میں پانچ اشعار ہیں اور شیخ سعدی شیرازی کی غزل میں بھی پانچ اشعار ہیں۔

دونوں غزل عاشقانہ و شاعرانہ ہیں اور دونوں غزلوں کی فکر اور رسائی مضمون ایک ہے۔ سعدی اپنے فن کے استاد تھے، کہنے کا انداز بہت زیادہ مؤثر پایا تھا اور عشق و عاشقی کے سینکڑوں تجربے آپ کی غزلوں میں نت نئے رنگ سے بیان ہوئے ہیں، خیال و فکر کی ندرت کے علاوہ زبان و اسلوب میں بھی ندرت ادا کی صفتیں رکھتے تھے، انہیں تمام خوبیوں کی وجہ سے ادبیات فارسی میں آپ کا مقام ممتاز و ممیز رہا ہے،

زیر بحث غزل کا مطلع ہے:

بخت این کند کہ رای تو بایاریکی شود   تا بشنود حسود براو نادکی شود

---

[۱] کلیات سعدی (چاپ تہران) ص ۵۹۱ ۔ ادارہ تحقیقات عربی و فارسی لائبریری پٹنہ

حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ کی زیر بحث غزل کا یہ مطلع ہے۔

بخت این کند کہ کام تو در کام ما شود

آنکہ ہمای دولت در دام ما شود

آپ کا مطلع سعدی کے مطلع سے شعری محاسن کا اکتساب فیض کرتا ہے، مصرعوں کے دروبست میں آپ انہیں لفظوں کو چنتے ہیں جو سعدی کے مصرعوں میں استعمال ہوئے ہیں، فکر و خیال میں بھی آپ سعدی کے ادب سے خوشہ چینی فرماتے ہیں اور آپ کے مطلع سے بھی اسی طرح عشق و عاشقی کا اظہار ہوتا ہے جس طرح سے سعدی کی غزل کے مطلع سے ہوتا ہے۔

سعدی کی غزلوں میں اکثر مجازی عشق کے عناصر نمایاں ہیں، اسلئے کہ سعدی اپنے رنگ میں یکتا و یگانہ تھے، اسی لئے سعدی کی غزل کے ایک ہی شعر کی مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے ——— آپ اپنے عاشقانہ و شاعرانہ خیالات کے اظہار میں چیزے سعدی سے ممیز بھی ہیں۔

مجروح خاطرم کہ بہ ہیچم قرار نیست ... الا بوصل دوست کہ آرام ما شود

گر شیخ از کرم نظری بر من افگند ... آغاز کار را ہمہ انجام ما شود

ان شعروں میں حقیقی عشق کا اظہار فرماتے ہیں اور اپنے شیخ حسین بلخیؒ کی نظر کرم کو وسیلہ قرار دیتے ہیں کہ آپ کے آغاز کاموں سے لے کر انجام کاموں تک کی تکمیل آپ کے شیخ ہی کی نظر کرم سے ہوگی!

آپ کی غزل مترنم ہے، اور تغزل کی صفتوں کو رکھتی ہے جس طرح سے سعدی کی غزل ترنم و تغزل کی صفتیں رکھتی ہے۔ مجموعی حیثیت سے آپ کی غزل کامیاب ہے اور سعدی کے نقش کہن کی اچھی تقلید پیش نظر کرتی ہے۔

دیوان حافظ میں حافظ کی ایک بہت زیادہ مترنم غزل ہے، جس کی

شہرت دنیائے ادب میں عالمگیر ہے، اور حافظ کی غزل یہ ہے ۔

یوسف گم گشتہ باز آید بکنعان غم مخور
کلبۂ احزان شود روزی گلستان غم مخور

ای دل غمدیدہ حالت بہ شود دل بد مکن
وین سر شوریدہ باز آید بسامان غم مخور

گر بہار عمر باشد باز بر تخت چمن
چتر گل در سر کشی ای مرغ خوشخوان غم مخور

دور گردون گر دو روزی بر مراد ما نرفت
دائماً یکسان نباشد حال دوران غم مخور

ہان مشو نومید چون واقف نۂ از سر غیب
باشد اندر پردہ بازیہای پنہان غم مخور

ای دل ار سیل فنا بنیاد ہستی بر کند
چون ترا نوح است کشتیبان از طوفان غم مخور

در بیابان گر بشوق کعبہ خواہی زد قدم
سرزنشہا گر کند خار مغیلان غم مخور

گرچہ منزل بس خطرناک است و مقصد بس بعید
ہیچ راہی نیست کان را نیست پایان غم مخور

حال ما در فرقت جانان و ابرام رقیب
جملہ می داند خدای حال گردان غم مخور

حافظا در کنج فقر و خلوت شبہای تار
تا بود وردت دعا و درس قرآن غم مخور[1]

---

[1] دیوانِ حافظ (چاپ تہران) ص ۱۷۲ ۔ ادارہ تحقیقات عربی و فارسی لائبریری، پٹنہ

آپ کے فارسی (قلمی) دیوان میں اسی زمین میں مختلف ردیف و قافیے میں یہ غزل ہے۔

اندوہ مخور ای جان من کار تو باسامان شود
لطف خدایت در رسد درد ترا درمان شود

دارم اگرچہ کوہ غم بر سینہ از ہجران تو
باد عنایت بر وزد آن کہ چون کہ پران شود

شبہای ہجران تو گر تار و دراز است صبر کن
صبح وصالش بر دمد رویت چو مہ تابان شود

جان عزیزم گرچہ شد محبوس چاہ غم چہ غم
باشد کہ وقتی یوسفم بر مصریان سلطان شود

از فضل ایزد ہیچ گہ نومید نتوان زیستن
روزی بود انشاء اللہ احمد بکام جان شود

آپ کی غزل حافظ کے آب و رنگ میں بہت خوب ہے، مترنم اور متغزل ہے اسی طرح سے ہے جیسی حافظ کی غزل ہے، فکر اور خیال کی یکتائی بھی حافظ کی سی ہے، مصرعوں کے درو بست کا التزام اور تلمیحوں کا ذکر بھی حافظ کی غزل جیسا ہے، صرف ردیف و قافیے مختلف ہیں مگر آپ کی غزل کی زمین حافظ کی زمین ہی ہے۔

خواجہ حافظ کی غزل کا یہ مطلع ہے :-

یوسف گم گشتہ باز آید بکنعان غم مخور
کلبۂ احزان شود روزی گلستان غم مخور

آپ کی غزل کا یہ مطلع ہے :-

اندوہ مخور ای جان من کار تو باسامان شود

لطف خدایت در رسد درد ترا درمان شود

آپ کی غزل بھی بڑی مترنم ہے جیسی حافظ کی غزل مترنم ہے،
آپ حافظ کے ادب سے خوشہ چینی فرماتے ہیں اور جس طرح سے حافظ زندگی
کی امید افزا اور راحت فزا پہلوؤں پر نظر رکھتے ہیں آپ کا بھی مسلک
ویسا ہی ہے۔ یہ دینی عقیدہ ہے اور تعلیم بھی ہے کہ انسان کو غم اور تکلیف
سے نہیں گھبرانا چاہیئے۔ ایک دن غم انسان کی زندگی سے جاتا رہے گا اور
تکلیف دور ہو جائے گی۔ حافظ اس نیک تعلیم کے ساتھ ہیں اور اس کی
موافقت میں اپنی رائے رکھتے ہیں، حافظ کا فلسفہ عمر وخیام کے فلسفہ سے
مستعار ہے اور عمر وخیام اپنی شاعری میں فلسفۂ اپیکور کا درس دنیا
تھا، حافظ بھی اپنی شاعری میں اسی فلسفے کے مدعی ہیں ------ زندگی کی
المناکیوں کا اگر اعتراف کرتے ہیں تو زندگی کی طربناکیوں کے گوشوں پر آپ
کی نظر جمی ہوئی ہے ------ غم کے ایام تلخ ہوتے ہیں اور غمگین زمانے
طویل بھی ہوتے ہیں۔ اس لئے حافظ غموں کی تلخی اور اس کی طوالت کو "زادہ د
شاہد" کی آبیاری اور شادابی سے دور کرتے ہیں ------ اور اس
کے بعد حسب مقصود آدمی اپنی منزل اور اپنے محبوب کا محمل پائے گا۔
یہ عقیدہ اور ایسی شاعری حافظ کی شاعری پیش کرتی ہے۔
یہ ہماری دینی تعلیم ہے اور اسی تعلیم و تلقین کو لے کر انبیاء
علیہم السلام اور ہمارے ختم رسل مبعوث ہوئے تھے، اس حیثیت سے
اور اسی وجہ سے عمر وخیام اور حافظ کی شاعری بیش قیمت مقام پر فائز ہے
اور یہی سبب بھی ہے کہ ادبیات عالم میں عمر وخیام اور حافظ کی شاعری عالمگیر
شہرت حاصل کرتی ہے۔ اور یہی وجہ بھی ہے کہ عمر وخیام اور حافظ کا فلسفہ

قبولِ عام کی سند ہر صغیر و کبیر سے حاصل کرتا ہے۔۔ اس اتباع میں حضرت احمد لنگر دریا بہت کامیاب رہیں اور آپ کی غزل مترنم اور متغزل ہونے کے باوجود بہت کامیاب غزل ہے۔

حافظ اپنے مطلع میں خوشخبری دیتے ہیں کہ مراد و مقصود کا یوسف روئے زمین کنعان میں واپس لوٹ آئے گا اور کنعان کی امیری اور سرداری کی خوشی اسے حاصل ہوگی! اسی طرح سے انسان کے محزون و مغموم گھر گلستان کی نزہت و فرحت سے ہم آغوش ہوجائیں گے۔ آپ اس دینی فلسفہ کو پیش فرماتے ہیں کہ انسان کو ناکام ہو جانے کے بعد پشیمان و حیران نہیں ہونا چاہئے اللہ کی مدد پہونچے گی اور سارے رنج و غم نیست و نابود ہوجائیں گے۔

حافظ اپنی اس غزل میں عشاق کو صبر و رضا کی تلقین فرماتے ہیں کہ جدائی، ناکامی کی اندھیری رات وصال و ملاقات کی صبح کے سفید چہرے سے ختم ہی ہوگی اور محبوب سے محو تکلم اور شغل اختلاط کی طوالت سے عاشقوں کے بدنما چہرے سفید اور روشن ہوجائیں گے۔ یہاں تک کہ عاشق و محبوب کی شناخت مشکل ہوگی۔ حافظ عاشقوں کے سامنے ایسی آمدِ مسرت کی خوشخبری دیتے ہیں۔

حضرت احمد لنگر دریا کی زیر بحث غزل اسی فلسفے کو پیش کرتی ہے اور عام عاشقوں کے لئے غم اور جدائی کے زمانے کے بعد وصال و مسرت کی آمد کی خوشخبری بخش انتظر فرماتی ہے۔ آپ کا دینی خیال اس غزل میں بڑی بیش قیمت مقام پر فائز ہوجاتا ہے اور صحت و حسن کا یہ عالم ہے کہ آپ کی تعلیم کی ثقالت سے زمین غزل گرانبار نہیں ہوتی ہے اور پورا پورا لطف غزل سے حاصل ہوتا ہے، تغزل و ترنم کی شیر بنیت اور روانی کا دہی امتزاج آپ غزل میں فرماتے ہیں جیسی ترنم و تغزل اور شیرینی و روانی کی

آمیزش خواجہ حافظ شیرازی اپنی غزل میں کرتے ہیں۔

آپ کی غزل مجموعی حیثیت سے ایک کامیاب غزل ہے، اور حافظ کے نقشِ کہن کے جیسا اندازہ آپ کی غزل سے بھی ہوتا ہے۔ سعدی شیرازی اور خواجہ حافظ کی شاعری سے مقابلہ کرتے ہوئے یہ اعتراف ہوتا ہے کہ آپ فارسی شاعری میں دستگاہ رکھتے تھے۔ اور بحیثیتِ شاعر آپ میں یہ مہارت پائی جاتی تھی کہ آپ سعدی شیرازی اور خواجہ حافظ کے ادب سے متاثر ہو کر، آپ اپنا ادب پیش فرمائیں، چنانچہ آپ کے صوفیانہ ادب سے کوئی کم پُر وقیع آپ کا عام مضمون کی ادب اور شاعری نہیں ہے۔

مولانا عبدالرحمن ملا جامی :-

جامی آپ کے ہمعصر ایرانی شاعر تھے، جامی کی سالِ وفات ۸۹۸ھ (آٹھ سو انٹھانوے ہجری) ہے اور آپ کی سالِ وفات ۸۹۱ھ (آٹھ سو اکیانوے، ہجری) ہے۔

جس زمانے میں جامی صوفیانہ ادب اور اپنی شاعری میں غنائیت و لطافت کی روحِ لطیف پیدا کر رہے تھے اور اقلیم سخن پر اپنا سکہ چلا رہے تھے اسی زمانے میں صوبہ بہار، بہار شریف (پٹنہ) میں فارسی شاعری کی فسردہ جان میں زندگی کی لہر پیدا کرنے میں آپ مصروفِ کار تھے۔

یہ صحیح ہے کہ جامی کی جیسی شہرت آپ کو حاصل نہیں ہوئی مگر آپ کا کلام اس رتبے پر ہے کہ ملا جامی کے کلام کے مقابلے میں پیش کیا جا سکے۔ آپ کے کلام میں ایسی مترنم غزلیں ہیں جو جامی کی غزلوں کی زمین میں ہیں ـــــ عصرِ حاضر تک کی تحقیق سے کچھ معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ جامی سے آپ کی مراسلت تھی یا نہیں۔؟ جامی کے ساتھ آپ کی مراسلت

بھی تھی، اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

جامی کا دیوان آپ کی خدمت میں ایران سے کیسے پہونچا؟ اس کا بھی کوئی تاریخی یا عینی شہادت ہمارے سامنے نہیں ہے، جامی کی ایسی غزلیں جن کی زمین میں اور ردیف و قافیے میں اپنی غزلیں آپ نے موزوں فرمائی ہیں، وہ آپ کی خدمت میں ایران سے کیسے پہونچیں اور کس آدمی نے جامی کی غزلیں آپ کی خدمت میں پیش کی اس کی بھی کوئی تاریخی یا عینی شہادت ہمارے پاس نہیں ہے! اس سلسلے میں آپ کا ملفوظ (قلمی) ہمارا رہنما ہے۔ آپ کے ملفوظ کا نام "مونس القلوب" ہے ــــ اس ملفوظ کو غور سے دیکھنے سے ہمارے علم میں اضافہ ہوتا ہے اور اس سلسلے میں مزید علم میں اضافہ ہوتا ہے۔

آپ کی سیرت پر لکھتے ہوئے میں نے کہا ہے کہ آپ کے اندر سیر و سیاحت کا بڑا شوق تھا۔ اکثر حج کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور فراغتِ حج کے بعد عرب کے ملکوں کی سیاحت فرماتے تھے، ممالکِ عرب میں حجاز، عراق عدن اور بغداد کے ملکوں کی سیاحت فرمائی، اور وہاں کے قابلِ ذکر شخصیتوں سے ملاقات فرمائی، مثلاً جب حجاز پہونچے تو آپ ایک مقام پر تشریف لے گئے، اس مقام کا نام "فسیلک" تھا، آپ نے فسیلک کے شاہزادے سے ملاقات فرمائی اور فسیلک کی مدنیت کا پتا لگایا، عورتوں اور مردوں کی معاشرت دیکھی اور عینی شہادت بیان فرمائی ہے۔[1]

آپ عدن تشریف لے گئے، عدن کی مدنیت دیکھی، جغرافیہ کا پتا لگایا، لوگوں کی مدنی، معاشرتی اور مذہبی حالتوں کو معلوم فرمایا اور ان کی عینی شہادت

---

[1] مونس القلوب مجلس بست و ہشتم (۲۸) ص ۸۹

بیان فرمائی، آپ بیان فرماتے ہیں کہ آپ نے عدن کی شخصیتوں میں ابراہیم عدنی سے ملاقات فرمائی، یہ عدن کے مذہبی پیشوا تھے مگر لیلۃ الرغائب میں آپ نفل نمازوں کی برکتوں سے نابلد تھے۔[۱]

ممالک فارس آپ تشریف لے گئے اس سلسلے میں آپ کا ملفوظ خاموش ہے۔ مگر ملفوظات آپ کے خود نوشت بھی نہیں ہے۔ آپ کے مرید اور شاگرد قاضی ابن خطاب منیری آپ کے ملفوظات کے مرتب اور جامع دونوں ہیں، وہ اپنی اس سعیٔ بلیغ کو "این مطبوعہ و مکتوبہ و مسموعہ" کے خانے میں جگہ دیتے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ اس کتاب کی ترتیب میں سہو اور خطا بھی ان سے ہوئی ہے۔[۲]

گمان غالب ہے کہ حضرت احمد لنگر دریا بلخی ملک ایران بھی تشریف لے گئے ہوں گے اور شہر جام میں مقیم ہوئے ہوں گے۔

ملا جامی صاحب سجّادہ اور شیخ بھی تھے:۔

جامی کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ جامی، جام میں پیدا ہوئے تھے، اور نشو و نما آپ کی ہرات میں ہوئی درسیات سے فراغت حاصل کرنے کے بعد علوم باطن کی تحصیل فرمائی اور شیخ سعدی کاشغری سے مرید ہوئے، تصفیہ قلب حاصل کیا اور شیخ کاشغری کی وفات کے بعد شیخ کاشغری کے سجادے پر بحیثیت ایک سجادہ نشین بیٹھے اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔

۱۔ مونس القلوب — مجلس چہاردہم، ص ۵۵

۲۔ " " — مقدمہ ص ۱-۲

گمان اغلب ہے کہ ایسے خدا رسیدہ بزرگ اور ایرانی شاعر سے حضرت احمد لنگر دریاؒ کی ملاقات ہوئی ہوگی ــــ اگر جامی شاعر نہیں ہوتے اور شیخ د صاحب سجادہ ہی ہوتے، اس کے باوجود بھی حضرت احمد لنگر دریاؒ آپ سے ملاقات فرما سکتے تھے، اس زمانے میں جب حجاز، عدن اور بغداد کے ملکوں میں محض سیاحت کی غرض سے تشریف لے گئے، ملک فارس بھی تشریف لے گئے ہوں گے اور شیخ ملا جامی سے ملاقات فرمائی ہوگی ــــ اسی ملاقات کے زمانے میں جامی کی غزلیں آپ کو دستیاب ہوئی ہوں گی۔

ملا جامی نثر نگار تھے، فقیہہ اور شاعر بھی تھے! ــــ آپ کی شاعری دو حیثیتوں سے مسلّم ہے، بحیثیت مثنوی نگار اور بحیثیت ایک غزلگو شاعر ــــ آپ کا رتبہ اتنا بلند ہے کہ اس جامعیت کا شخص ایران میں مشکل سے نظر آئے گا۔

تصنیفات و تالیفات جامی

(۱) نفحات الانس :

فارسی نثر میں اولیائے حق کا تذکرہ ہے، ابتدا میں تصوف کی تاریخ سلیس زبان میں بیان کرتے ہیں، حالات تاریخی ترتیب سے لکھتے ہیں، محنت و صداقت کا یہ عالم ہے کہ کمال اسماعیل (خلّاق المعانی) خواجہ حافظ شیرازی اور مغربی وغیرہ کے حالات بھی شامل بحث رہیں، آپ کی تحریر اور طرز نگارش سے آپ کے مذاقِ سلیم کا اندازہ ہوتا ہے اور واقعات کے اظہار میں ایسے مخلص ہیں کہ لفاظی اور صنعت گری سے دور رہتے ہیں۔

(۲) بہارستان جامی :۔

بہارستان دوسری تصنیف ہے جسے آپ نے "گلستان سعدی"

کے جواب میں تصنیف فرمائی —— اس کی عبارت کسی قدر پُر تکلف ہے اور "گلستان" کی ثانی تو نہیں ہے مگر نہایت عمدہ کتاب ہے۔ سعدی سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ سعدی اپنے فن میں لاجواب تھے اور سہل ممتنع نثر کے موجد و خاتم دونوں ہونے کا شرف سعدی کو حاصل ہے۔

(۳) اشعۃ اللمعات:

عر فخر الدین عراقی کے لمعات کی شرح میں یہ کتاب ہے، اور تصوف میں یہ بے نظیر کتاب ہے، ملا جامی اس کتاب میں دقائق معارف کو نہایت خوبی سے بیان کرتے ہیں۔ اور تمّتۃ اس کتاب کی تاریخ اختتام ہے۔

(۴) لوائح:

لوائح تصوف میں ایک کتاب ہے۔

(۵) شرح ملا جامی[ل]:

نحو کی شرح و بسط میں جامی کی ایک تصنیف ہے۔

شاعری:

مثنوی نگاری اور غزلگوئی:

جامی عارفانہ و عاشقانہ مثنویوں کے خالق ہیں، آپ کی کئی مثنویاں شہرۂ آفاق مقبولیت کی حامل ہیں۔ ایران میں نظامی گنجوی کے بعد اور ہندوستان میں حضرت امیر خسرو دہلوی کے بعد جامی سے بڑا کوئی مثنوی نگار شاعر نہیں ہوا۔

ل: یہ کتاب عربی زبان و ادب کے قواعد اور نحو میں ہے۔

ایران سے "چاپ اسفندماہ چاپخانہ علمی نے دیوان جامی طبع کیا ہے اس دیوان کو نظر میں رکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ ملا جامی ایک بلند پایے کے ایرانی غزل گو شاعر تھے، آپ کی غزلوں میں بھی دونوں رنگ اسی طرح سے نمایاں ہیں جس طرح سے آپ کی مثنویوں میں نمایاں ہیں، شاعرانہ اور عارفانہ ——
جامی شاعرانہ و عارفانہ غزلیں بڑی مترنم بحروں میں موزوں کرتے ہیں، ان غزلوں میں والہانہ مستی اور تغزل کی کیفیت پائی جاتی ہے۔

حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ کے فارسی (قلمی) دیوان کے ردیف 'د' میں ایک غزل ہے جو مترنم بحر میں ہے اس غزل کو آپ نے جامی کی غزل کی زمین اور ردیف وقافیے میں موزوں فرمائی۔

گر باد پیچ پردہ زروی تو واکند
ہر دم ہزار لطف برین بینوا کند

چشم تو نیم مست اگر تیغ برکشید
چہ فتنہا کہ بر سر مردم قضا کند

اعنی کہ از کرشمہ بسازی تو کار ما
گر بخت یار گردد و بامن صفا کند

در باد برد از سر زلف تو نکہتی
بس طعنہا کہ بر سر مشک خطا کند

من با رقیب تو بمدارات جان دہم
لیک او برین حقیر مواسا کجا کند

عابد اگر بطاق دو ابروت بنگرد
ای بس نمازہاے کہ بہ پشت قضا کند

عظم رمیم رقص کنان زندہ دل شود
گر طوطیٔ حکایت قند شما کند

احمد اگر بعمری یا بد ترا بخلوت
با چشم و روی خوب تو بینی چها کند

ملّا جامی کی یہ غزل اس زمین میں بڑی مترنم ہے۔

زد اکہ دوست کشتہ و خود را فدا کند
خیز د ز خاک و بار دگر جان فدا کند

شد روی دوست قبلۂ ما کو امام شہر
تا در نماز خویش بما اقتدا کند

بس پیر سال خوردہ کہ چون طفل خرد حال
در مکتب تو لوح محبت ہجا کند

حاشا کہ من لباس سلامت کشم بدوش
گر عشقم از پلاس ملامت ردا کند

مسکین فقیہ می کند انکار دید دوست
با او بگو کہ دیدۂ جان را جلا کند

تو در میانہ ہیچ نہ ہر چہ ہست او ست
ہم خود الست گوید و ہم خود بلا کند

جامی بمرد در غم یاری کہ بہر او
گر صد ہزار بار بمیری کرا کند[۱]

---

[۱] دیوان جامی (باہتمام ح پژمان جانچانہ علمی اسفند ماہ) ص ۲۴۴ ——
ادارۂ تحقیقات عربی و فارسی لائبریری، پٹنہ۔

دونوں غزلوں میں عاشقانہ خیالات موزوں ہوئے ہیں اور کوئی فلسفہ بیان نہیں ہوا ہے۔ عشق و عاشقی کے سچے جذبات کا بیان شاعرانہ اور عاشقانہ طور پر ہوا ہے۔ آپ کی غزل کا یہ مطلع ہے۔

گر باد پیچ پردہ ز روی تو واکند
ہر دم ہزار لطف بریں بینوا کند

جامی کی غزل کا مطلع یہ ہے۔

زدا کہ دوست کشتۂ خود را ندا کند
خیزد ز خاک و بار دگر جان فدا کند

دونوں مطلعوں میں وحدت خیال مسلم ہے اور مصرعوں کے دروبست بھی فنکارانہ طور پر ہوئے ہیں۔ جامی غزل کے دوسرے شعروں میں بھی عاشقانہ خیالات کو بیان کرتے ہیں۔

بس پیر سالی خوردہ کہ چون طفل خرد سال
در مکتب تو لوح محبت ہجا کند

مسکین فقیہ می کند انکارِ دید دوست
با او بگو کہ دیدۂ جان را جلا کند

آپ کی غزل کے اشعار میں عاشقانہ خیالات بیان ہوئے ہیں۔

من بار قیب تو بدارا ست جان دہم
لیک او بریں حقیر مواسا کجا کند

عابد اگر بطاق دو ابروت بنگرد
ای بس نماز ہا کہ بہ بیشیت قضا کند

جامی اپنی قوت ادراک سے مناسب لفظوں کو اپنے شعروں میں گوندھتے ہیں اور ان کی ترکیب فنکارانہ طور پر کرتے ہیں۔

"بنی پیر سال خوردہ"، "طفل خرد سال"، "لوح محبت" اور "مسکین فقیہ" —— ان ترکیبوں سے وہ شعریت کا کام لیتے ہیں، اسلئے یہ ترکیبیں دلکش ہیں۔

حضرت احمد لنگر دریاؒ جس طرح سے خواجہ حافظ شیرازی اور سعدی شیرازی کے ادب سے خوشہ چینی کرنے کا گر جانتے ہیں اسی طرح سے ملا جامی کے ادب سے متاثر ہیں اور آپ اسی طرح سے جامی کے شعری ادب سے خوشہ چینی فرماتے ہیں، حضرت احمد لنگر دریاؒ فرماتے ہیں:۔

عابد اگر لبطاق دو ابروت بنگرد

ای بس نماز ہا کہ بہ پیشت قضا کند

اسی مضمون کو ملا جامی اس طرح سے ادا کرتے ہیں:۔

شد روی دوست قبلۂ ما کو امام شہر

تا در نماز خویشی بما اقتدا کند

آپ فرماتے ہیں کہ عابد اگر آپ کے محبوب کی ابروؤں کو دیکھ لے تو آپ کے محبوب کے سامنے اس کی بہت ساری نمازیں فوت ہو جائیں، یعنی نماز ادا کرنے کی عادت جاتی رہے! یہاں عاشقانہ خیالات کا اظہار شاعرانہ طور پر ہوا ہے اور جامی اپنے محبوب کی صفت بیان کرتے ہیں۔

ہمارا قبلہ (تو) محبوب کا عارض ہو گیا ہے، اگر اس شہر کا امام ہمارے قبلے کو دیکھ لے تو نمازوں میں میری اقتدا کرنے لگے —— شعریت کی تاثیر اپنے شعروں میں عطا کرنے کا گر جامی جانتے تھے اور حضرت احمد لنگر دریاؒ کی مہارت یہ ہے کہ آپ بھی اپنے شعروں میں تاثیر پیدا کرنے کا گر اچھی طرح سے جانتے تھے۔ ملا جامی کا شمار ان کے عہد کے صوفی شعراء میں بھی ہوتا ہے، اس حیثیت سے آپ کی غزل جامی

کی زمین میں پوری چست اور برمحل اترتی ہے۔ آپ کی دوسری غزلیں بھی
جامی کی غزلوں کی زمین میں ہیں :۔

ردیف م

آپ کے (قلمی) فارسی دیوان میں ایک مترنم غزل ملا جامی کی زمین
میں ہے :۔

عمر ضایع گشت از من ای دریغا چون کنم
جای آنست چشم را من چشمۂ جیحون کنم
بالیقین جان و جگر را در ہوای روی تو
آب گردانیم و دل را قطرۂ از خون کنم
بارہای خواستم کین جان کنم قربان تو
لیک این مارا است ای دل ہان بگو اکنون کنم
گر بگویم قصہ ہای ذوق درد عشق تو
عالمی را چون دل بد خوی خود مفتون کنم
زیر طوفان باشد این جملہ زمین با آسمان
قطرۂ از چشم خود گر یک دمی بیرون کنم

ملّا جامی کی یہ غزل ہے :۔

ہر زمان گویم کہ از دل مہر او بیرون کنم
لیک با خود بس نمی آیم ندانم چون کنم
بوالعجب کاری کہ خلقی در پی درمان من
من بفکر آنکہ ہردم درد خویش افزون کنم
جای تکبیر دعا خواہم زلیلیٰ قصہ خواند
تا کہ از روی آگہ زیر تربت مجنون کنم

خلق را در مجمرِ غم دل بسوزانم چو عود
نالہ در چنگ فراقت گر بدین قانون کنم

گر نہم گریان سر اندر کوہ بی لعل لبغی
سنگہا را چشمہ سازم چشمہ ہا را خون کنم

نقش بندم سوی او صد نامہ مضمون داغ و درد
اشک خونیں را برخ عنوان بر این مضمون کنم

کشتہ شد جامی ز ہجر افسانۂ وصلش چہ سود
مرغ بسمل چون زیبد صد بار اگر افسون کنم [1]

دونوں غزلوں میں عاشقانہ تجربات کا بیان شاعرانہ طور پر ہوا ہے، آپ کے مطلع کا شعر ہے۔

عمر ضائع گشت از من ای دریغا چون کنم
جای آنست چشم را من چشمۂ جیحون کنم

جامی اپنے مطلع کو یوں موزوں کرتے ہیں :۔

ہر زمان گویم کہ از دل مہر او بیرون کنم
لیک با خود بس نمی آیم ندانم چون کنم

آپ اپنے عاشقانہ تجربات کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

"میری عمر ضائع گئی اور مجھ سے کچھ نہیں ہو سکا، یا افسوس، میں کیا کروں، (غور و فکر کرنے کے بعد) ایک ایسا مقام (نظر آتا ہے کہ اپنی آنکھوں کو میں جیحون کا چشمہ کر دوں (یعنی گریہ و زاری کروں اور آنسوؤں کا ایک

---

[1] : دیوان جامی (انتشارات علمی چاپخانہ اسفند ماہ) ص ۱۸۰ ——— ادارہ تحقیقات، ع، ف و فارسی، امیر مدرسہ، پٹنہ

دریا بہادوں"۔

جامی اپنے عاشقانہ تجربات کے لئے زیادہ بیقرار نظر آتے ہیں وہ کہتے ہیں :۔ " اس کی محبت (جو میرے دل میں پرانی ہوگئی) نکال کر، اپنے دل سے باہر کرنا چاہتا ہوں اور ہر وقت ایسا کہتا بھی ہوں، مگر کیا کروں مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا ہوں کہ کیا کروں"۔۔۔۔۔ اس شعر میں عاشقانہ تجربہ بیان ہوا ہے اس لئے اس میں شعریت اور تغزل کی صفت پائی جاتی ہے ۔۔۔۔۔ حضرت احمد لنگر دریاؒ بھی عاشقانہ تجربے بیان کرتے ہیں اور اپنی جگہ ایک عاشقِ صادق کی بناتے ہیں، اس لئے آپ کا مطلع بھی متغزلانہ ہے اور شعریت اس میں پائی جاتی ہے۔

جامی کی غزل پختہ ہے، عاشقِ صادق کے دہی تجربے غزل کے اشعار میں موزوں ہوئے ہیں جیسے عاشقانہ تجربوں کے اظہار کے لئے شیخ سعدی اور خواجہ حافظ کی غزلیں عالمگیر شہرت رکھتے ہیں۔ جامی ایران کی غزلگوئی کی آخری کڑی ہیں کیونکہ آپ کے بعد ایران کی غزل گوئی کا میدان خالی ہوگیا اور اب غزلگوئی کا میدان ہندوستان کو قرار دیا گیا، ہند کی غزلگوئی کے میدان میں غنی کاشمیری، صائب تبریزی اور فیضی نے اپنی نشستیں مخصوص کرلیں۔ اس لئے ملا جامی ایران کی غزل گوئی میں ایک ممتاز مقام پر فائز نظر آتے ہیں۔

حضرت احمد لنگر دریاؒ ملا جامی کے ہمعصر بہار شریف (پٹنہ) کے ملجیٰ غزلگو شاعر ہیں، صوفیانہ کوائف کے اظہار بیان میں ملا جامی کے ہمنوا ہیں اور آپ کی غزلوں میں عاشقانہ تجربوں کا بیان اسی طرح سے ہوا ہے جس طرح ملا جامی کی غزلوں میں ہوا ہے۔

ردیف ہا

ملا جامی کی ایک غزل ردیف ہا میں ہے، یہ غزل بہت مترنم ہے اور عاشقانہ جذبات کا اظہار اس میں عام طور پر ہوا ہے اور صوفیانہ طور پر بھی ہوا ہے ــــــــ

ای ترا چون من بہر ویرانہ دیوانہ
پیش ماہ عارضت شمع فلک پروانۂ

محنت یعقوب از درد دل من شمۂ
قصۂ یوسف بدور خوبیت افسانۂ

نقد جان و دل ز بہر خویش می خواہیم ما
صرف راہ تست اگر داریم دردیشانۂ

گر بخالت دست بردم پیش با مالم مکن
مور مسکین را نشاید کشت بہر دانۂ

خانمان گر گشت ویران شکر کز اقبال عشق
بر سر کوی بلا داریم محنت خانۂ

بیدلان را نیست رہ در عشرت آباد وصال
بعد ازین ما و فراق و گوشۂ ویرانۂ

جامی از یک جرعۂ جام غمت بیخود فتاد
وای اگر ساقی ہجران پر دہد پیمانۂ [1]

اس غزل کی زمین میں آپ کے (قلمی) فارسی دیوان میں ایک غزل

---

[1] : دیوان جامی (انتشارات علمی چاپخانہ اسفندراہ) ص ۴۴۲ ــــــ
ادارہ تحقیقات عربی و فارسی ریسرچ، پٹنہ ـ

ہے جو مترنم اور عاشقانہ ہے :-

ای شدہ از حسن رویت عالمی دیوانۂ

وز جمال دلربایت در جہان افسانۂ

بوسۂ از لعل شیرینیت بجانی خرم

چون خرد از شمع تابان در جہان پروانۂ

جان و دین خویش را کردم فدا و این زمان

من کنون بی خان ومان و دولت بہر ویرانۂ

خانمان کردم خراب از عشقت ای زیبا پسر

می زدم بی جان و دل اندر پی جانانۂ

سر نتابد از کمند زلف تو احمد ز جور

گرچہ رانی بر سر اوارۂ ، ہمچون شانۂ

ملّا جامی کے دیوان سے یہ آخری غزل مقابلے کے لئے رکھی گئی ہے میں نے کہا ہے کہ جامی کا شمار ان کے عہد کے مشائخ میں ہوتا تھا ، تصوف پر عبور رکھتے تھے ، تصوف پر آپ کی چند کتابیں فارسی نثر میں ہیں ، اس کے علاوہ جامی نحو کی کہنیات پر بصیرت کی نظر رکھتے تھے - فارسی عارفانہ و عاشقانہ مثنویوں کے خالق ہیں اور آپ کا شمار فارسی غزلگو شعراء میں بھی ہوتا ہے ، وہ اپنی مثنویوں میں جس طرح عارفانہ و عاشقانہ خیالات کا اظہار کرتے ہیں اسی طرح سے اپنی غزلوں میں بھی عارفانہ و عاشقانہ خیالات کو بیان کرتے ہیں ، میں نے یہ بھی کہا ہے کہ جامی کی عاشقانہ غزل گوئی مسلّم ہے اور امر لائق اظہار یہ ہے کہ وہ صوفیانہ غزلیں بھی موزوں کرتے ہیں اور ایک عاشق صادق کے تجربے خلوص سے شعروں میں موزوں کرتے ہیں - ایک عام مضمون نگار شاعر کے لئے یہ دقّت پیش آتی ہے کہ وہ اپنے

عام عاشقانہ خیالات کو صوفیانہ خیالات کر سکے، جیسا کہ سعدی شیرازی۔
جامی غزل موزوں کرنے کے گر جانتے تھے، وہ عام مضمون کی غزلیں موزوں کرنے کی قدرت جس طرح اپنے اندر رکھتے ہیں اسی طرح سے صوفیانہ کوائف کے اظہار میں بھی غزلیں اپنی استطاعت سے موزوں کرتے ہیں اور تغزل و ترنم کا لطف آپ کی، عام اور صوفیانہ خیالات کی، دونوں غزلوں سے پورا پورا حاصل ہوتا ہے۔ آپ کا مطلع ہے۔

اسی ترا چون من بہر ویرانۂ دیوانۂ
پیش ماہ عارضت شمع فلک پروانۂ

حضرت احمد لنگر دریاؒ اپنے مطلع میں فرماتے ہیں:

ای شدہ از حسن رویت عالمی دیوانۂ
وز جمال دلربایت در جہان افسانۂ

دونوں مطلعے عاشقانہ و متغزلانہ ہیں اور ان سے صوفیانہ عشق کا پتا چلتا ہے۔

حضرت احمد لنگر دریاؒ بلخی کا شمار آپ کے عہد کے بہاری فردوسی مشائخ میں تھا، حدیث، فقہ، فلسفہ اور عربی و فارسی زبانوں میں آپ کو مہارت حاصل تھی، فارسی غزلگوئی میں، صوفیانہ کوائف کے اظہار کا میدان آپ کے حصے میں آیا، عام فارسی غزلیں بھی آپ موزوں فرماتے ہیں، اور اساتذۂ فارسی کے آب و رنگ میں موزوں فرماتے ہیں ـــــ مثلاً سعدی، حافظ اور جامی کی زمین میں آپ نے غزلیں موزوں فرمائی ہیں، جس کوائف عاشقانہ کا اظہار یہ اساتذہ کرتے ہیں ویسے ہی عاشقانہ کوائف کا اظہار آپ بھی کرتے ہیں اور اپنی پوری صلاحیت سے عاشقانہ خیالات کو موزوں کرتے ہیں۔ صوفیانہ شاعری میں آپ کا میدان نمایاں مقام ہے۔

فائز ہے جیسا کہ میں نے کہا ہے اور ملّا جامی بھی صوفیانہ کوائف غزلوں میں موزوں کرتے ہیں، جامی زیر بحث غزل کے مطلع میں کہتے ہیں :-

"اے محبوب! میری طرح سے ہر دیرانے کا چپہ چپہ تیرا دیوانہ ہے، تیرے ماہتابی چہرے کے آسمان کا سورج پروانہ ہے۔"

حضرت احمد لنگر دریا فرماتے ہیں :-

"اے محبوب تیرے چہرے کا ایک عالم دیوانہ ہے اور تیرے جمال وحسن کی دلربائی کا افسانہ دنیا میں لوگ کہتے ہیں۔"

دونوں مطلعوں میں عاشقانہ خیالات کا اظہار ہوا ہے، اور نفیس خیالات شعروں میں موزوں کئے گئے ہیں، خیالات جیسے نفیس ہیں، ان کے ترکیب میں نفیس لفظوں کو اچھی طرح سے مصرعوں میں دروبست کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ اشعار ترنم و تغزل رکھتے ہیں اور غنائیت و شعریت کی تاثیر سے پوری طرح مملو ہیں۔

زیر بحث غزلوں کے اشعار عاشقانہ خیالات کی طرف ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔

احمد لنگر دریا رح

خانماں کردم خراب از عشقت ای زیبا پسر
می روم بی جان و دل اندر پیٔ جانانہ ئ
سر نتابد از کمند زلف تو احمد زجور
گر چہ رانی بر سر اد ارّہ ہمچوں شانہ ئ

ملّا جامیؔ

خانماں گر گشت ویران شکر کز اقبال عشق
بر سر کوی بلا داریم محنت خانہ

بیدلان را نیست رہ در عشرت آباد وصال
بعد ازیں ما و فراق و گوشۂ ویرانہ

حضرت احمد لنگر دریاؒ کے عاشقانہ خیالات یہ ہیں کہ آپ اپنے محبوب کے عشق میں خود کو بے خانماں اور برباد کرتے ہیں اور پھر بھی آپ کا حال یہ ہے کہ محبوب کے جور و ظلم کو برداشت فرماتے ہیں، اس سے اپنی محبت کو ختم نہیں کرتے، آپ یہ عہد فرماتے ہیں کہ اگر محبوب آپ کے سر پر آرہ چلائے تب بھی آپ عشق و عاشقی سے درگزر نہیں فرمائیں گے اور محبوب کی محبت میں خود کو گرفتار رکھیں گے۔

جامیؔ اسی تجربے کو عاشقانہ طور پر بیان کرتے ہیں ــــــ وہ کہتے ہیں: عشق و عاشقی میں ان کا حال بے خانماں و برباد کا ہے، مگر وہ اقبالِ عشق کر چکے، اس لئے وہ شکر گذار ہیں ــــــ کوے بلا، میں، جامیؔ، مصیبت کا گھر اپنے لئے بناتے ہیں ــــــ جامیؔ یہ بھی اعتراف کرتے ہیں کہ وہ لوگ جو عشق میں اپنے دلوں کو ہار گئے، ان کے لئے وصال اور عشرت آباد کی طرف راہ نہیں ہے ــــــ جب دل عشق میں ہار گئے تو ہم ہیں، عالم فراق ہے اور ویرانے کا ایک گوشہ ہے!

جامیؔ ایسے نفیس عاشقانہ کوائف کا اظہار اپنی غزل میں کرتے ہیں اور پوری مہارت سے اشعار موزوں کرتے ہیں، ترنم و تغزل پیدا کرتے ہیں اور ان کی غزل سے نقش کہن کا پتا چلتا ہے، جامیؔ اپنے فن کے استاد تھے، عاشقانہ و متغزلانہ لہر کو اپنی غزلوں میں پیدا کرنے کے گر جانتے تھے اور ان کی

غزلگوئی یادگار زمانہ رہے گی۔

حضرت احمد لنگر دریاؒ جامیؒ کے ادب سے خوشہ چینی فرماتے ہیں اور آپ جامیؒ کے عاشقانہ و شاعرانہ خیالات سے زبردست طور پر متاثر ہیں، آپ کی غزل جامیؒ کی غزل کی یاد دلاتی ہے، اور ہم آپ کی اس غزل کو مسرت سے پڑھتے ہیں اور ہماری خوشی دوبالا ہو جاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسی زمین اور ردیف و قافئے میں ایرانی شاعر ملا جامیؒ کی بھی ایک غزل ہے، جو ترنم و تغزل اسی طرح سے اپنے اندر رکھتی ہے جس طرح تغزل و ترنم کی کیفیت سے حضرت احمد لنگر دریاؒ کی غزل کے اشعار کے دامن مالا مال ہیں۔

آپ کا وہ نایاب عہد جس میں فارسی شعراء کی تعداد صوبہ بہار میں خال خال نظر آتی ہے، اگر اس عہد میں کچھ نہیں ہوتا، اگر دوسرا شاعر نہیں ہوتا، تو اس عہد کی فضیلت اس وجہ سے پر وقیع ہو جاتی کہ حضرت احمد لنگر دریاؒ کا وہ مبارک عہد ہے جس میں ایرانی شاعر ملا جامیؒ ہوئے۔

حضرت مخدوم احمد لنگر دریاؒ بہار کے صوفی شاعر اور فارسی شاعر اسی عہد کے تھے اور یہ عہد نویں صدی ہجری کا عہد تھا۔

صوفیانہ شاعری کی باضابطہ ابتداء ساتویں صدی ہجری سے ہوئی۔ اس گروہ کے پیش رو، سنائیؒ اور خواجہ فریدالدین عطارؒ ہیں، مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:۔

عطار روح بود و سنائی دو چشم او
ما از پی سنائی و عطار آمدیم

مولانا رومیؒ اپنی شاعری کی روح خواجہ فریدالدین عطارؒ کو قرار دیتے ہیں اور اپنی شاعری کی آنکھیں سنائیؒ کو قرار دیتے ہیں، اور رومیؒ یہ

اعتراف کرتے ہیں کہ آپ سنائی اور عطار کے بعد شاعری کے میدان میں تشریف لائے۔

اس عہد کے اساتذہ شعرا میں شیخ سعدی شیرازی، فخر الدین عراقی ہمدانی، مولانا روم اور امیر خسرو دہلوی ہیں۔

حضرت احمد لنگر دریا کی صوفیانہ غزلیں مندرجہ بالا اساتذہ کی غزلوں کی زمین میں ہیں۔

ردیف ت

شیخ فخر الدین عراقی:

عراقی کے دیوان میں مندرجہ ذیل صوفیانہ و عاشقانہ غزل ہے اس میں "گیارہ" اشعار ہیں۔

طرۂ یار پریشان چہ خوشست
قامت دوست خرامان چہ خوشست

خط خوش برلب جانان چہ نکوست
سبزۂ چشمۂ حیوان چہ خوشست

از مئی عشق دلی مست و خراب
ہمچو چشم خوش جاناں چہ خوشست

در خرابات خراب افتادہ
عاشق بی سر و سامان چہ خوشست

آن دل شیفتۂ ما بنگر
در خم زلف پریشان چہ خوشست

یوسف گم شدۂ ما را بین
کندر آن چاہ زنخداں چہ خوشست

لذتِ عشق بتم از من پرسی
تو از آن بی خبری کان چہ خوشست
تو چہ دانی کہ شکر خندہ او
از دہان شکرستان چہ خوشست
چہ شناسی کہ مئ و نقل بہم
از لب آں بت خنداں چہ خوشست
گر بہ بینی کہ بوقتِ مستی
لب من بر لب جاناں چہ خوشست
یار ساقی و عراقی باقی
وہ کہ این عیش بدینساں چہ خوشست[۱]

دیوان فارسی (قلمی) حضرت احمد لنگر دریاؒ میں ایک غزل اسی قافیہ اور ردیف میں ہے مگر بحر میں چیزے ترمیم ہوئی ہے۔

دلبرا آہ عاشقان چہ خوش است
باختن بر رخ تو جان چہ خوش است
یاد تو ذوق شکر است بکام
نامت ای دوست بر زبان چہ خوش است
معنی صورتت بجان بینم
در معنی بدر رج جان چہ خوش است

---

[۱] کلیات شیخ فخر الدین ابراہیم ہمدانی متخلص بعراقی - بکوشش سعید نفیسی (از انتشارات کتابخانہ سینائی) ص ۱۵۵ ——
ادارہ تحقیقات عربی و فارسی لائبریری، پٹنہ۔

صورت خوب، تست معنی جان

صورت خوب در جہاں چہ خوش است

با چنیں روی مہر عادت کن

مہروی تو مہرباں چہ خوش است

ابروانت کمان است و مژگان تیر

ترک باتیر و باکمان چہ خوش است

ابروانت کہ طاق محراب اند

سجدہ در طاق ابروان چہ خوش است

بوسہ ات را بجان خریدارم

شکر از مصر رایگان چہ خوش است

للہ الحمد برمی و معشوق

میل خاطر زمان زمان چہ خوش است

ساقیا از لبان میگونت

بوسۂ چند ازان دہان چہ خوش است

احمد از بادۂ شبان برجوش

سرخوشی از بادۂ شبان چہ خوش است

شیخ فخرالدین عراقی، ساتویں صدی ہجری کے صوفی شاعر تھے اور شیخ سعدی شیرازی، محمود شبستری، مولانا رومی اور امیر خسرو دہلوی کے عہد کے شاعر تھے جیسا کہ میں نے کہا ہے، عراقی، شیخ طریقت تھے اور بادۂ صوفیانہ رکھتے تھے، صوفیانہ عشق کے زینے پر بتدریج مجازی عشق سے بڑھے۔ اس طرف سعید نفیسی نے اپنے مقدمے میں اشارہ کیا ہے، عراقی جاذۂ صوفیانہ رکھتے تھے میں نے کہا ہے، آپ نے ہندوستان،

اور عرب ممالک کا سفر اختیار کیا تھا۔ صوفیانہ عشق کی آگ سینے میں رکھتے تھے۔ اور اپنے عواطفِ قلبی کا اظہار مترنم اور رواں عاشقانہ غزلوں میں پوری مستی اور والہانہ کیفیتوں سے کیا کرتے تھے۔ ؎

عراقی کی غزلوں میں صوفیانہ مضمون نہایت عاشقانہ اور والہانہ انداز سے موزوں ہوئے ہیں، مصرعوں میں الفاظ کا انتخاب فنکارانہ طور پر ہوا ہے جس سے عراقی کے مخصوص عشق کا پتا چلتا ہے اور عراقی کا عشق صادق اور صوفیانہ ہے۔ ان کی زیر بحث غزل عریاں طور پر صوفیانہ عشق کی کیفیت بیان کرتی ہے اس لئے اس غزل کا مقام صوفیانہ ادب میں اہم ہے۔ مطلع

طرۂ یار پریشان چہ خوشست

قامت دوست خرامان چہ خوشست

حضرت احمد لنگر دریاؒ بہار کی صوفیانہ شاعری میں اپنا مقام اعلیٰ وارفع رکھتے تھے، چار پشت بلخی خاندان کے اسلاف سے صوفی و درویشی کی زندگی ورثے میں آئی تھی اور دو پشت بلخی خاندان کے اسلاف بزرگوں (حضرت مولانا مظفر شمس بلخیؒ، حضرت مخدوم حسین "نوشہ توحید" بلخیؒ) سے صوفیانہ شاعری حصے میں آئی تھی، آپ کے خاندان کے مقتدر اکابر فقہ، حدیث، فلسفہ اور ادبیات عربی و فارسی میں ذی اثر اور ذی صلاحیت علماء تھے، اور آپ کا عہد "عہد خسرو" سے قریب تھا، جس عہد میں دو صوفی شعراء بہار شریف (پٹنہ) میں ہوئے تھے، حضرت مخدوم مولانا مظفر شمس بلخیؒ اور حضرت

؎ : مقدمہ ــــ سعید نفیسی ــ کلیات شیخ فخر الدین عراقی (انتشارات کتابخانہ سنائی)۔ ادارہ تحقیقات لائبریری عربی و فارسی پٹنہ۔

مخدوم احمد چرم پوش ـــــــ (ابیر شریف، بہار)۔

یہ بزرگان، آٹھویں صدی ہجری کے مایۂ ناز بہاری صوفی شعرا تھے۔
آپ کے دادا حضور، حضرت شیخ حسین "نوشہ توحید" بلخیؒ، بہار شریف خانقاہ
کے شیخ اور صوفی تھے اور ایک مایۂ ناز صوفی شاعر بھی تھے ـــــــ یہ ماحول
آپ کی صوفیانہ شاعری کو پروان چڑھانے کے لئے کافی تھا اور جس عہد میں
آپ بحیثیت ایک فارسی شاعر کے بہار میں اپنا مقام مخصوص فرماتے
رہیں، وہ نویں صدی ہجری کا عہد تھا اور اسی عہد میں ایران میں ملّا جامی ہوئے
جو آپ کے ہمعصر شاعر تھے۔

اس تمہید کی روشنی میں آپ کی صوفیانہ شاعری خراج تحسین سے
مالامال ہوتی ہے، آپ نے زیر بحث غزل میں عراقی کے صوفیانہ افکار کی تائید
فرمائی ہے اور اپنی غزل کو مترنم، ردیف "دقافیے" میں بعینہٖ و بجنسہٖ اسی
طرح موزوں فرمائی ہے جس ردیف "دقافیے" میں عراقی نے موزوں فرمائی تھی،
مگر آپ کی غزل کی زمین میں چیزے ترمیم ہوئی ہے، آپ کا مطلع یہ ہے:

دلبرا آہ عاشقان چہ خوش است

باختن بر رُخ تو جان چہ خوش است

اس مطلع میں بھی مناسب لفظوں کے دروبست مصرعوں میں
کئے گئے ہیں جو عاشقانہ و صوفیانہ خیالات کی طرف ہماری رہنمائی کرتے
رہیں ـــــــ "باختن بر رخ" کی ترکیب صناعانہ ہے اور اس کو پوری صحت
سے اس مصرعہ میں موزوں کیا گیا ہے۔ ع

باختن بر رُخ تو جان چہ خوش است

یہ حضرت احمد لنگر دریاؒ ہیں، آپ کی غزل کے دوسرے اشعار بھی
عاشقانہ اور والہانہ طور پر موزوں ہوئے ہیں جو عراقی کی غزل کی یاد

دلاتے ہیں :۔۔۔۔۔

ابر دانت کہ طاق محراب اند
سجدہ در طاق ابروان چہ خوش است

بوسہ ات را بجان خریدارم
شکر از مصر رایگان چہ خوش است

للہ الحمد بر مئی و معشوق
میل خاطر زمان زمان چہ خوش است

ساقیا از لبان می گونت
بوسۂ چند ازان دہان چہ خوش است

احمد از بادۂ شبان برجوش
سرخوش از بادۂ شبان چہ خوش است

عراقی اپنے صوفیانہ عشق کی کیفیت اس طرح موزوں کرتے ہیں۔

لذتِ عشق ہم از من پرس
تو از آن بی خبری کان چہ خوش است

تو چہ دانی کہ شکر خندۂ او
از دہانِ شکرستان چہ خوش است

چہ شناسی کہ مئی و نقل بہم
از لب آن بت خندان چہ خوش است

گر ببینی کہ بوقتِ مستی
لب من بر لبِ جانان چہ خوش است

یار ساقی و عراقی باقی
وہ کہ این عیش بدینسان چہ خوش است

دونوں غزلوں میں یہ عاشقانہ جذبات بیان ہوئے ہیں اور یہ صوفیانہ جذبات شعر ہیں، سب سے پہلے اپنی غزل میں عراقیؔ نے انہیں بیان کیا، عراقیؔ کی غزل میں پختگی پائی جاتی ہے اور اساتذہ فارسی کا رنگ ہے، حضرت احمد لنگر دریارؒ بھی عاشقانہ کوائف کا اظہار صوفیانہ طور پر اسی طرح فرماتے ہیں جس طرح عراقیؔ نے اپنی غزل میں اظہار کیا تھا ــــــ عراقیؔ کے شعروں میں شوخ و شنگ لفظوں کا حسن کے ساتھ اجتماع ہے :ــ "شکر خندۂ او"، "مئی و نقل"، "لب بر لب جاناں" اور "یار ساقی و عراقی باقی" ــــــ یہ الفاظ غزل کو "مے دو آتشہ" عطا کرتے ہیں اور شعروں کے حسن میں اضافہ کرتے ہیں ــــــ حضرت احمد لنگر دریاؒ کے شعروں میں بھی شوخ و شنگ لفظوں کا اجتماع صحت سے پایا جاتا ہے۔ "طاق محراب"، "طاق ابروان"، "شکر از مصر"، "مئی و معشوق"، "لبان میگوئیت"، "بوسۂ چند" اور "بادۂ شبان" ــــــ ان لفظوں کی مناسب ترکیبیں مصرعوں میں ہوئی ہیں اور شعری لطف و حظ صوتی اور معنوی دونوں حیثیتوں سے آپ کے شعروں سے حاصل ہوتا ہے، آپ کی غزل سے بھی صوفیانہ کوائف کی پختگی ہے اور آپ کی غزل عراقیؔ کے رنگ میں ایک کامیاب غزل ہے۔

فخر الدین عراقیؔ کی دوسری غزل کلیاتِ عراقیؔ کے ردیف و میں ہے اور اس غزل میں گیارہ اشعار ہیں :ــ

ترک من، ای من غلام روی تو
جملہ ترکان جہان ہندوی تو

لعل تو شیرین تر از آب حیات
زان بگو خوشتر چہ باشد روی تو

خرم آن عاشق که بیند آشکار
بامدادان طلعت نیکوی تو
فرخ آن بیدل، که یابد هر سحر
از گل گلزار عالم بوی تو
حیف نبود ما چنین تشنه جگر؟
وآب حیوان رایگان در جوی تو
دل گرفتار کمند زلف تو
جان شکار غمزهٔ جادوی تو
غمزهٔ خونخوار تو کرد آنچه کرد
تا چه خواهد کرد با ما خوی تو؟
من چو سر در پای تو انداختم
بر سر آیم عاقبت چون موی تو
چون دل من در سر زلف تو شد
هم خود آیم گهگاه همزانوی تو
هم به پیلد جان جمال تو نیان
چون نهان شد در خم گیسوی تو
هر زمان جای دگر سازی مقام
تا نیابد کس نشان در بوی تو
هر نفس جای دگر یابم کنی
تا عراقی ره نیابد سوی تو[1]

---

[1]: کلیات شیخ عراقی (بکوشش سعید نفیسی) ص ۲۶۴ — ۲۶۳

عراقی کی یہ غزل ترنم و تغزل سے مالامال ہے، ادبیات فارسی میں اس غزل کو شہرۂ آفاق مقبولیت حاصل ہوئی۔ عراقی کی ہی یہ غزل حضرت امیر خسرو دہلوی، حضرت مخدوم شیخ احمد چرم پوش اور حضرت احمد لنگر دریاؒ کی مترنمانہ و عاشقانہ غزلوں کی "پیش رو" ثابت ہوئی اور ان بزرگوں نے عراقی کی زمین اور ردیف و قافیہ میں اپنی مترنمانہ و عاشقانہ غزلیں موزوں فرمائیں۔

حضرت امیر خسرو دہلوی :-

تا شدم چشم آشنا بر روی تو
چشمہا از من روان شد سوی تو[۱]

حضرت مخدوم شیخ احمد چرم پوشؒ :-

مفلسانیم آمدہ در کوی تو بازاران آرزوی روی تو[۲]

امیر خسرو کی غزل سے مطلع پیش کیا گیا ہے اور اس میں آٹھ اشعار ہیں اور حضرت مخدوم شیخ احمد چرم پوشؒ کی غزل کا مطلع مندرج بالا کیا گیا ہے اور آپ کی غزل میں نو ۹ اشعار ہیں۔

حضرت امیر خسرو دہلوی اور حضرت مخدوم احمد چرم پوشؒ کے عہد کے سو برسوں کے بعد حضرت احمد لنگر دریاؒ نے اپنی غزل عراقی کی زمین اور ردیف و قافیے میں موزوں فرمائی، خیالات و افکار میں آپ عراقی کی تقلید فرماتے ہیں اور امیر خسرو و حضرت احمد چرم پوشؒ کے ہمنوا ہوتے ہیں۔

۱: دیوان امیر خسرو دہلوی (مطبوعہ) نول کشور لکھنؤ ص ۲۹۲، ۲۹۳ - خدا بخش خاں لائبریری، پٹنہ

۲: دیوان (فارسی قلمی) حضرت احمد چرم پوشؒ - ردیف و - شعبۂ مخطوطات اردو فارسی پٹنہ یونیورسٹی لائبریری، پٹنہ۔

آپ کی غزل یہ ہے :-

تا منم این سر و خاک کوی تو	تا زیم دست من و گیسوی تو
قبلۂ خلقان اگر چہ کعبہ شد	سجدہ گاہم نیست جز ابروی تو
ہر کسی دارد ہوای در دماغ	من ہوا دارم کہ بینم روی تو
ہر یکی مشغول کار خود شدہ	کار و بارم گشت جست و جوی تو
شیر مردان را ببازد در رہی	غمزہ ہای چشم بی آہوی تو
تیر مژگان تو از جوشن گزشت	آفرین بر دست و بر بازوی تو
تو غلام خوی بد ہستی اگر	من غلام عادت بد خوی تو

عراقی کی مذکورہ غزل ہی ہندوستانی اساتذۂ فارسی کی مترنم غزلوں کے وجود میں لانے کی پیش خیمہ ثابت ہوئی، جیساکہ میں نے کہا ہے، اب ہندوستانی اساتذہ کی غزلوں کا اندازہ لگایا جائے اور عراقی کی غزل سے حضرت احمد لنگر دریا کی غزل کا مقابلہ کیا جائے تو یہ اندازہ ہوگا کہ ہندوستانی اساتذۂ فارسی کی غزلوں میں آپ کی غزل کا کیا مقام ہے۔

عراقی کی غزل کا یہ مطلع ہے :-

ترک من، ای من غلام روی تو

جملہ ترکان جہان ہندوی تو

آپ کا مطلع ہے :-

تا منم این سر و خاک کوی تو

تا زیم دست من و گیسوی تو

عراقی اپنے مطلع میں صوفیانہ و عاشقانہ تجربوں کو بیان کرتے ہیں :-

عراقی کہتے ہیں :- " اے محبوب میرے، میں تیرے چہرے کا غلام

ہوں (یعنی عاشق ہوں) (صرف میں ہی نہیں ہوں) ساری دنیا کے محبوب،
معشوق تیرے محبوب و دوست ہیں ـــــ "ترک" فارسی زبان میں
"محبوب" کو کہتے ہیں۔

اور آپ فرماتے ہیں، "جب تک میں (بقید حیات) ہوں یہ سر
(حاضر ہے) اور تیری گلی کی مٹی ہے۔ اور جب تک میں جیتا ہوں، میرا ہاتھ ہے
اور تیری زلف ہے" عراقی کے مطلع کا تو کوئی ثانی نہیں ہو سکتا، عراقی اپنے
مطلع میں 'ترک'، 'غلام'، اور 'ہندو' ـــــ لفظوں کو اچھی طرح مناسب
مقام پر موزوں کرتے ہیں، اس وجہ سے آپ کے مطلع کا حسن دوبالا ہو جاتا
ہے ـــــ اور ان کے مطلع میں پوری غزل کی شعریت سرایت کر جاتی ہے
اور تغزل و ترنم کا نمایاں اثر مطلع میں جگہ لیتا ہے۔

عراقی اپنے عاشقانہ غزلوں کے مطلع موزوں کرنے کے گر جانتے تھے
اور ان کے مطلعوں سے مشق کہنے کے اد. اس سے پہلے ان کے گر کا احساس
ہوتا ہے۔

حضرت احمد لنگر دریا رح کا مطلع ہے:۔

تا منم اینا سر و خاک کوئی تو   تا زیم دست من و گیسوی تو

آپ بھی عراقی کی طرح سے اپنے عاشقانہ و صوفیانہ کوائف کو بیان
کرتے ہیں، آپ کا مطلع ایک صوفی شاعر کے عشق صادق کو پیش نظر کرتا ہے
اور آپ اپنے صوفیانہ کوائف کو عاشقانہ تجربے بنانے میں نہایت مخلص
ہیں ـ آپ کا مطلع رواں دواں اور شیریں زبان کی کفایت کرتا ہے۔
"تا زیم دست من و گیسوی تو" یہ مصرع تغزل و ترنم سے پُر ہے اور
عاشقانہ تجربے کا بیان کرتا ہے۔ احمد لنگر دریا رح کی غزل امیر خسرو اور
حضرت [illegible] کی غزل کی یاد دلاتی ہے ـــــ

امیر خسروؔ کی غزل کے یہ عاشقانہ اشعار ہیں :-

عاشق روی تو ام کز بس صفا

روی تو آن دیدان اندر روی تو

من کجا خسپم کہ از فریاد من

شب نمی خسپد کسی در کوی تو[1]

حضرت احمد چرم پوش کی غزل سے یہ عاشقانہ اشعار پیش نظر ہیں :-

تشنہ می میریم ما این جا چرا

با کہ گوییم آب اندر جوئے تو

گر رود روزی ز قالب جان من

ہم رود آخر سراسر سوی تو[2]

خسروؔ کی غزل عراقیؔ کے فن سے قریب ہے، حضرت مخدوم شیخ احمد چرم پوش رح کی عاشقانہ غزل میں صوفیانہ رنگ شیر وشکر ہو تا ہے اور صوفیانہ رنگ ممتاز نظر آتا ہے ، حضرت احمد چرم پوش بھی عراقی کے فن سے خوشہ چینی فرماتے ہیں اور آپ کی غزل بھی عاشقانہ و صوفیانہ دونوں ہے جیسی عراقی کی غزل ہے ۔

حضرت مخدوم شیخ احمد چرم پوش رح متوفی (۷۷۶ھ) آپ کے سانحۂ ارتحال کی تاریخ " مخدوم یگانہ " سے نکلتی ہے ، آپ کا روضۂ مبارک

---

[1] - دیوان امیر خسروؔ (مطبوعہ) نول کشور لکھنؤ - ص ۳۹۲ - ۳۹۳ - خدا بخش خاں لائبریری ، پٹنہ

[2] - دیوان (فارسی قلمی) حضرت احمد چرم پوش رح - ردیف و - شعبۂ مخطوطات اردو فارسی ، پٹنہ یونیورسٹی لائبریری ، پٹنہ -

امبیر شریف (مضافات بہار شریف، پٹنہ) میں ہے اور ابھی تک مرجع خلائق ہے۔

آپ آٹھویں صدی، ہجری کے فقیر اور صوفی شاعر تھے، حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ بہاری (متوفی ۷۸۲ھ) (مادہ تاریخ وفات "پر شرف") آپ کے خلیرے بھائی تھے، حضرت سلطان شمس بلخیؒ کے پیر و مرشد تھے جو مولانا مظفر شمس بلخیؒ کے ہمعصر تھے۔

آپ کے فارسی (قلمی) دیوان کے متعدد نسخے دریافت ہوئے ہیں جو پٹنہ کی بڑی لائبریریوں میں موجود ہیں، پٹنہ یونیورسٹی لائبریری کے شعبہ مخطوطات اردو و فارسی میں آپ کے قلمی دیوان کا ایک نسخہ موجود ہے۔ ایک فارسی (قلمی) نسخہ آپ کے دیوان کا خدابخش خاں لائبریری میں بھی موجود ہے، اور ایک فارسی (قلمی) دیوان کا نسخہ شاہ تقی حسن بلخی (پٹنہ) کے پاس بھی موجود ہے۔

آپ کے کلام میں صوفیانہ و عاشقانہ رنگ غالب ہے اور آپ کا کلام ادبیات فارسی بہار کے شاعروں کے کلام میں ممتاز مقام رکھتا ہے۔ عراقی کی غزل کی زمین میں آپ کی ایک غزل ہے جو صوفیانہ و عاشقانہ خیالات کے بیان میں شیخ عراقی کی غزل کی ہمنوا ہے۔ آپ کی غزل کا مقابلہ حضرت احمد لنگر دریاؒ کی غزل سے کیا جا سکتا ہے۔

حضرت احمد لنگر دریاؒ	حضرت احمد چرم پوش
تا منم اینی سر د خاک کوی تو	مفلسا نیم آمدہ در کوی تو
تا زیم دست من و گیسوی تو	با ہزاران آرزوی روی تو
قبلۂ خلقان اگرچہ کعبہ شد	چون گدایان بر درت امیدوار
سجدہ گاہم نیست جز ابروی تو	تا رسد اندر مشام بوی تو

ہر کسی دارد ہوای در دماغ
من ہوا دارم کہ بینم روی تو

مستمندیم و نزار و خوار و زار
عاجزیم از عادت و از خوی تو

ہر یکی مشغول کار خود شدہ
کار و بارم گشت جست و جوی تو

تشنہ می میریم ما این جا چرا
با کہ گوییم آب اندر جوی تو

شیر مردان را بسازد روبہی
غمزہ ہای چشم بی آہوی تو

ہر کسی سوی نمازی می کند
سجدۂ ما در خم ابروی تو

تیر مژگان تو از جوشن گزشت
آفرین بر دست و بر بازوی تو

گر رود روزی ز قالب جان من
ہم رود آخر سراسر سوی تو

تو غلام خوی بد ہستی اگر
من غلام عادت بد خوی تو

ہمچو مرغی در میان قید دام
ماندہ ام در حلقہای موی تو

رشتہ حبل المتین باشد مرا
گر بیابم تاری از گیسوی تو

بر در است افتادہ احمد روز و شب
تا دہد جاں را نجات کوی تو [1]

حضرت احمد چرم پوشؒ کی غزل کے اشعار میں صوفیانہ رنگ، عاشقانہ اظہار بیان میں زیادہ نمایاں ہے اور اسی طرح سے حضرت احمد لنگر دریاؒ کی غزل کے اشعار میں صوفیانہ و عاشقانہ اثر برابر نمایاں ہے۔

عراقی کا مطلع یہ ہے:

ترک من، ای من غلام روی تو ؛ جملہ ترکان جہان ہندوی تو

---

[1] دیوان احمد چرم پوشؒ (فارسی قلمی) ردیف و ۔ شعبۂ مخطوطات اردو فارسی، پٹنہ یونیورسٹی لائبریری، پٹنہ۔

آپ کا شعر اس جگہ پر اس طرح چسپاں ہوتا ہے:-

توغلام خوی بد ہستی اگر　　　　من غلام عادت بد خوی تو

اسی عاشقانہ مضمون کو حضرت احمد جرم پوشؒ اس طرح بیان فرماتے ہیں:-

ہمچو مرغکا در میان قید عام　　　　ماندہ ام در حلقۂ گیسوی تو

اس مثال سے بیان واضح ہوتا ہے کہ حضرت احمد لنگر دریاؒ، شیخ عراقی اور حضرت احمد جرم پوشؒ کے شعری ادب سے برابر برابر خوشہ چینی فرماتے ہیں۔

ردیف م

حضرت احمد لنگر دریا کے فارسی (قلمی) دیوان میں ایک مترنم، سوزیانہ و عاشقانہ غزل ہے، اس غزل کو آپ نے حضرت مخدوم شیخ احمد جرم پوشؒ کی غزل کی زمین میں موزوں فرمائی ——— دونوں غزلوں کو تقابلی جائزے کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے ———

حضرت احمد لنگر دریاؒ	حضرت احمد جرم پوشؒ
ما گدایان کوی خماریم	ما گدایان خیل سبحانیم
مسجد و کعبہ در نظر ناریم	بر سر ملک عشق سلطانیم
ہر کجا وصل دوست دست دہد	گہہ چو موسیٰؑ کلیم بر کوہ طور
گر کنشت است کعبہ پنداریم	گاہ بر طور فقر عمرانیم
ما نہ در بند عزت و جاہیم	ما بزنبیل نیستی ہستیم
پای بند ہوای دل داریم	گرچہ در ملکت سلیمانیم

فارغیم از قبول و رد کسان
بل کسان را بهیچ نه شماریم
ما نه جویان ملک و سلطنتیم
ما نه پروای این و آن داریم
گاه گنجیم و گاه ویرانه
گاه شادیم و گاه غمخواریم
گاه ما راحتیم و گه محنت
گاه نوریم جمله گه ناریم
مفلسانیم در هوای بتان
گنج جان در نثار می آریم
احمد از عشق فارغیم از آنک
گر نکوکار یا گنهگاریم

درد عشق از دوای ما بنداشت
بوالعجب درد بلکه درمانیم
چون نظر بر جمال خود کردیم
عاشق حسن خویش و حیرانیم
آیت مصحف از جمال وجود
از ازل تا ابد همین خوانیم
عالمی عاشقی خدا گردد
گر نقاب از جمال افشانیم
مرغ لاهوتیم و طائر قدس
باز بنگر که ما چه مرغانیم
هست الوان قرب در وحدت
ما دران خاصه نقش الوانیم
گوهر ما ازین طبائع نیست
دُر دریا و گوهر کانیم
نه زخاک و زباد نه آتش
تا بدین و نه آنیم [1]
محرم سرّی مع اللّهم
عالم نگفته خدا دانیم [2]
بادشاهیم ما بملک فقر
گرچه ما ده چو رندانیم

---

۱. کذا. ۲. کذا.

یوسف ملک مصر لاہوتیم | بہر آں آمدہ بکنعانیم
مرغ ہائیم از نشیمن قدس | کہ دریں دام دہر مہمانیم
گاہ لیلیٰ و گاہ مجنونیم | گاہ پیدا و گاہ پنہانیم
ہمچو احمد بحلقۂ رندان | رند خود بلند راہ مستانیم[۱]

حضرت احمد لنگر دریا رح کے (فارسی قلمی) دیوان میں مذکورہ غزل کے نو اشعار ہیں، اور حضرت مخدوم شیخ احمد چرم پوش رح کے فارسی (قلمی) دیوان میں آپ کی غزل میں ستّرہ اشعار ہیں۔

حضرت احمد لنگر دریا رح کی یہ آخری غزل مقابلے کے لئے پیشِ نظر ہے، اور اس غزل کو آپ نے حضرت مخدوم شیخ احمد چرم پوش رح کی زمین میں موزوں فرمائی جیسا کہ بیان کیا ہے ——— آپ کا عہد حضرت احمد چرم پوش رح سے سو برس بعد کا ہے، آپ سلسلۂ فردوسیہ کے بہاری شیخ تھے اور حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رح بہاری کے چوتھے خلیفہ اور سجادہ نشین تھے۔ آپ کی مہارت یہ ہے کہ جہاں آپ نے حافظ، سعدی، عراقی اور جامی ایرانی شعرائے فارسی کی غزلوں کی زمین میں غزلیں موزوں فرمائی وہاں آپ نے ہندوستان کے قریب العہد اساتذۂ فارسی شعراء حضرت امیر خسرو دہلوی اور حضرت مخدوم شیخ احمد چرم پوش رح کی غزلوں کی زمین میں بھی اپنی غزلیں موزوں فرمائی اور مہارتِ شاعری کا وہی کمال پیش نظر فرمایا۔ جیسا کمال آپ نے دیگر فارسی شعراء کے فن میں اکتساب فکر و نظر کر کے پیشِ نظر فرمایا۔

---

[۱] دیوان (فارسی قلمی) احمد چرم پوش رح ——— ردیف م ـ شعبۂ مخطوطات اردو فارسی، پٹنہ یونیورسٹی لائبریری، پٹنہ

حضرت احمد جیم پوش رح کی غزل میں صوفیانہ و عاشقانہ رنگ نمایاں اور
عریاں ہے، آپ کا ظاہر و باطن ایک تھا، جیسا آپ فکر فرماتے تھے، اسے
پوری صلاحیت سے شاعری میں موزوں فرماتے تھے۔ حضرت احمد جرم پوش رح کی غزل
طویل ہے اور مطلع ہی سے صوفیانہ کوائف کا اظہار شاعرانہ طور پر ہوتا ہے۔

ما گدایان خیل سبحانیم   بر سر ملک عشق سلطانیم

اور حضرت احمد لنگر دریا رح کی غزل مختصر ہے مگر مطلع ہی سے صوفیانہ
کوائف کا عاشقانہ اظہار ہوتا ہے۔

ما گدایان کوی خماریم   مسجد و کعبہ در نظر ناریم

دونوں مطلعے دلکش ہیں اور دونوں سے صوفیانہ و عاشقانہ کوائف کا اظہار
ہوتا ہے، دونوں مطلعوں میں مصرعوں کی ترکیب اور لفظوں کے دربست
میں مشابہت پائی جاتی ہے۔

ما گدایان خیل سبحانیم ——— احمد جرم پوش رح
ما گدایان کوی خماریم ——— احمد لنگر دریا رح ——— دونوں

مصرعوں کی ابتدائی ترکیب "ما گدایان" سے ہوئی ہے "خیل سبحانیم" کی
ترکیب اور ردیف حضرت احمد جرم پوش رح کی صوفیانہ شیفتگی کی طرف
اشارہ کرتی ہے اور حضرت احمد لنگر دریا رح اپنے ردیف و قافیے میں شعری
محاسن پیدا کرتے ہیں ——— حضرت احمد لنگر دریا رح کے عاشقانہ و صوفیانہ
اشعار یہ ہیں۔

گاہ گنجیم و گاہ ویرانہ   گاہ شادیم و گاہ غمخواریم
گاہ ما زاکنیم و گہ محنت   گاہ ندیم جملہ، گہ نادیم

حضرت احمد جیم پوش رح کے عاشقانہ و صوفیانہ اشعار یہ ہیں:۔

مرغ جانیم از نشیمن قدس   کہ درین دام دہر مہمانیم

گاہ لیلیٰ و گاہ مجنونیم　　گاہ پیدا و گاہ پنہانیم

صوفیانہ کوائف کا اظہار ان شعروں میں برابر عاشقانہ طور پر ہوا ہے مصرعوں کی "حسن ترکیب" یہ ہے کہ ترکیبیں صناعانہ طور پر ہوئی ہیں۔ اور تغزل و ترنم کا لطف ان شعروں کے تمام مصرعوں سے حاصل ہوتا ہے۔

حضرت احمد لنگر دریاؒ کی غزلوں کے مقابلے ہندوستانی و ایرانی شاعروں کی غزلوں سے پیش نظر کئے گئے ہیں، اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کا ادب محدود نہیں تھا، بلکہ وسیع تھا، صوفیانہ شاعری میں آپ اسی طرح سے مہارت رکھتے تھے جس طرح ایرانی صوفی شعراء عراقی اور جامیؒ رکھتے تھے، جس طرح ہندوستانی اساتذہ امیر خسرو دہلوی اور حضرت احمد چرم پوشؒ مہارت رکھتے تھے اور علم مضمون کی شاعری میں آپ ویسا ہی مہارت رکھتے تھے جو نقوش کے نمونے سعدیؒ اور حافظؒ اپنے بعد چھوڑ گئے۔

حضرت احمد لنگر دریا کی مثنوی نگاری

آپ کے فارسی (قلمی) دیوان میں بارہ [12] رباعیاں اور چار مثنویاں ہیں۔ رباعیوں اور مثنویوں میں صوفیانہ کوائف کا اظہار عاشقانہ طور پر فرماتے ہیں، جس طرح سنائی، عطار، محمود، شبستری اور جامیؒ اپنی مثنویوں میں صوفیانہ کوائف کا اظہار بیان شاعری میں موزوں کرتے ہیں۔ اسی طرح سے آپ بھی اپنی مثنویوں میں صوفیانہ کوائف کو موزوں فرماتے ہیں، مگر آپ کی مثنویوں کی تعداد کم ہے جبکہ مذکورہ بالا اساتذہ کی مثنویوں کی کائنات وسیع ہے۔ آپ کی ایک عارفانہ مثنوی ہے جو مولانا جلال الدین رومیؒ کی مثنوی معنوی کی عارفانہ و صوفیانہ مثنوی کی یاد دلاتی ہے۔

حضرت احمد لنگر دریا

جمله عشق است این همه بسم الله عشق
عشق را در کار کن ای شاه عشق

عشق مالا مال جمله عالم است
عشق پیدا در لباس آدم است

عشق ظاهر در جمال دلبر است
عشق باطن در صفات عاشق است

کی شود بی عشق هرگز هیچ کار
عشق خود را عشق کرده اختیار

گر تو داری دولتی در صحبت یار
عشق آر و عشق آر و عشق آر

عشق بار گشت پیدا از خدا
مقتدای عشق گشته مصطفیٰ

عشق بوبکر رض خوش بنیاد داد
عشق را فاروق رض الحق داد داد

عشق را عثمان رض نکو آباد کرد
عشق را حیدر رض قوی بنیاد کرد

عشق را آن حسین رض و هم حسن رض
عشق را مقبول گشته آن دو تن

تابعین هم تبع آن را عشق دان
پیر را عشق است در را عشق دان

حضرت جلال الدین مولانا رومی

شاد باش ای عشق خوش سودای ما
ای طبیب جمله علتهای ما

ای دوای نخوت و ناموس ما
ای تو افلاطون و جالینوس ما

جسم خاک از عشق بر افلاک شد
کوه در رقص آمد و چالاک شد

عشق جان طور آمد عاشقا
طور مست و خر موسیٰ صاعقا

با لب دمساز خود گر جفتمی
همچو نی من گفتنیها گفتمی

هر که او از هم زبانی شد جدا
بی زبان شد گرچه دارد صد نوا

چونکه گل رفت و گلستان در گذشت
نشنوی زان پس ز بلبل سرگذشت

جمله معشوقست و عاشق پرده
زنده معشوقست و عاشق مرده

چون نباشد عشق را پروای او
او چو مرغی ماند بی پروای او

من چگونه هوش دارم پیش و پس
چون نباشد نور یارم پیش و پس

با حقیقت گر نباشی عشق باز | عشق خواهد کین سخن بیرون بود
باری از تکلیف کن عشق مجاز | آینه غماز نبود چون بود
نردبان آمد حقیقت را مجاز | آینه دانی چرا غماز نیست
راه حق را ای پسر این توشه ساز | زانکه زنگار از رخش ممتاز نیست
از مجازت راه بکشاید ترا | بشنوید ای دوستان این داستان
تا حقیقت آشنا آید ترا | خود حقیقت نقد حال ماست آن [۱]

گر توانی پاک باز اندر مجاز
عاقبت محمود گردی ای ایاز

آپ کے فارسی (قلمی) دیوان سے ایک مثنوی کے چودہ اشعار مندرجہ بالا لکھے گئے ہیں۔ آپ نے اس مثنوی کو بحر رمل غیر سالم میں موزوں فرمایا جو مثنوی مولانا روم کی زمین میں ہے۔ اور مثنوی معنوی (مولانا رومی) سے تیرہ اشعار مندرجہ بالا لکھے گئے ہیں۔

مولانا رومی اپنی مذکورہ مثنوی میں صوفیانہ و عاشقانہ کیفیت کا اظہار فرماتے ہیں اور "عشق" کی حقیقت پر اظہار خیال فرماتے ہیں۔

مثنوی معنوی کا مقام ادبیات فارسی میں بڑا ہے اور اس کے اشعار کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ "مثنوی معنوی" ہی ایک ایسی کتاب ہے جو مولانا رومی کو ابدی شہرت سے مالا مال کرتی ہے، اس مثنوی کے چھ دفتر ہیں۔ ادبیات فارسی کے تذکرہ نگاروں کا یہ اندازہ ہے کہ اس میں چھبیس ہزار اشعار منظوم ہوئے ہیں۔ یعنی کی حیثیت سے مثنوی

---

[۱] ۔ مثنوی معنوی (مطبوعہ) جلد اول، ص ۴ ۔۔۔ جلال الدین محمد بن الحسین البلخی رومی ـــــ خدا بخش خاں لائبریری پٹنہ

میں ایک صوفی شاعر گزرے ہیں اور آپ کا عہد ساتویں صدی ہجری ہے۔ آپ کا وطن بلخ تھا مگر اپنے اوقات کو آپ نے آسیائے صغیر (Asia Minor) میں بسر فرمایا۔ قونیہ میں اقامت پذیر ہوئے اور آسیائے صغیر یا ایشیائی کوچک کے ایک خطے میں اقامت پذیر ہوئے۔

اُس خطے کو روم کہتے ہیں، اسی مناسبت سے آپ کو رومی کہتے ہیں۔ مولانا رومی! آپ کی ولادت ۶۰۴ھ (چھ سو چار ہجری) میں بلخ میں ہوئی۔

مولانا رومی کی مثنوی سے "عشق" کی حقیقت پہ یہ اشعار ہمارے سامنے آتے ہیں:۔

شاد باش ای عشق خوش سودای ما — ای طبیب جملہ علتہای ما

ای دوای نخوت و ناموس ما — ای تو افلاطون و جالینوس ما

عشق جان طور آمد عاشقا — طور مست و خر موسیٰ صاعقا

اور حضرت احمد لشکر دریا اپنی مذکورہ مثنوی میں "عشق" کی یہ حقیقت بیان فرماتے ہیں۔

جملہ عشق است این ہمہ واللہ عشق
عشق را در کار کن ای شاہ عشق

عشق مالا مال جملہ عالم است
عشق پیدا در لباس آدم است

عشق ظاہر در جمال و خم است
عشق باطن در صفات عاشقانست

دونوں مثنویوں کے ایسے اشعار میں "عشق" کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ رومی "عشق" کو تمام انسانی بیماریوں کی دوا تجویز فرماتے ہیں۔

اور عشق کو دنیا کے معتبر طبیبوں کے ناموں سے یاد فرماتے ہیں ۔ آپ فرماتے ہیں کہ "عشق" ہی ہمارے لئے افلاطون اور حکیم جالینوس ہے ۔ "عشق" ہی "کوہ طور" کی جان ہوا ، اور موسیٰ علیہ السلام عشق کے تیر سے زخمی ہوئے اور بیہوش ہوگئے اور "کوہ طور" خاکستر ہوگیا ۔ مولانا رومی عشق سے مراد روحانی عشق لیتے رہیں ۔

حضرت احمد لنگر دریا بھی عشق سے مراد روحانی عشق لیتے ہیں آپ کا خیال ہے ۔ تمام کائنات عشق ہی عشق ہے ، آدم علیہ السلام عشق کے لباس میں دنیا میں جلوہ گر ہوئے ، خوبصورتوں کے حسن میں عشق ہی جلوہ گر ہے اور عشق ، عاشقوں کی روحانی صفت قرار دیا گیا ہے ۔

حضرت احمد لنگر دریا حقیقی عشق کی تعلیم فرماتے ہیں ۔

کی شود بی عشق ہرگز ہیچ کار
عشق خود را عشق کردہ اختیار

گر تو داری دولتی دبخت یار
عشق آرو عشق آرو عشق آر

مولانا رومی عشق کو اپنا روحانی فلسفہ بناتے ہیں ۔

جملہ معشوقست و عاشق پردہ — زندہ معشوقست و عاشق مردہ
چوں نباشد عشق را پروای او — او چو مرغی ماند بی پروای او

حضرت احمد لنگر دریا "عشق" کے روحانی فلسفہ کو اپنی شاعری میں قبول فرماتے ہیں اور عشق کی فضیلت کو اپنی مثنوی میں اسی طرح بیان فرماتے ہیں جس طرح مولوی رومی نے بیان فرمایا ہے ۔

مولانا روم صوفیانہ مسلک رکھتے تھے ، سجادہ نشین اور شیخ تھے ۔ غزلوں میں اور مثنوی میں بحیثیت ایک صوفی و عارف شاعر کے ہمارے

سامنے آئے، آپ عارفانہ نکات مثنویوں کے اندر بیان کرتے تھے اور عارفانہ
نکات کو شاعری میں موزوں کرنے کے گُر جانتے تھے۔ حضرت احمد لنگر دریاؒ
مولانا رومیؒ کے صوفیانہ ادب سے خوشہ چینی فرماتے ہیں جس طرح دیگر
صوفی شعراء آپ کے ادب سے خوشہ چینی فرماتے ہیں۔

حضرت احمد لنگر دریا مولانا رومیؒ کے رنگ میں عارفانہ و عاشقانہ
مثنویاں موزوں کرنے کے گُر جانتے تھے۔ جس طرح سے آپ ہمہ جہت صوفی
و درویش تھے اور صوفیانہ مقام بھی رکھتے تھے اسی طرح سے یکسو ایک
پختہ مشق بہار کے فارسی غزلگو شاعر تھے، اپنا تصرف صوفیانہ شاعری میں
رکھتے ہیں۔ آپ کی غزلیں، رباعیاں اور مثنویاں صوفیانہ مضامین کو
بیان کرتی ہیں اور مثنویوں میں عارفانہ نکات بیان ہوئے ہیں جس طرح
مولانا رومیؒ کی مثنوی میں بیان ہوئے ہیں، مگر آپ کی مثنویوں کی تعداد
بہت کم ہے اسی لئے آپ مولانا رومیؒ کے رتبے کے مثنوی نگار شاعر نہیں
قرار دیئے جا سکتے ہیں۔

بحیثیت فارسی شاعر حضرت احمد لنگر دریاؒ کا مقام:-

حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ کے کلام کے تقابلی تجزیے ایرانی و ہندی
شاعروں کے کلاموں سے پیش نظر کئے گئے ہیں۔

آپ کا عہد خواجہ حافظ شیرازیؒ کے عہد سے سو برس بعد کا
ہے، اسی طرح سے سعدی شیرازی ساتویں صدی ہجری کے غزلگو
شاعر تھے اور آپ نویں صدی ہجری کے غزلگو شاعر تھے، آپ بہاری
غزلگو تھے۔ اور یہ اساتذہ ایرانی شعراء تھے، سعدی شیرازی ارضی
کوائف، عشق و عاشقی کا اظہار اپنی غزلوں میں کرتے تھے اور خواجہ

حافظ شیرازی، مافوق الفطرت مضامین کو فلسفیانہ طور پر موزوں کرتے تھے ۔
اس مقام پر آپ کے کلام کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ سعدی
شیرازی اور خواجہ حافظ شیرازی کے شعری ادب سے خوشہ چینی فرماتے ہیں
اور اپنی پوری صلاحیت سے کامیاب رہتے ہیں، خواجہ حافظ شیرازی
اپنا غزل کے ایک شعر میں آفاقی ہمت کے فلسفے کو موزوں کرتے ہیں :۔

غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود
ز ہر چہ رنگ تعلق پذیرد آزاد است

آپ حافظ کی زمین میں اپنی غزل موزوں فرماتے ہیں اور حافظ کی
ہمت کے فلسفے کو اپنی شاعری میں موزوں فرماتے ہیں۔

من آن نیم کہ بہ سختی زیار برگردم
کہ ترک صحبت شیریں نہ کافر است

حافظ کا مذکورہ فلسفہ حافظ ہی کے رنگ کو نمایاں کرتا ہے۔
اور حافظ ہی کے مخصوص آرٹ کی کفایت کرتا ہے، فکر درست ہے،
اور خیال صحیح ہے۔ شعریت کی روح رواں حضرت احمد لنگر دریا ؒ معنوی
طور پر اپنے شعر میں عطا فرماتے ہیں۔

من آن نیم کہ بہ سختی زیار برگردم
کہ ترک صحبت شیریں نہ کافر است

حافظ مسلک ادب کی پوری تقلید تو آپ نے عمر بھر [illegible] کی
ہے مگر حافظ کے نقش قدم کو [illegible] نے اپنی غزل کے [illegible]
جن کی زمین حافظ کی غزل کی زمین میں ہے ۔

جس طرح سے آپ نے حافظ کی غزلوں کی زمین میں اپنی غزلیں
موزوں فرمائی ہیں، اسی طرح سے شیخ سعدی کی شاعری سے خوشہ چینی

فرماتے ہیں اور سعدی کی غزلوں کی زمین میں اپنی غزلیں موزوں فرماتے ہیں
ـــــ جس طرح سے شیخ سعدی شیرازی عشق و عاشقی کے میدان
میں اپنی پوری صلاحیت کو پیش فرماتے ہیں (۱) طرح سے آپ کی غزلیں
بھی عاشقانہ اور متغزلانہ اثر نمایاں کرتی ہیں ـــــ شیخ سعدی شیرازی
اپنی ایک غزل میں حکایت عشق بیان فرماتے ہیں۔

ز عشق آموختی در شہر ما را
بیا تا شرح آن ہم بر تو خوانم

حضرت احمد لنگر دریا سعدی کی اس زمین میں ایک عاشقانہ
غزل موزوں فرماتے ہیں اور عشق و عاشقی کا یوں اظہار بیان فرماتے ہیں۔

ز من روز قیامت ہرچہ پرسند
بغیر از دوست ناید بر زبانم

عشق و عاشقی کے اظہار میں دونوں شعراء برابر مقام پر فائز
ہیں، فرق انداز بیان اور عبارت فطری کا ہے۔ سعدی فارسی غزلگوئی
کے پیش رو تھے، عشق و عاشقی کے تمام مشربوں سے سیراب ہوئے
تھے اور شیخ کی عادت یہ ہے کہ وہ غزلگوئی کے میدان کے مرد ہیں۔ وہ
اپنے تجربات عشق کو بیان کرنے کے سینکڑوں گر جانتے تھے اور شاعری
میں اپنے صنم کے مجازی پیکر تراشنے کے گر سعدی جانتے تھے۔

ای خوبتر از لیلی بیم است کہ چون مجنون
عشق تو بگرداند در کوہ و بیابانم

اگر تو خون بریزی حقا منت بگیرم
کہ میان دوستان اینہا جرا بماند

تو خود بہ ملک کلام شہرہ کہ زر دوستان نیز بیت
مگر بہ خوبی ولایت کہ درین وفا باشد

سعدی کا دبستان شاعری عاشقانہ غزلوں سے پر ہے اور جس دبستان کے گوشے کی طرف نظر جاتی ہے، عاشقانہ اشعار پائے جاتے ہیں۔

ای ساربان آہستہ ران کآرام جانم می رود
کز عشق آن سرو روان گوئی روانم می رود

سعدی اپنے فن کے استاد تھے، شیریں اور تکلمی زبان کی کفایت کرتے تھے، اور آپ کا فن وہ ہے جس پر فارسی شاعری ناز کرتی ہے کہ آپ سے بڑا شاعر ایران میں کبھی نہیں ہوا۔ اس حقیقت کے اعتراف کے بعد حضرت احمد لنگر دریاؒ کی شاعری کی مہارت کا اعتراف ہوتا ہے کہ آپ نے شیخ سعدی شیرازی کے نقش قدم کی تقلید فرمائی اور بحیثیت فارسی غزل گو شاعر، دربار میں اپنا مقام استوار فرمایا۔

ملا عبدالرحمن جامی ایرانی شاعر تھے اور حضرت احمد لنگر دریاؒ کے ہمعصر تھے۔ آپ کا کمال یہ ہے کہ آپ نے جامی کی غزلوں کی زمین میں اپنی غزلیں موزوں فرمائی۔ خیال و فکر، غنائیت اور لطافت کی کفایت آپ نے اپنی غزلوں میں اسی طرح برقرار رکھی جس طرح سے جامی نے اپنی غزلوں میں برقرار رکھی تھی ۔۔۔۔ جامی ایک غزل میں کہتے ہیں :-

گر نہم گرداں سراپا کوہ [illegible] لعل لبش
سنگہا را چشمہ سازم چشمہ را خون کنم

اس غزل کی زمین میں حضرت احمد لنگر دریاؒ کی غزل ہے آپ اپنی غزل میں اس طرح فرماتے ہیں :-

بالیقین جان و جگر را در ہوای زدی تو

آب گردانیم و دل را قطرہ از خون کنم

دونوں اشعار عاشقانہ ہیں، جامی کا رنگ نمایاں ہے اور حضرت احمد لنگر دریاؒ کی یہ شعری مہارت ہے کہ آپ جامی کے رنگ میں اپنے عاشقانہ خیالات کا اظہار اسی طرح سے فرماتے ہیں جس طرح سے جامی نے اپنے شعروں کو موزوں کیا تھا اور دونوں شاعر ایک عہد میں ہوئے۔

حافظ، سعدی اور جامی کے ادب سے آپ نے خوشہ چینی کی تھی اور یہ سارے اساتذہ ایرانی تھے، زمان و مکان کے اعتبار سے بعید المشرقین تھے، آپ کے کلام کے چند نمونے پیش نظر کئے گئے ہیں اور آپ کے شعروں کا یہاں تقابلی تجزیہ بھی پیش نظر کر دیا گیا ہے، اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت احمد لنگر دریاؒ کی شاعری اگر حافظ و سعدی اور جامی کے رتبے کی نہیں ہے مگر آپ کی شاعری ایسی ہے کہ ایرانی شعراء کی شاعری کے مقابلے میں عام مطالعے کے لئے رکھی جا سکے۔

بحیثیت صوفی شاعر

حضرت احمد لنگر دریاؒ کی شاعری کی مرکزی بنیاد صوفیانہ شاعری پر رکھی ہوئی ہے۔ جس طرح ایرانی متصوف شعراء اور ہندی صوفی شعراء کی شاعری صوفیانہ شاعری سے عبارت ہے۔ سنائی، عطار، مولانا جلال الدین رومی، محمود شبستری، شیخ فخر الدین عراقی، امیر خسرو دہلوی حضرت مخدوم شیخ احمد چرم پوشؒ، حضرت مولانا مظفر شمس بلخی اور حضرت شیخ حسین "نوشہ توحید" بلخیؒ کی شاعری صوفیانہ ہے۔

حضرت احمد لنگر دریاؒ کی صوفیانہ غزلوں کے تقابلی جائزے ایرانی اور ہندوستانی صوفی شعراء کی غزلوں سے پیش نظر کئے جا چکے ہیں اور مثالوں سے یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ آپ کی صوفیانہ غزلوں کا مقام وہی ہے جو دیگر شعراء متصوف اور صوفی شعراء کی غزلوں کا مقام ہے۔

آپ نویں صدی ہجری بہار کے ایک صوفی شاعر تھے، آپ کی صوفیانہ شاعری "وحدت الوجودی" عشق کے تجربوں کو پیش کرتی ہے ——

جس طرح سے آپ کے داد احضور حضرت شیخ حسین بلخیؒ اپنی شاعری میں اپنے صوفیانہ مسلک کو بیان فرماتے ہیں اسی طرح سے آپ اپنے خاندان کے بلخیؒ بزرگوں کے نقش کی تقلید فرماتے ہیں، آپ کی شاعری میں اظہار بیان ہوا ہے کہ آپ کے والد ماجد حضرت شیخ حسن "دائم جشن" بلخیؒ تمام ولیوں کے قطب اور سردار تھے اور آپ کے دادا، حضرت شیخ حسین "نوشہ توحید" بلخیؒ کی شان بزرگی اور انوار تجلی سے ساری دنیا روشنی حاصل کرتی تھی اور آپ یہ بھی تلقین فرماتے ہیں کہ خیر و برکت حضرت مخدوم شیخ یحییٰ منیریؒ و حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کی مجلس کی صحبت میں حاصل ہوگی!

صوفیانہ درک رکھنے کے ساتھ آپ کی شاعری محاسن شعری بھی رکھتی ہے —— عراقی ایک مشہور غزل کے مطلع میں کہتے ہیں۔

ترک من، ای من غلام روی تو
جملہ ترکان جہاں ہندوی تو

حضرت احمد لنگر دریاؒ عراقی کی شاعری سے زبردست طور پر متاثر ہوئے ہیں اور آپ نے عراقی کی مذکورہ غزل کی زمین میں ایک غزل موزوں فرمائی جس کا مطلع یہ ہے۔

تا منم این سر و خاک کوی تو   تا نہیم دست من و گیسوی تو

آپ کی یہ غزل بڑی کامیاب غزل ہے، صوفیانہ تجربات کا اظہار بیان میں یہ غزل اسی طرح سے کرتی ہے جس طرح سے عراقی کی غزل کرتی ہے۔ مصرعوں کے دروبست فنکارانہ طور پہ آپ فرماتے ہیں اور آپ کا فن آپ کے صوفیانہ پیام سے گرانبار نہیں ہوتا بلکہ آپ کی غزل سے تغزل و ترنم کا لطف حاصل ہوتا ہے۔

آپ کی صوفیانہ شاعری کی مرکزی بنیاد وہی ہے جیسی بنیاد دیگر شعرائے متصوف کی ہے، انداز بیان اور اسلوب ادا میں تھوڑا فرق نمایاں ہوتا ہے —— آپ کا عہد فارسی زبان و ادب کے ارتقا سے بعید تھا جو زوال و بزوال عہد کہا جا سکتا ہے، پھر بھی آپ کی شاعری کی بنیاد اسی طرح رکھی ہوئی ہے جس طرح سے امیر خسرو اور عراقی کی شاعری کی بنیاد رکھی ہوئی ہے —— بحیثیت صوفی شاعر آپ اس رتبہ پر ہیں کہ آپ کا مقام امیر خسرو، عراقی اور احمد جرم پوش رحمۃ کی طرح سے تجویز کیا جا سکے —— مگر خسرو، عراقی اور حضرت احمد جرم پوش رح کے مقابلے میں آپ کا کلام بہت کم ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ شاعری آپ کی ذات مبارک میں ثانوی اہمیت کی حامل تھی۔ اور آپ کی ذات مبارک کی اولین اہمیت میں یاد خدا، ذکر و فکر، تبلیغ و ارشاد اور خانقاہ کی پابندیاں تھیں —— یہ سارے فرائض و قواعد کو انجام دینے کے بعد، فرصت کے اوقات میں اشعار موزوں فرماتے تھے، اور حضرت احمد لنگر دریا رح کے لئے یہ ناممکنات میں سے تھا کہ آپ اپنے عصر کے مشاعروں اور مراختوں کی مجلسوں میں بھی شرکت فرما سکیں۔ —— اساتذہ سخن مشاعرے اور طرحے کا اہتمام اس لئے فرماتے ہیں کہ کلام کی صحت و محاسن اور قبائح بہ عالم نظر مبذول ہو سکے، مگر حضرت احمد لنگر دریا رح ادبی مجلسوں میں شریک نہیں

ہو سکے۔ آپ کے سامنے ادب کی تمام اصناف پر نمونے موجود۔ ایرانی اور ہندوستانی شاعروں کے کلام کے نمونے موجود تھے، آپ نے ایرانی اساتذہ کے کلام کے آب و رنگ میں اپنا کلام پیش فرمایا اور ہندوستانی شاعروں کے کلام کے رنگ میں بھی اپنا کلام موزوں فرمایا، [۱] اور تفصیلی بحث پیش نظر کی جا چکی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ایک اچھے فارسی شاعری کی تمام خوبیوں کی مہارت رکھتے تھے۔

اگر آپ شاعری کو اولین قدر کی اہمیت بخشتے تو آپ کا شمار قدر اول کے شعرائے ہند میں ہو سکتا تھا، ایک ہمہ جہت عالم و ادیب، صوفی اور سجادہ نشیں کے لئے یہ دقت پیش آتی ہے کہ وہ اپنا قدم کسی ایک محبوب صنف میں جما سکے، اس لئے آپ نے صنف شاعری کی طرف بہت زیادہ توجہ مبذول نہیں فرمائی، اور محض اپنی سخنوری کے چند بدیع نمونے پیش کر دینے پر اکتفا فرمایا۔

مسرت اور تاسف کے ساتھ یہ بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ آپ کے کلام کا مجموعہ بہت مختصر ہے اور جو کچھ زمانے کے نذر ہونے سے بچ گیا ہے آج بھی ہمارے سامنے موجود ہے اور تیمناً و تبرکاً کے خانے میں محفوظ ہے۔

---

[۱] حضرت مخدوم شیخ احمد دریا بلخیؒ کے غیر مطبوعہ (قلمی) دیوان کا ایرانی اور ہندوستانی فارسی شاعروں کے کلام سے تقابلی اور تنقیدی جائزہ۔ ص ۱۰۶ تا ۱۶۱

حضرت مخدوم شیخ احمد لنگر دریا بلخیؒ

کا ملفوظ "مونس القلوب" کے

سرسری تنقیدی جائزے

اور

دوسرے ملفوظات کے بالمقابل

"مونس القلوب" کے مقام کی

تعیئن و تقدیر

ملفوظات کی تعریف اور صوفیانہ ادب میں اس کی اہمیت :-

لُغوی معنی :-

(۱) ـــ ملفوظ :- لفظ بالفتح سخن گفتن ـ

شاہنشہ قلمرو معنی نازکم باشد ز لفظہای مرصع سریر من[۱]

(۲) ـــ ملفوظ :- بالفتح وظار معجمہ ـــ "بیرون افگندن از دہان و سخن گفتن" ـ از منتخب و غیاث التحقیق ـ و بعضی معنی مطلق انداختن نوشتہ اند" ـــ[۲]

(۳) ـــ ملفوظ :- "بیرون افگندن از دہان و سخن گفتن" ـ[۳]

(۴) ـــ ملفوظ :- (ع) مذکر ـــ اولیاء اللہ کا کلام ـــ بزرگوں کا کلام ـــ وہ کتاب جس میں کسی بزرگ کی کیفیت ان ہی کی زبان سے لکھی گئی ہو ـــ جمع ملفوظات ـ[۴]

حوالہ جات مندرجہ بالا سے ملفوظ کے لغوی معنی پر روشنی پڑتی ہے اور ملفوظ کے اصطلاحی معنی بھی روشن ہوتے ہیں ـ

ملفوظ کا مادہ ل ف ظ ہے ، اس کا لغوی معنی بات کرنا یا منہ سے بات نکالنے کے ہیں ـ یعنی انسان کی گفتگو میں جو سخن منہ سے باہر نکلتی ہے اسے لفظ کہتے ہیں ـ عربی زبان کی ساخت سے 'ملفوظ' بنا ہے

---

[۱] ـ بہار عجم ، ص ۵۶۱

[۲] ـ غیاث اللغات ، جلد دوم ص ۳۸۷

[۳] ـ صراح ، ص ۳۰۳

[۴] ـ فیروز اللغات ، ص ۶۲۶

اس لئے عربی زبان کے قواعد کے مطابق "ملفوظ" اسم مفعول سے بنا ہے۔ اس کا معنی "بولے ہوئے" کے ہیں۔

انسان کو اپنے 'مافی الضمیر' کو ادا کرنے کے لئے لفظ یا الفاظ کا سہارا لینا پڑتا ہے ـــــ اور انسان کا واسطہ لفظ یا الفاظ سے ابتدائے آفرینش سے ہوا۔ شروع میں انسان "نوشت و خواند" (لکھنا پڑھنا) سے ناواقف تھا اس لئے محض لفظ یا الفاظ انسانوں کے 'مافی الضمیر' ادا کرنے کے وسیلے بنے۔ تاریخی طور پر ملفوظ یا ملفوظات کی قدامت پر شبہ کرنا ناروا ہے۔ آسمانی کتابیں اور صحیفے ـ توریت، انجیل اور زبور کے بعض حصے ملفوظات پر مشتمل ہیں۔

توریت کے پانچویں جزو استثنا کے ابتدائی الفاظ اس طرح ہیں:۔

"یہ وہ باتیں ہیں جو موسیٰؑ نے یردن کے اس پار بیابان میں یعنی اس میدان میں جو سوف کے مقابل اور فاران، توفل، لابن، حصیرات اور دیذہب کے درمیان ہے، سب اسرائیلیوں سے کہیں۔ کوہ شعیر کی راہ سے جو رب سے قادس برنیع تک گیارہ دن کی منزل ہے۔ اور چالیسویں برس کے گیارہویں مہینے کی پہلی تاریخ کو موسیٰؑ نے ان سب احکام کے مطابق جو خداوند نے اسے بنی اسرائیل کے لئے دیئے تھے، ان سے یہ باتیں کہیں۔"[1]

یہی حال حضرت داؤد علیہ السلام کے زبور کا ہے۔ اس کے زیادہ تر حصے دعاؤں پر مشتمل ہیں اور بقیہ ان کے متبعین کے ملفوظات یا

---

[1] نیا و پرانا عہد نامہ استثنا باب اول، ص ۱۶۵ ـ مطبوعہ لندن ۱۹۴۷ء

اقوال کی شکل میں ہیں مثلاً امثال اور واعظ وغیرہ کی عبارتیں کسی طرح بھی کلام خداوندی نہیں کہی جاسکتیں ——— واعظ کا ایک حصہ اس طرح ہے :-

"میں واعظ یروشلم میں بنی اسرائیل کا بادشاہ تھا اور میں نے اپنا دل لگایا کہ جو کچھ آسمان کے نیچے کیا جاتا ہے۔" [1]

انجیل مقدس کا بھی یہی وسیلۂ اظہار بیان ہے۔ یعنی بعض مصحف آسمانی کے بجائے اسے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال، تقاریر اور بیانات کا مجموعہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا، چنانچہ متی کے انجیل کا ایک اقتباس اس طرح ہے :-

"وہ (حضرت عیسیٰؑ) اس بھیڑ کو دیکھ کر پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اور جب بیٹھ گیا تو اس کے شاگرد اس کے پاس آئے۔ اور وہ اپنی زبان کھول کر ان کو یوں تعلیم دینے لگا۔ مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہی انہی کی ہے۔ مبارک ہیں وہ..." [2]

اس کے علاوہ انجیل مقدس میں ان کے متبعین کے اقوال بھی شامل ہیں جو بعد کے لوگوں نے کہا ہے ——— اسی طرح ہندو مذہب کی ایک پرانی کتاب ہے جس کا نام "منوسمرتی" ہے۔ منوسمرتی بھی شری منوجی مہاراج کے اقوال اور جوابات پر مشتمل ایک کتاب نظر آتی ہے، جو انہوں نے اپنے متبعین کے سوالات پر اپنے جوابات دیئے ہیں یا ان کے حلقہ میں پیش کئے ہیں۔ عبارت اس طرح ہے :-

---

[1] - نیا و پرانا عہد نامہ، ص ۶۴۷

[2] - نیا و پرانا عہد نامہ کتاب متی انجیل باب ۴ ص ۷

"جب ان مہاتماؤں نے اس طرح نورانی صورت مہاتما سے پوچھا تب شری منوجی نے ان سب مہرشیوں کی پوجا کر کے کہا کہ سنیئے کہ یہ سب جگت پہلے جہل لا۔تجزی کی حالت میں چھپا ہوا تھا..."[1]

تعلیمات اسلامیہ میں بھی احادیث کا درجہ قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ بلند و برتر سمجھا جاتا ہے اور مستند مانا جاتا ہے۔ اس کی حیثیت بھی اقوال و افعال کی تفصیل ہونے کی وجہ سے ملفوظات ہی کی جیسی ہے کیونکہ یہ ہمارے نبی رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے وقتاً فوقتاً صادر ہوتی رہی۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ گو لفظ "ملفوظ" اسلام کے عہد سے پہلے رائج اور مروج نہ تھا، لیکن اس طرح کے مواد ضرور موجود تھے جن کو ملفوظ کہا جا سکتا ہے۔ ملفوظات نویسی کے عہد سے قبل کے اقوالِ رسول وغیرہ اور صوفیائے مابعد کے ملفوظات میں ایک چیز قدرِ مشترک کی حیثیت سے پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کی ترتیب میں عام طور پر ان کے متبعین کا ہاتھ پایا جاتا ہے۔ صوفیا کے ملفوظات کی ترتیب میں بھی ایک طرح سے پیروی رسول اکرم صلعم کو مدنظر رکھی گئی ہے۔ اور تعلیم کے خیال سے احادیث کی پیروی کرتے ہوئے اکابر صوفیاء کے اقوال کو ایک جگہ جمع کر کے دنیائے اسلام پر ایک احسان کیا گیا ہے۔

(ملفوظات)

ملفوظات کی تدوین و تالیف میں صوفیا کے پیرو کار معتقدین

---

[1] : منو سمرتی پہلا ادھیائے، ص ۳۔ اردو ترجمہ مطبوعہ بھائی تارا چند ملاحظہ۔

کا دخل ہوتا ہے اس لئے ملفوظات میں وہ اپنی علمی و فنی صلاحیتوں کو زیادہ روشن کرتے ہیں کیونکہ ملفوظات کو معتقدین اور پیروکار ہی لکھتے ہیں۔

صوفیائے کرام کی تقریروں کو وہ ضرور لکھتے ہیں، صوفیاء کے مسالک بیان کرتے ہیں، لیکن صوفیاء کی پوری ادبی اور علمی صلاحیت کی طرف ملفوظات لکھنے والے سیر حاصل بیان نہیں پیش کرتے۔ اس طرح ملفوظات سے صوفیائے کرام کی صحیح اور تحقیقی صلاحیتوں کی یا ادبی و علمی گوشوں کی جانچ مشکل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر متبعین اپنے صوفیوں کی مجلسوں کی بحثوں کو اپنی یادداشت سے اور اپنے لب و لہجے میں لکھتے جاتے تھے اور ملفوظات کے مجموعوں پر اپنے مرشدوں کی نظر ثانی بھی لینے کی زحمت برداشت نہیں کرتے تھے اور غیر صحت شدہ ملفوظات کے مجموعے عوام کے ہاتھوں میں پہنچا دیے جاتے تھے۔ اسی لئے ملفوظات کے عام مندرجات کی صحت غیر یقینی ہے۔ اس لئے ملفوظات سے حوالے اور ثبوت کسی طرح مستقل تصنیف کے مقابلے میں نہیں رکھے جا سکتے ہیں۔ لیکن مکتوبات میں ایسی بات نہیں ہوتی کیونکہ اس میں فرو گذاشت یا نقص اخبار یا نقص عبارت کا احتمال قوی نہیں ہوتا ——— مکتوبات صوفیاء کی ہو یا عام آدمی کی ہو اس کی حیثیت مستقل تصنیف کی ہوتی ہے اور مکتوبات سے استناد کر سکتے ہیں اور مکتوبات کے تقریر یقین بھی کر سکتے ہیں۔ اسی لئے اس لحاظ سے صوفیانہ ادب میں ملفوظات کے مقابلے میں مکتوبات کی زیادہ اہمیت ہے۔ لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ اس وجہ سے صوفیانہ ادب میں ملفوظات کی کوئی اہمیت ہی نہیں، ہاں ملفوظات کی اہمیت ضرور ہے، اور صوفیانہ ادب بڑی چیز ہے، مگر اس سلسلے میں یہ ضروری ہے کہ بتا دیا جائے کہ صوفیانہ ادب میں ملفوظات کو وجود میں لانے والے کس قسم کے ماحول تھے۔

صوفیوں اور مشائخ کی مجلسوں کا ماحول

عام طور پر یہ ہوتا تھا کہ بزرگوں کی مجلسوں میں حاضرین و معتقدین عبادت و ریاضت، سلوک و طریقت اور شرعی احکام سے متعلق اپنی دقتیں پیش کیا کرتے تھے۔ بعض معتقدین اپنی ذاتی مسئلوں کے حل دریافت کرتے تھے اور بعض حاضرین دیگر مسائل کو پیش کیا کرتے تھے اور اس کے حل طلب کیا کرتے تھے۔ مجلسوں میں شریک ہونے والے لوگ مختلف مکاتیب خیال اور مختلف طرز افکار کے ہوا کرتے تھے جو اپنی مشکلوں اور دقتوں کو مشائخ صوفیاء کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے۔ مشائخ صوفیاء ہر شخص کی حالتوں کو سنتے تھے اور ان کی حالتوں کے بارے میں غور و فکر کیا کرتے تھے اور ان حالتوں کے مطابق اپنے حل اور جوابات صادر فرماتے تھے۔ آپ کے جوابوں اور مسئلوں کے حلوں سے لوگ مطمئن ہوتے تھے، اور ان کے شکوک اور دقتیں دور ہو جاتی تھیں۔ مشائخ صوفیاء کی مجلسوں میں ان کے حلقہ بگوش اور "حاضر باش" مرید ہوا کرتے تھے، جو اپنے مشائخ صوفیاء کی مجلسوں میں ہونے والی تمام گفتگوؤں کو اپنے طور پر قلم بند کرتے جاتے تھے۔ ایک مدت گزرنے کے بعد "گفتگوؤں" کے جمع شدہ "ملفوظات" کے مجموعے تیار ہو جاتے تھے۔ یہ ملفوظات کے مجموعے تاریخ وار ہوتے تھے یا اور بعض ملفوظات کے مجموعے مجلسوں کے مختلف شمار کی بنیاد پر ہوتے تھے۔ یہ ماحول صوفیوں اور مشائخ کی مجلسوں کا ہوتا تھا، اس ماحول میں کوئی ضروری نہیں کہ ملفوظات کے مجموعے صرف تصوف کے گوشوں کی شرح و بسط ہی کی کفایت کریں۔ بلکہ صوفیوں کے ملفوظات کے مجموعوں میں بھی معاشرتی، سماجی، سیاسی اور ادبی موضوعات پر بھی بحثیں

پائی جاتی ہیں اور یہ بعید از قیاس نہیں ہے۔ جہاں تک تصوف
کے گوشوں کی شرح و بسط کا تعلق ہے تو ملفوظات کے مجموعوں کے
بیشتر حصے اس کی کفایت کرتے ہیں۔

اگر تصوف کے گوشے مذکورہ بالا امکانی گوشوں سے علیحدہ کر لئے
جائیں تو ملفوظات کے مجموعے کسی مستقل تصنیف سے ادنیٰ اور کم عیار
نہیں ہو سکیں گے۔

میں نے کہا ہے کہ شریعتِ اسلامیہ اور تصوف میں کوئی فرق
نہیں ہے یہ صحیح ہے کیونکہ مسائلِ شریعت اور موضوعاتِ تصوّف کے
مسئلوں میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے، فرق اربابِ شریعت اور اصحابِ
طریقت کے درمیان بس عمل کا ہے ـــــ ایک عالم، احکامِ شرعی پر
عمل ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے۔ اور اصحابِ طریقت چیزے اس میں
اضافہ فرماتے ہیں، صوفیائے کرام اور مشائخ احکامِ شرعیہ سے طاعت و
عبادات کو خلاف اس طرف گرفت فرماتے ہیں کہ عبادات و طاعت
سے غرض تزکیۂ نفس اور صفائے قلب ہوتا ہے۔ اور اس کے لئے
خشوع و خضوع ضروری ہے۔ وہ یہ بھی ضروری قرار دیتے ہیں کہ
بعض احکامِ شرعیہ کو پورا کرنے کے وقت حضورِ قلب ہونا چاہئے ـــــ
اور ارباب شریعت ادائے صلاۃ کے لئے تزکیۂ نفس یا صفائے
قلب کا ہونا ضروری نہیں قرار دیتے ہیں، اسی طرح سے دیگر احکام
شرعیہ کی تکمیل کے وقت "حضورِ قلب" بھی ہو، اس کو ضروری نہیں
قرار دیتے ہیں۔ بس صرف اتنا فرق ہے اور بنیادی اتفاق دونوں میں
پایا جاتا ہے ـــــ دونوں کے شرعی احکام و فرائض ایک ہیں، فرق
صرف عمل کرنے کے طریقوں میں ہے ـــــ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ

صوفیوں اور مشائخ کی وہ کتاب جس کو عرف میں لوگ "ملفوظات" کے نام سے یاد کرتے ہیں، ایسی کتاب ہے جس میں احکام شرعیہ کا بیان اسی طرح ملتا ہے جیسے ہم ایک تصوف کی کتاب میں بیان کرتے ہیں نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی ایسا مصنف ہے جو تصوف کی کتاب تصنیف کرے اور احکام شرعیہ اسلامی کا پورا پورا لحاظ نہ کرے تو وہ اسلامی تصوف سے انحراف کرتا ہے جسے مشائخ و صوفیا اور علمائے کرام شریعت اسلامیہ سے دونوں یک لخت ناجائز قرار دیتے ہیں۔

ملفوظات کی ماہیت :-

ملفوظات کی ماہیت کی تشریح بھی ضروری ہے ـــــ مشائخ صوفیا کے ملفوظات میں اقوال، اشغال اور صوفیا کی سیرت سے جا بجا حوالے پیش کیے جاتے ہیں اور مشائخ صوفیا کے ذکر آنے پر آپ کے طریق عمل اور نقل و حرکت کی وضاحت ہوتی ہے، جس طرح احادیث صلعم میں حضور اکرم مصطفیٰ صلعم کی سیرت سے عمل و خلق کی مطابقت کی جاتی ہے، اور اگر احادیث صلعم کے بیان کرنے میں اس طریقہ کو راوی استعمال نہیں کریں تو ان کے بیان میں نقص آنے کا گمان ہے، اسی طرح سے ملفوظات میں بھی صوفیا کی سیرت سے جا بجا اخلاق و اعمال کے حوالے پیش کرتے رہیں یا اشارہ کر دیتے ہیں۔ تاکہ معتقدین اگر عمل کرنا چاہیں تو راہیں کھلتی جائیں اور بند نہ ہو جائیں اس حیثیت سے ملفوظات کا درجہ تمام دیگر صوفیانہ ادب سے چیز سے بلند ہو جاتا ہے، ورنہ موضوع کے اعتبار سے تمام کتابیں برابر برابر اپنا فکر کی طرف رہنمائی کرتی رہیں۔

ملفوظات کی اہمیت کی دوسری خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ جس بزرگ کا ملفوظات ہوتا ہے آپ کے احوال اور مناقب اس کے ذریعہ ہمارے سامنے آجاتے ہیں اور ہمیں یہ فیصلہ کرنے میں آسانی ہوتی ہے کہ آپ مختار مسلک پر تھے یا نہیں ۔ ؟ آپ کو کیسی کیسی مشقتوں، مصیبتوں اور تکلیفوں سے دوچار ہونا پڑا ۔ اس کا پورا نقشہ ہمارے سامنے آجاتا ہے ـــــ آپ کی زندگی کس طرح گزرتی تھی ؟ ریاضت و مجاہدے کا کیا حال تھا ۔ ؟ آپ کی مجلس میں مریدین اور معتقدین میں کیسے لوگ شریک ہوتے تھے ؟ آپ کے خاندان کی معاشرتی زندگی کیسی تھی ؟ ـــــ اور اسی طرح کی دوسری اہم باتیں ملفوظات کے ذریعہ ہمیں معلوم ہوتی رہیں ـــــ یہ وجہیں اس قدر قوی اور ضروری ہیں کہ کہا جاسکتا ہے کہ ملفوظات کو صوفیانہ ادب میں ایک بلند و بالا مقام حاصل ہے ۔

ملفوظات کے جمع کرنے والے اور لکھنے والے غیر ذمہ دار تھے :۔

کہا جاتا ہے کہ مشائخ صوفیاء کے ملفوظات میں نقائص اور غلطیاں بھی پائی جاتی ہیں ؟ ـــــ اور یہ نہیں کہتے کہ اس کے ترتیب دینے والے اور لکھنے والے غیر ذمہ دار اور خود غلط تھے ! ۔ مشائخ صوفیاء کے ملفوظات تیمناً و تبرکاً یادگار زمانہ باقی رہ گئے ہیں، اور ایسے خدا رسیدہ لوگ پھر نہیں پیدا ہوں گے ، اس کا احساس مشائخ اور صوفیائے رفتہ کے مریدوں کو نہیں تھا ۔ اگر وہ یہ سمجھتے کہ ملفوظ مشائخ صوفیا، جس طرح سے ان کے لئے تیمناً و تبرکاً تھے ، انکے

بعد بھی تیمناً و تبرکاً ہی رہیں گے۔ تو ملفوظات کے لکھنے والے اور ترتیب دینے والے غیر ذمہ داری اور غفلت سے ملفوظات کو نہیں لکھتے اور ترتیب نہیں دیتے، یہ بھی صحیح ہے مگر مشائخ صوفیاء کی قسمت بھی پرانے زمانے کے نبیوں کی طرح لکھی گئی تھی، کہ جس طرح سے توریت، انجیل مقدس اور زبور کی غیر صحت اور بیان کے شکوک کی طرف ہماری نظر بصیرت جاتی ہے، اسی طرح سے صوفیائے کرام کے ملفوظات کی طرف بھی جاتی ہے۔ اگر حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ قرآن مجید کے مختلف و منتشر سارے نسخوں کو ممالک عرب کی مختلف جگہوں سے منگا کر اپنے صحیح نسخے سے "ایک قرآن مجید" کی تدوین و ترتیب نہیں فرما دیتے تو قرآن مجید کے ساتھ ہمارا سلوک وہی ہوا ہوتا جو توریت، انجیل مقدس اور زبور شریف کے ساتھ دنیا کی مختلف قوموں کا سلوک ہوا۔ حضرت عثمان ابن عفان کی یہ "سعی حسنہ" رہتی دنیا تک نہیں فراموش کی جائے گی کہ آپ نے حرب و فساد کی زندگی میں خود کو گرفتار پایا، خلافت کی ذمہ داری کا احساس تا دم حیاتِ طیبہ رکھا، اور قرآن مجید کی صحیح شکل و صورت ساری دنیا کے سامنے پیش فرمائی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ جب آپ اپنی معصوم زوجہ کے سامنے اپنے گھر کی چہار دیواری میں قتل کئے گئے تو آپ قرآن مجید تلاوت فرما رہے تھے۔

ملفوظات میں سنہ تاریخ کا ضروری اہتمام نہیں پایا جاتا۔ بعض ملفوظات لکھنے والے ہفتہ کے پہلے دن سے شنبہ، یکشنبہ تا پنجشنبہ کی صورت میں ملفوظات کے اندر کی مجلسوں کو شروع کرتے ہیں، بعض لکھنے والے تاریخ اور دن بھی لکھتے ہیں مگر حوالے نہیں لکھتے۔

بخاری اور مسلم کی حدیثوں کو لکھتے ہیں مگر عام آدمی کے سمجھنے سے باہر ہے کہ یہ حدیث
[illegible]م شریف سے لی گئی ہے یا سنن ابن ماجہ سے ـــــ [illegible] طرح کی
غیر مدون [illegible] ابجد کے ملفوظات میں اکثر پائی جاتی ـــــ دلیل العارفین
اور فوائد الفواد [illegible] فوں کی [illegible] ملتی ہے اور سنہ و تاریخ بھی ملتی ہے
مگر حوالے پوری تشریح اور صحت سے نہیں پیش کئے جاتے ـــــ
یہ غلطیاں مشائخ صوفیاء کی نہیں ہیں بلکہ آپ کے مریدوں کی غلطیاں ہیں کہ
ایسے غافل حضرات نے اسی طرح سے ملفوظات کی ترتیب دی۔

ملفوظات میں مشائخ صوفیاء کی ایسی گفتگوؤں کو بھی لکھ دیتے
تھے جس کے لکھنے کی قطعی ضرورت نہیں تھی، اس لئے ملفوظات عام
طور پر گرانبار ثابت ہوتے ہیں ـــــ اگر کسی مجلس میں توکل کی بحث آگئی
ہے تو توکل کے خاص خاص نکات کو نہیں لکھتے بلکہ دنیا کے سارے
متوکلین کی سیرت لکھتے ہیں، ایک دو سیرتیں اس سلسلے میں قابلِ ذکر تھیں
ـــــ ملفوظات کے لکھنے والے اگر ہشیار طالب علم ثابت نہیں
ہوسکے تو اپنے مشائخ کے ایک ہشیار وکیل بھی نہیں بن سکے۔

جس طرح سے ایک تجربہ کار مدرس اپنے سست اور کاہل
طالب علم سے اکثر خفا رہتا ہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مشائخ صوفیا
اگر اپنے مریدوں کی نوشت و تدوین کی ایسی غلطیوں سے واقف بھی ہوتے
تو اپنے ایسے مریدوں سے سخت بیزار ہوتے، بدگمان ہوتے اور ان کی
سرزنش فرما سکتے تھے۔ مگر "خدا رسیدہ بزرگان" اپنے مریدوں کے
شوق کا خیال رکھتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مرید شیخ سے بددل ہو کر عملِ
صالح کو ترک کر دے اور پھر لہو و لعب میں مبتلا ہو جائے۔

ملفوظات کی عام خصوصیات اور ادبی و ثقافتی حیثیت سے اس کی اہمیت :۔

ملفوظات :۔

ملفوظات سے تعارف کراتے ہوئے میں نے کہا ہے کہ یہ اصطلاح صرف صوفیائے کرام کے اقوال اور فرمودات کے لئے مختص ہے۔ ملفوظات نویسی کا یہ قاعدہ بنایا گیا کہ کسی مجلس میں ایک صاحبِ سلسلہ بزرگ جو کچھ فرماتے تھے اس کو آپ کے مرید، جو حاضر باش ہوتے تھے لکھتے تھے، تمام مجلسوں میں یہ سلسلہ کا نفاذ اسی طرح سے تھا جس طرح سے پہلی اور دوسری مجلسوں میں ـــ جب فرمودات کا حصہ ضخیم ہو جاتا تو اس کا ایک "نام" تجویز کر دیا جاتا اور اس حصے کو ایک مجموعے کی شکل میں منظرِ عام پر طرف منتقل کر دیا جاتا، پھر اس مجموعے کی نقلیں تیار کی جاتی تھیں، اور نقلوں میں اضافے بھی کر دیئے جاتے تھے۔ اور منقول مجموعے واحد سہارا رہروانِ سلوک و طریقت کے لئے ہوتے جس سے وہ سلوک کی راہوں اور منزلوں سے واقفیت حاصل کرتا تھا۔ اور اسی مجموعے کی روشنی میں وہ اپنی عاقبت تلاش کیا کرتا تھا۔

فرمودات و ملفوظات میں عام طور پر سوالوں کے جوابات یا تعلیمات کی شکل و صورت ہوتی تھی اور ملفوظات میں راہِ سلوک کے تمام اہم مراحل کے تذکرے موجود ہوتے تھے ـــ جامع ملفوظات ان فرمودات کو جمع کرنے کے دو طریقے اختیار کرتے تھے۔

(۱) ملفوظات کی تاریخ، وقت اور سنہ ہجری کی تمام تفصیلیں شامل کرتے تھے۔ اس سلسلے میں مثال کے لئے مخدوم الملک حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رح کے ملفوظ الصغر کا نام لیا جا سکتا ہے۔

(۲) مجلسوں کی تعیین کرتے وقت تفصیلوں کو بیان کرتے تھے۔ مثلاً مجلس اول، مجلس دوم اور مجلس سوم وغیرہ۔ ایک مجلس میں جتنی گفتگو ہوتی تھی وہ تمام ایک ہی مجلس میں اسی مجلس کے عنوان کے تحت درج کرتے تھے اور دوسری مجلس سے اس کا کوئی تعلق اور سروکار نہیں ہوتا تھا۔ اس کی مثال حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رح کے ملفوظ معدن المعانی اور مخ المعانی وغیرہ پیش کرتے ہیں۔ اسی کے دوسری مثالیں آپ کے بلخی رح خلفا حضرت شیخ حسین بلخی رح کا ملفوظ گنج لا یخفیٰ پیش کرتا ہے اور آپ کے بعد حضرت مخدوم شیخ احمد لنگر دریا بلخی رح کا ملفوظ "مونس القلوب" (قلمی) پیش نظر کرتا ہے۔

مشائخ صوفیاء کے ملفوظات میں آپ کی اپنی تحریر نہیں ہوتی، اس لئے جس شیخ یا بزرگ کی طرف زیر نظر ملفوظات منسوب ہیں آپ کا ذاتی اسلوب بیان اس میں تلاش کرنا تحصیل حاصل ہے صوفیوں کے ملفوظات سے ان کے عہد کے اسلوب بیان اور تحریر پر روشنی پڑتی ہے۔ جس عہد میں ملفوظات کی کتابیں ترتیب دی گئی رہیں وہ عہد صوفیوں کے عہد کی تحریری کوششوں کا نمونہ پیش کرتا ہے اس لئے اگر اس حیثیت سے ملفوظات کا مطالعہ کیا جائے تو ان کی اہمیت مسلّم ہے۔

جدید تنقید کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ کسی زبان کے ادب پر تنقید کرنے سے پہلے اس کے ماحول کا پتا چلایا جائے۔ دیگر اصناف ادب کی تنقید و تبصرہ کے لئے اس میں بڑی دقتیں ہوتی ہیں۔ اور بے انتہا عرق ریزی کی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن ملفوظات کے سلسلے میں اس اصول کو بہت آسانی سے برتا جاسکتا ہے۔ اسلئے کہ عموماً ملفوظات پر تاریخیں درج ہوتی ہیں اور اگر تاریخیں نہ بھی ہوں تو چونکہ روزمرّہ کے واقعات اور مسائل قلمبند کئے جاتے ہیں اس لئے صوفیانہ مباحث کے سلسلے میں اکثر تاریخی حوالے بھی آجاتے ہیں ـــــ اور ماحول کی دریافت کا مسئلہ آسان ہو جاتا ہے۔

اسلوب بیان :۔

ملفوظات کا اسلوب بہت سادہ اور آسان ہوتا ہے، عبارت کی رنگینی سے اسے کوئی سروکار نہیں ہوتا، اس میں روزمرہ کی گفتگو کا سا انداز اس کی تحریروں میں ہوتا ہے، عبارت کی سادگی، سلاست اور روانی کی وجہ سے عام لوگ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدے حاصل کر سکتے ہیں۔ مرتّب کی یہی غرض ہوتی ہے کہ عام لوگوں کو اس سے صوفیوں کی مجلسوں اور ان کے مسالک سے عام واقفیت کرادی جائے اسی وجہ سے ملفوظات کے مجموعوں سے طالبانِ راہ حق اپنی رہنمائی آسانی سے حاصل کرتے ہیں۔ اسی لئے مرتبین ملفوظات کے مجموعوں کو سہل زبان میں پیش کرتے ہیں۔ ملفوظوں کی تدوین کرتے وقت یہ خیال رکھتے ہیں کہ صاحب ملفوظ کا زور بیان قائم رہے

یا گفتگو کے درمیان کوئی ادبی شعر ان کے قلم پر ہونے سے ادا ہو جائے ۔ اس کی مثالیں حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ بہاری کے ملفوظات کے مجموعوں میں ملتی ہیں ۔ اور ان کے بلخی خلفا ، حضرت شیخ حسین بلخیؒ اور حضرت مخدوم شیخ احمد لنگر دریا بلخیؒ کے ملفوظات کے مجموعوں میں بھی ملتی ہیں ۔ اس لئے صوفیوں کے ملفوظات کی ادبی حیثیت مسلم ہے ۔ اور ان کے مرتبین کے حسن ذوق کا بھی ثبوت ملفوظات کے مجموعوں سے حاصل ہے ۔

ملفوظات کی سماجی، تاریخی اور سیاسی افادیت

اکثر ملفوظات ہماری نظروں سے گزرتے ہیں جن میں سماجی ، ثقافتی ، تاریخی علمی اور معاشی مسائل کا ذکر ملتا ہے ۔ صوفیوں کے عہد میں بھی سیاسی کشمکشیں پائی جاتی تھیں ، اس لئے صوفیوں کے عہد کی سیاسی کشمکشوں کو سمجھنے کے لئے ان کے ملفوظات کا مطالعہ ضروری ہے ۔

ملفوظات میں شرعی وضاحتیں بھی ملتی ہیں ، اس لئے علمائے کرام بھی صوفیوں کے ملفوظات سے استفادہ کر سکتے ہیں ۔

میں نے کسی جگہ کہا ہے کہ صوفیوں کے ملفوظات میں تاریخی حوالے بھی ملتے ہیں اس سلسلے میں " ملفوظ الصفر " کے پہلے صفحہ کا مطالعہ ضروری ہے ۔ حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کے بلخیؒ خلفاء کے ملفوظات بھی تاریخی واقعات کو بیان کرتے ہیں ۔ " مونس القلوب " کو پڑھئیے ، یہ حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ کے ملفوظات کا مجموعہ کتاب ہے ۔ اس کتاب سے آپ معلوم کر لیتے ہیں کہ حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کے عہد میں دہلی میں مولانا عز کاکوی اور مولانا احمد بخاریؒ کا قتل ہوا ۔ مخدوم الملک کو خبر ہوئی ، آپ نے فرمایا کہ جس شہر میں ایسے عالموں کو قتل کیا جائے ، حیرت ہے کہ وہ شہر

تباہ و برباد نہ ہو۔

میں نے کہا ہے کہ حضرت شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیریؒ کے ملفوظات میں تاریخی حوالے ملتے ہیں۔ "ملفوظ الصفر" کے پہلے صفحہ پر حضرت فرید الدین عطار کے دیوان سے کچھ اشعار نقل کئے گئے ہیں اور ان اشعار کی تشریح و توضیح حضرت شیخ شرف الدین احمد اپنی زبان ... مبارک سے فرماتے ہیں۔ معاصرین کرام کی یہ نا عاقبت اندیشی ہے کہ وہ صوفیائے کرام کی ریاضت و مجاہدے کے تو قائل ہیں مگر صوفیوں کے ادب کے قائل نہیں ہوتے ــــــــ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ معاصرین صوفیوں کے ادب کو پڑھنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے، اس جگہ پر یہ بتا دینا ضروری ہے کہ صوفیوں کو ادبیاتِ عالیہ میں شغف اور دسترس حاصل تھا اور سنجیدہ علمی اور ادبی شغف رکھتے تھے۔

ملفوظات سے صوفیوں کی نجی زندگی پر اچھی طرح روشنی پڑتی ہے، یہ علم ہوتا ہے کہ عملی زندگی اور جد و جہد سے انہیں کتنا سروکار تھا۔ ملفوظات کے بعض مرتبین ہمارے سامنے آتے ہیں، ان کی تحریر کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نثر میں شاعرانہ تاثر پیدا کرتے ہیں اور بعض واقعات کی تصویر کشی اس انداز میں وہ کرتے ہیں کہ کوئی شخص ان کو پڑھتے ہوئے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مثال کیلئے "راحت القلوب" کو اپنے سامنے رکھیں اور حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیریؒ بہاری کے وصال فرمانے کے واقعہ کو پڑھیں، اس واقعے کی تصویر کشی اس اثر انگیز انداز میں کی گئی ہے کہ قارئین اور سامعین کے اوپر گریہ کی رقت طاری ہوتی ہے اور اس قسم کے نثر کا جواب نہیں ہے ــ یہ خصوصیت بالعموم منظوم نثر کے

رکھتے ہیں لیکن "راحت القلوب" کے وصال کے واقعے کے نثر کو لیجئے، اس طرح کی گریہ آور عکاسی ایک اچھی سی اچھی نظم نہیں کر سکتی ہے۔

اس بحث کے بعد یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ملفوظات کو ادبی اور ثقافتی نقطۂ نظر سے نظر انداز نہیں کرنا چاہئے ــــــ سماجی اور ثقافتی گوشوں کو عیاں اور ظاہر کرنے کے لئے ملفوظات کا مطالعہ بہت ضروری ہے خصوصیت کے ساتھ ہندوستانی صوفیوں کے ملفوظات ہماری علمی توجہ کے مستحق ہیں، جس میں ہمارے صوفیوں کے ملفوظات کے مجموعے ہمارے علمی و ادبی مطالعے کے لئے سر فہرست رکھے جا سکتے ہیں ــــــ اس لئے تیرھویں اور چودھویں صدی عیسوی کے ہندوستان کے بہت سارے رسم و رواج، ہندوستانیوں کے عادات و اطوار اور مسلمانوں کے ساتھ ان کی نقل و حرکت اور برتاؤ کا انہیں ملفوظات سے پتا چلتا ہے۔ پندرھویں اور سولھویں صدی عیسوی میں بھی اسی نہج پر ہندوستان میں بالعموم اور صوبۂ بہار میں بالخصوص ملفوظات کے مجموعے تیار ہوتے رہے، اس زمانے کی مروجہ زبان کیا تھی؟ اور فارسی زبان کو نوشت و خواند میں کس طرح استعمال کرتے تھے؟ ہندی لفظوں کی آمیزش فارسی زبان میں خوش اسلوبی سے ہوتی تھی یا بد اسلوبی سے؟ یہ ہمارے علمی تحقیقات کے واحد ذریعے ہمارے صوفیوں کے ملفوظات ہی ہیں۔

صوفیائے کرام اپنے "مافی الضمیر" کو خواص و عوام کے سامنے کس طرح ادا کرتے تھے؟ اور اپنے اپنے عہد کی مروجہ زبان کو صوفیائے کرام کس طرح ادا کرتے تھے اور کیسے لفظوں کو اپنے کلام میں دروبست کرتے تھے؟ اور کس طرح لکھتے تھے اور کس طرح گفتگو کرتے تھے؟

ان تمام گوشوں کی تحقیق کی ضرورت ہے اور ایسی تحقیقات میں صوفیائے کرا

کے ملفوظات بہت ممدّ و معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ بہاری کے بعد، آپ کے بلخی خلفاء حضرت شیخ حسین نوشہ توحید بلخیؒ اور حضرت مخدوم شیخ احمد لنگر دریاؒ بلخی کے ملفوظات کے مجموعے بھی تمام خوبیاں رکھتے ہیں۔

حضرت احمد لنگر دریا کا ملفوظ "مونس القلوب"

حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کے بلخیؒ خلفاء کے دو ملفوظات کے مجموعے دریافت ہوئے ہیں۔

گنج لایخفیٰ:-

یہ حضرت مخدوم شیخ حسینؒ نوشہ توحید" بلخیؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے، اس کے متعدد نسخے (قلمی) دریافت ہوئے ہیں۔ ایک قلمی نسخہ خدا بخش خاں لائبریری (پٹنہ) میں موجود ہے اور دوسرا قلمی نسخہ شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ کے پاس موجود ہے۔ "گنج لایخفیٰ" پر تفصیلی بحث "مونس القلوب" کے ساتھ تقابلی مطالعہ پیش کرتے ہوئے آگے صفحات میں کی جائے گی۔

مونس القلوب:-

یہ حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ کے ملفوظات کے قلمی مجموعے کا نام ہے، عصر جدید کی تحقیق کے مطابق اس کتاب کے دو قلمی نسخے ابھی تک دریافت ہوئے ہیں۔ ایک قلمی نسخہ، خانقاہ لائبریری، منیر شریف، پٹنہ میں موجود ہے۔ اور دوسرا قلمی نسخہ شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ کے پاس موجود ہے۔

مذکورہ بالا دونوں نسخوں سے صحت و تقابل کرنے کے بعد تیسرا قلمی نسخہ ایک کتاب کی صورت میں میں نے تیار کیا ہے اور میرے پاس موجود ہے۔ [لہ]

مونس القلوب کے موجودہ قلمی نسخوں کی تعیین و تقدیر

شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ کے مونس القلوب (قلمی) فارسی میں مجلسوں کی تعیین و تقدیر سو مجلسوں میں ہوئی ہے۔ اور مجلس میں ایک موضوع پر مشتمل ساری گفتگوؤں کو جمع کیا گیا ہے۔ اور ایک مجلس کا موضوع دوسری مجلس کے موضوع سے جداگانہ ہے ــــــــ اور اس نسخے کی ضخامت پانچ سو پندرہ (۵۱۵) صفحات کی ہے۔ اور اس نسخے کے آخری صفحہ میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے جو اس نسخے کی قدامت کے متعلق ضروری آگاہی بہم پہنچاتی ہے :۔

"ہذا الکتاب بعون الملک الرب مسمّی مونس القلوب از زبان و ملفوظ مخدوم قدوۃ العارفین برہان العاشقین مفخر بنی آدم من خلفائے ابراہیم ادہم حضرت شیخ احمد بن شیخ حسن بن شیخ حسین المعروف بہ" نوشۂ توحید" بن شاہ معز شمس بلخی برادر شاہ مظفر قدس اللہ سرہما العزیز بتاریخ دوم شہر محرم الحرام ۱۲۳۱ھ فصلی روز دوشنبہ بوقت عصر بمقام عدل پور، پرگنہ سرلیبا بموجب ارشاد حضرت شاہ مخدوم بخش صاحب قبلہ عالمیان رئیس الزمان بخطِ ناقص عاصی الٰہی بخش انصاری متوطن قدیم موضع رائے پور پرگنہ غیاث پور یکی از

لہ ، مونس القلوب (قلمی) فارسی ــــــ تقابل و تصحیح شدہ از نسخہ جات قلمیان فارسی خانقاہ لائبریری منیر شریف و شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ ۔ راقم حسن امام

معتقدانِ قدیم اند۔۔۔۔ آمدہ دہم ماہ شوال آغاز نوشتن کردہ بودم، بعرصہ دو ماہ بست و دوم یوم باتمام رسید فقط و در ورقہای جا بجا کرم خوردہ بود لفظ معلوم نشد"۔ [1]

اس عبارت سے آگاہی ملتی ہے کہ مذکورہ نسخے کے کاتب کا نام الٰہی بخش انصاری تھا، جو پرگنہ غیاث پور کے موضع راشٹے پور کا ایک قدیم متوطن تھا۔ اس نسخے کو اس نے حضرت شاہ مخدوم بخش صاحب، جو اس زمانے کے رئیس تھے، ان کے حکم سے لکھا۔ اور عدل پور پرگنہ سرلیا میں مقیم ہو کر اس نے اس نسخے کی کتابت مکمل کی، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم شاہ بخش صاحب موضع عدل پور کے رئیس تھے، اور یہ موضع پرگنہ سرلیا میں آباد تھا، کتابت کی تاریخ کاتب نے سنہ ہجری یا عیسوی نہیں لکھی ہے بلکہ سنہ فصلی بیان کی ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ ۲۲ (بائیس) محرم الحرام ۱۲۴۱ھ فصلی (بارہ سو اکتالیس فصلی) کو اس نے اس نسخے کو لکھ کر مکمل کیا۔

خانقاہ لائبریری بھیر شریف، پٹنہ کے "مونس القلوب" (قلمی فارسی) کا نسخہ تقریباً پچاس برس قبل کا لکھا ہوا ہے، اور مذکورہ نسخہ بلخی کے مقابلے میں کچھ قدیم نہیں ہے ـــــ اس لئے اس کی تفصیل و تحقیق سے مزید علم میں اضافہ ہونے کا امکان نہیں ہے، البتہ ہمارے علم کے لئے ضروری ہے کہ اس نسخے کی مجلسوں کی تعیین و تقدیم کا کیا حال ہے؟ اس نسخے میں مجلسوں کی تعداد تقریباً اٹھانوے مجلسوں تک پہونچتی ہے، اور ہر مجلس میں صرف ایک موضوع پر تمام گفتگوؤں کو جمع

---

[1] مونس القلوب (قلمی) فارسی ص ۵۱۵ ـــ ملکیت شاہ تقی حسن بلخی پٹنہ

کر دیا گیا ہے اور کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا دونوں نسخے کسی ایک
اصل سے یا اصل کی نقل سے نقل کیے گئے ہیں اور نسخہ منیر شریف (پٹنہ)
کے کاتب نے پریشانی اور محنت سے بچنے کے لئے اصل نسخے کی سو مجلسوں
کو تقریباً اٹھانوے مجلسوں ہی میں سمو دیا ہے، نسخہ منیر شریف کے ایسا
کرنے سے جدید زمانے کے کاتبوں کے رنگ یا نقش کتابت کا اندازہ ہوتا
ہے، نسخہ منیر شریف کے مونس القلوب کے صفحات کے شمار سے اس
سلسلے میں مزید علم نہیں ہو پاتے ہیں، اس لئے ان کی تعداد کا بیان ضروری
نہیں ہے۔

مونس القلوب کے مرتب اور جامع :-

مونس القلوب کے مرتب اور جامع قاضی ابن خطاب منیری تھے۔
یہ حضرت احمد لنگر دریا کے مرید تھے اور آپ کی مجلسوں کے "حاضر باش"
شخص تھے، ان کا پورا نام قاضی سید بن خطاب سری ثانی (منیری) تھا،
یہ ایک ذی علم ثابت ہوئے، قوت حافظہ ان کا اچھا تھا، آپ کی
مجلسوں میں جتنی گفتگوئیں ہوتی تھیں ان کو یاد رکھتے تھے اور اپنی
یادداشت کے مطابق پھر ان کو قلم بند کرتے تھے، مونس القلوب
کی ابتدا میں آپ نے ایک مقدمہ پیش کیا ہے جس میں بیان کیا گیا ہے
کہ یہ ملفوظات حضرت احمد لنگر دریا کے ہیں جس کو آپ (قاضی سید
ابن خطاب منیری) نے جمع کیا ہے اور ترتیب دیا ہے، اس سے
کہ آپ حضرت احمد لنگر دریا بلخی کے مرید تھے اور آپ کی مجلسوں سے

لے۔ کذا۔ ص ۱-۲۔ مونس القلوب فارسی (قلمی) مملوکہ شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ

ایک حاضرباش تھے۔ اس کتاب کا نام "مونس القلوب" آپ نے تجویز فرمائی، اس کو سو مجلسوں میں تقسیم کی، اور ہر مجلس میں ایک موضوع پر تمام گفتگوؤں کو شامل کیا۔ اور مرتب نے تمام مجلسوں کے ابواب میں مختلف النوع موضوعات کی ایک طویل فہرست بھی مندرج کی ہے[1]

مجلس اوّل

اس مجلس میں رزق کے موضوع پر ملفوظات ہیں، رزق بغیر وسیلے کے بھی پہونچائی جاتی ہے اس سلسلے میں دو بیابانوں کے دو آدمیوں کی حکایت بیان کی گئی ہے۔ اور دوسری حکایت حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ کی سیرت سے اخذ کر کے بیان کی گئی ہے حضرت ذوالنون مصریؒ نے رزق رسانی کے رمز کو دو جانوروں کے مختلف عملوں سے دریافت فرمائی۔ اور آپ نے اس تجربے کے بعد یہ یقین فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بلا واسطہ اور بالواسطہ دونوں طرح سے رزق پہونچانے پر قادر ہے۔

مجلس دوم

اس مجلس میں فقر و استغناء کے موضوع پر ملفوظات ہیں، انبیاء علیہم السلام کی سیرت سے حوالے پیش کئے گئے ہیں اور حضرت رسول اکرم صلعم کی سیرت طیبہ کے ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ آپ فقر و استغناء کو پسند فرماتے تھے، اور اپنے گھر میں دنیا

---

[1] مونس القلوب (قلمی) فارسی ص ۲ تا ص ۱۲۔ مملوکہ شاہ تقی حسن بلخی پٹنہ

کی کوئی چیز نہیں رکھتے تھے۔

بنی اسرائیل کے قبیلے کے ایک فقیر کا ذکر کیا گیا ہے، جس کا نام کلیب تھا، کلیب خدا رسیدہ فقیر تھا اور مفلس و نادار تھا۔

بہار شریف خانقاہ (پٹنہ) کے مشائخ اور سجادہ نشین بلخی رح خلفاء کے مناقب بیان کئے گئے ہیں جس میں حضرت مولانا مظفر شمس بلخی رح کی عائلی زندگی کے منقطع کر دیئے جانے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اس ملفوظ میں حضرت مولانا مظفر شمس بلخی رح کے فقر کا بیان ہوا ہے، آپ کے فقر و استغناء کا یہ حال تھا کہ اپنے گھر میں دنیا کی کوئی چیز نہیں رکھتے تھے ـــــــ دوسرے بلخی خلیفہ حضرت شیخ حسین بلخی رح کے مناقب بیان ہوئے ہیں اور آپ کی خانقاہ کے صوفیوں کا حال بیان کیا گیا ہے۔

مجلس سوم

اس مجلس میں حاضرین معتقدین نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ مسلمان مُردے کی روح قبر میں مردہ ہوتی ہے یا زندہ ہوتی ہے؟ اس بارے میں کیا ارشاد ہوتا ہے۔؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ مسلمان مُردے کی روح اپنی قبر میں زندہ ہوتی ہے اور وہ دنیا کی نقل و حرکت کو سنتی ہے، یہاں تک کہ اگر اس کی قبر پر سے ایک چیونٹی گزرتی ہے تو قبر میں روح چیونٹی کے چلنے کی آواز کو سنتی ہے۔

اس مجلس میں ارواحِ موتی کے ضمن میں گفتگو نے طول کھینچا اور آپ نے تقریر فرمائی کہ آپ کے مرشد اور دادا حضور حضرت شیخ حسین "نوشہ توحید" بلخی رح نے آپ کے والد، حضرت شیخ حسن "دائم جشن" بلخی رح

کے استفسار کا جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ آپ (حضرت حسین بلخیؒ)
اگر انتقال فرمائیں تو تردّد میں گرفتار ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے،
اپنے مسائل حسب دستور، آپ کی حیات دنیوی، آپ کے انتقال
فرمانے کے بعد بھی آپ کی قبر پر پیش کیا جائے انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے
خاندان کے بلخی خلف کی دقتیں اور مشکل مسائل حل ہو جائیں گے۔
اور آپ کے خاندان کے بلخی افراد کی مصیبتیں دور ہو جائیں گی۔

مجلس چہارم

اس مجلس میں آپ نے مسلمانوں کو شرف بیعت سے نوازنے کا
طریقہ بتایا۔ توبہ کرانا، کلمہ شہادت پڑھانا، ٹوپی پہنانا اور سر سے
تین جگہ سے بال تراشنا ـــــــ اس سلسلے میں آپ نے مزید فرمایا
کہ بچے کی بیعت صغیر سنی میں لے لینی چاہیئے۔ یہ بچے کے حق میں اچھا ہے
اور صغیر سنی میں اس قسم کا کار خیر بلوغیت کے بعد کے زمانوں میں گناہوں کا
کفارہ ہو جائے گا۔

اس مجلس میں حدیث نبویؐ کے ارشاد کے مطابق مزید ہدایت کی
گئی ہے کہ مسلمانوں کو اپنی داڑھی کے بالوں کو بڑھا ہوا نہیں چھوڑنا چاہیئے
بلکہ جب داڑھی کے بال بڑھ جائیں تو اس کو توڑ ڈالنا چاہیئے اور اس
کو بڑھا ہوا چھوڑ دینے سے شیطان مسلمانوں کو فتنہ و فساد کے لئے
ابھارتا ہے۔

اس مجلس میں آپ کے بیٹے سلطان ابراہیم بلخیؒ کی ولادت
باسعادت کی خبر ملتی ہے اور دوسری تفصیلیں بھی اپنے بلخی ہونے کی
موافقت میں پیش فرماتے ہیں۔ اسی مجلس میں یہ خبر ملتی ہے کہ آپ اپنے

پھر سے بھائی سیف الدین بلخی رح کے اہل و عیال کے درمیان نزع و فساد کی وجہ سے ایک دفعہ سخت تشویش اور پریشانی میں گرفتار تھے۔

مجلس پنجم

اس مجلس میں قرآن مجید کی آیت کی تفسیر بیان کی گئی ہے اور فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے بیان کئے گئے ہیں۔ نیز قرآن مجید کی افضلیت واضح کی گئی ہے اور توحید کی اکائی ثابت کی گئی ہے۔ آپ نے بیان فرمایا کہ قرآن مجید غیر مخلوق ہے اور قدیم بھی ہے، قرآن مجید کے سارے قصے فانی ہیں مگر قرآن مجید غیر فانی ہے اس لئے کہ وہ قدیم ہے۔

مجلس ششم

اس مجلس میں قرآن مجید کی "حسن تلاوت" پر تقریر فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلعم قرآن مجید کو "حسن تلاوت" اور خوش الحانی سے قرأت کرنے اور قرأت کرانے کے لئے مامور کئے گئے تھے، آپ کے ایک صحابی تھے، جن کا نام حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ تھا۔ وہ قرآن مجید خوش الحانی اور صحیح قرأت سے تلاوت فرماتے تھے: ان کی تلاوت سے خدا اور رسول دونوں خوش ہوتے تھے۔

اس مجلس میں فرعون کی عمر کا احتساب کیا گیا ہے، آپ نے بیان فرمایا کہ فرعون کی عمر چار سو برس ہوئی اور اس نے اپنی حیات میں ایک کام مشقت کا نہیں کیا ——— اس مجلس میں ارواح حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہمکلام ہونے کا تذکرہ ہے، حضرت موسیٰ "گندم خوری" پر حضرت آدمؑ کو طعن و تشنیع

کرتے تھے، حضرت آدم علیہ السلام نے یہ جواب صادر فرمایا کہ "گندم خوری" (گیہوں کھانا) آدمؑ کی قسمت میں مرقوم تھی، اور قسمت میں جو رقم ہو چکی ہے انسان کے سامنے آنے والی ہے اور اس سلسلے میں آدمی مجبور ہے، اسلئے آدمؑ کو معذور رکھنا چاہیئے۔

مجلس ہفتم

اس مجلس میں حضرت خیر النساج رحمتہ اللہ علیہ کا ذکر آیا ہے، اور آپ کے مناقب بیان کئے گئے ہیں۔ جب آپ قضا کر رہے تھے تو مغرب کا وقت تھا، آپ نے اسی حالت میں مغرب کی نماز ادا فرمائی ——— اس مجلس میں بیان کیا گیا ہے کہ "ذکر الہٰی" کی مجلسوں کو چھوڑ کر نہیں اٹھنا چاہیئے۔ جو آدمی ایسا فعل کرتا ہے دنیا میں مفلس کر دیا جائے گا اور قیامت کے دن اس کو اندھا کر کے اٹھایا جائے گا۔

دوسری نصیحت یہ فرمائی ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا عمل ہمیشہ جاری رکھنا چاہیئے، قرآن مجید کو حفظ کر کے نہیں بھلانا چاہیئے ——— جو آدمی حافظِ قرآن ہو، اور قرآن مجید کی ہمیشہ تلاوت نہیں کی، اس کو قیامت کے دن دوزخ میں داخل کیا جائے گا اور عذاب میں مبتلا کیا جائے گا، لغو اور دروغ کہنے والے کا ٹھکانہ جہنم ہے، زانی اور زانیہ دونوں جہنمی ہیں اور سود خوار آدمی کو جہنم میں داخل کیا جائے گا اور اس کو عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

مجلس ہشتم

اس مجلس میں یہ خبر دی ہے کہ حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین

احمد یحیٰی منیریؒ کے دو خلیفہ تھے۔ حضرت مولانا شیخ مظفر بلخیؒ اور حضرت شیخ
نصیر الدین سمنانیؒ۔ یہ دونوں بزرگان آپ کے محبوب خلفاء تھے۔ حضرت
شیخ مولانا مظفر بلخیؒ جب آپ کی خدمت میں آتے تھے تو آپ حضرت مظفر
بلخیؒ کو "داہ آئید" اور "شاہ آئید" کے کلمے سے یاد فرماتے تھے اور جب
حضرت شیخ نصیر الدین آپ کی خدمت میں آتے تھے تو آپ شیخ نصیر الدین کو
"مولانا آیا" سے یاد فرماتے تھے۔

اس مجلس میں حضرت مولانا مظفر بلخی کی تجریدی کی زندگی کے بارے
میں آگاہی ملتی ہے اور حضرت نصیر الدین سمنانیؒ اور حضرت شیخ مولانا مظفر
بلخیؒ کے درمیان قدرے امتیاز تفوق کا تذکرہ بیان کیا گیا ہے۔

اس مجلس میں حضرت مخدوم الملک بہاریؒ کے انتقال فرمانے
کا تذکرہ بیان ہوا ہے۔ حضرت مولانا شیخ مظفر بلخیؒ کے متعلق آپ نے
"منظور جان منست، منظور جان منست" کے آخری کلمے اپنی زبانِ مبارک
سے ادا فرمائے تھے، اور حضرت شیخ نصیر الدین سمنانیؒ کے متعلق اسی
طرح کے فقرے فرمائے تھے، اس تذکرے کو بھی اس مجلس میں بیان
فرماتے ہیں۔

جس وقت حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیریؒ وبہاری
قضا کر رہے تھے، آپ بہار شریف خانقاہ میں مقیم تھے اور حضرت
مولانا مظفر بلخیؒ ملک عدن میں تشریف رکھتے تھے، اپنی رحلت کی خبر
ہندی کا دوہرے سے خواب کے ذریعے ان تک بھی پہونچائی۔

آئی رات سہانیاں　　جن کارن ڈھیاں کھائیاں

چنانچہ اس خواب سے حضرت مولانا مظفر بلخیؒ کو خبر ملی کہ آپ نے
وصال فرمایا، عدن سے آپ بہار شریف (پٹنہ) پہونچے، اور اپنے خواب کی

تصدیق پائی کہ حضرت مخدوم الملک بہاریؒ رحلت فرما گئے۔

مجلس نہم

اس مجلس میں حضرت رسول اکرم صلعم کی سیرت طیبہ کی یہ خوبی کرامی یہ بیان کی گئی ہے کہ جب آپ کے انتقال فرمانے کا وقت آیا تو آپ نے مسواک کی اور وضو فرمایا ـــــــ اس لئے کہ وضو بندگی کی ابتدا ہے ـــــــ سیرتِ نبویؐ کی روشنی میں آپ نے حضرت بایزید بسطامیؒ کی سیرتِ حسنہ اور مناقب کو بیان فرمایا کہ حضرت بایزید بسطامیؒ سبحان ما اعظم شانی" (یعنی: میں خدا ہوں) ـــــــ دورانِ حیاتِ مبارکہ فرمایا کرتے تھے، مگر جب آپ نے قضا کیا تو آپ یہ فرماتے تھے۔

"ان قلت یوماً سبحانی ما اعظم شانی فانا الیوم مجوسیٌ اقطع زناری واقول اشھد ان لآ الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد عبدہٗ ورسولہٗ ـــــ ترجمہ ـــــ اگر میں نے کسی دن "سبحانی ما اعظم شانی" کہا تو آج میں مجوسی ہوں، میں اپنا زنار کاٹتا ہوں اور کلمہ شہادت پڑھتا ہوں (اشھد ان لآ الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد الی آخرہ) آپ نے فرمایا کہ حضرت بایزید بسطامیؒ کا یہ قول آپ کو عالم ارفع سے عالم ارفع کی طرف ترقی کے زینے پر پہونچاتا ہے۔

مجلس دہم

اس مجلس میں خبر ملتی ہے کہ حضرت رسول اکرم صلعم کے چار بیٹے پیدا ہوئے اور کمسنی میں آپ کے بیٹوں کا انتقال ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ

اس میں رمزِ الٰہی پنہاں تھا کہ آپ کے بیٹے دنیا میں پیدا ہوئے مگر آپ کے بیٹوں کا انتقال کمسنی کے زمانے میں ہوا۔ کفارانِ مکہ، اس وجہ سے آپ کو "ابتر" (یعنی دُم کٹا ہوا) سے یاد کرتے تھے۔ آپ کی خوشی کے لئے قرآن مجید کی "سورۂ کوثر" نازل ہوئی ـــــ اس سورۃ کی ذریعہ سے آپ کو خوشخبری دی گئی ہے کہ آپ کی اولاد کی کثرت ہوگی، جو دنیا میں قیامت کے دن تک باقی رہے گی۔

آپ نے سورۂ کوثر کی تفسیر بیان فرمائی ـــــ پہلی تفسیر میں آپ نے "کوثر" سے مراد حوضِ کوثر لیا ہے اور دوسری تفسیر میں آپ نے "کوثر" سے مراد نبی حضرت رسول اکرم صلعم کی اولاد کی کثرت بیان فرمائی ہے۔

مجلس یازدہم

اس مجلس میں احادیثِ نبوی صلعم سے بعض وعیدیں پیش نظر کی گئی ہیں، آپ نے فرمایا کہ جس طرح سے بنی اسرائیل کے قبیلے بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے، اسی طرح سے اُمتانِ ختم رسل، حضرت محمد صلعم کے بہتر فرقے ہو گئے، مسلمانوں کو عملِ خیر کی سنت کی بنیاد ڈالنی چاہیے، کیونکہ ایک عملِ خیر کرنے والا جتنی نیکیاں حاصل کرتا ہے اسی طرح سے کسی عملِ خیر کی سنت کی بنیاد ڈالنے والا برابر نیکیاں حاصل کرتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ حضور اکرم محمد صلعم کا ارشاد ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کی فضیلت تمام مومنوں میں سب سے زیادہ ہے۔ اس لئے کہ آپ نے سب سے پہلے اسلام قبول فرمایا اور آپ نے حضرت رسولِ اکرم صلعم کی نبوت کی تصدیق فرمائی۔

اس مجلس میں یہ بھی خبر دی گئی ہے کہ "قابیل" حضرت آدم علیہ السلام کا بیٹا تھا، روئے زمین پر کسی آدمی کا پہلا قتل قابیل ہی نے کیا۔

مجلس دوازدہم

اس مجلس میں حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاری کی زاہدانہ زندگی، بہیا کے جنگل میں بسر ہونے کا ذکر ہے، آپ کی غذا اناج نہیں تھی، درختوں کے پھلوں اور سبزیوں پر گزارا کرتے تھے، اس کے بعد ہرنیوں کے دودھ کا بھی استعمال فرماتے تھے، آپ کے فقر وفاقہ کا یہی حال بہار شریف خانقاہ (پٹنہ) میں مقیم ہونے کے بعد تھا، آپ اپنی والدہ کو خانقاہ میں ساتھ رکھتے تھے اور والدہ ماجدہ کو "ماموں" کہا کرتے تھے۔ آپ نے بہیا (مضافات شاہ آباد) کے جنگل میں سخت عبادت، و ریاضت فرمائی، یہاں تک کہ اپنے جسمانی قویٰ کو خس وخاشاک کی طرح سے بنادیا ——— اس طرف بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

آپ کے انتقال فرمانے کے بعد حضرت مولانا مظفر بلخیؒ ملک عدن سے بہار شریف خانقاہ میں تشریف لائے اور آپ کے پہلے خلیفہ اور سجادہ نشیں ہوئے، یہ تفصیل بھی اس مجلس میں بیان کی گئی ہے۔

مجلس سیزدہم

اس مجلس میں بنی اسرائیل کے زمانے کا تذکرہ آیا۔ آپ نے جریج نامی؛ ایک بنی اسرائیلی فقیر کی زاہدانہ زندگی کے مناسب بیان فرمائے، آپ نے بیان فرمایا کہ جریج ایک "خدا رسیدہ" فقیر تھا، اس نے ایک

صومعہ تیار کی تھی جس میں وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر میں مشغول رہتا تھا، جریج کی ماں اس کے عہد میں زندہ تھی، جریج نے اپنی عزت نفس کی ہر طرح سے حفاظت کی یہاں تک کہ ایک فاجرہ عورت کے مکر و فریب سے خود کو محفوظ رکھا، جب جریج اس امتحان میں کامیاب ہوا تو بنی اسرائیل کے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس کے ساتھ ہر طرح سے عزت و مکرمت کے سلوک کا اجراء کیا۔

مجلس چہاردہم

اس مجلس میں خبر ملتی ہے کہ آپ ملک عدن تشریف لے گئے لیلۃ الرغائب کے موقع پر عدن میں قیام فرمایا اور اس شب کو سو رکعتیں نفل نمازیں ادا فرمائی۔ ملک عدن کا جغرافیہ، آب و ہوا، عدن کی معاشرتی اور مذہبی زندگی کا تفصیلی بیان اس مجلس میں پیش کیا گیا ہے۔

مجلس پانزدہم

اس مجلس کے ذریعہ خبر ملتی ہے کہ "اوراد دہ فصلی" حضرت شیخ حسین نوشہ توحید" بلخی رح کی تصنیف تھی اور یہ کتاب آپ کے درس و تدریس میں رہا کرتی تھی۔

مجلس شانزدہم

اس مجلس میں آپ کے دادا حضور اور مرشد حضرت شیخ حسین "نوشہ توحید" بلخی رح کے خانقاہ کے صوفیوں کی حالت بیان کی گئی ہے اس مجلس سے آگاہی حاصل ہوتی ہے کہ حضرت حسین نوشہ توحید بلخی رح کی اہلیہ

کا نام حضرت بی بی عروس تھا، آپ ایک ولیہ خاتون تھیں اور ہمیشہ باوضو "مصلّی" پہ بیٹھی رہتی تھیں، آپ کے عہد کے شرفاء و رؤسا کی شہزادیاں آپ کی خدمت میں رہتی تھیں اور تزکیۂ نفس اور طہارت کی زندگی کی تعلیم حاصل کرتی تھیں ——— حضرت احمد لنگر دریاؒ کے والد ماجد، حضرت شیخ حسن "دائم بخش" بلخیؒ کے جود و سخا کے احوال بھی اس مجلس میں بیان کیے گئے ہیں۔

مجلس ہفتدہم

اس مجلس میں قرآن مجید کی آیت "ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ ——— الی آخرہ ——— کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ اور آدم و حوا کی تخلیق کی مختلف وجہوں اور سببوں کو بیان کیا گیا ہے ———

اس مجلس کی خبر ہے کہ آدمی جب پیدا ہوتا ہے تو اس کا ہمزاد بھی پیدا ہوتا ہے جس کو "خناس" کہتے ہیں۔ "خناس" اس وقت تک انسان کے ساتھ رہتا ہے جب تک انسان دنیا میں رہتا ہے۔

مجلس ہیژدہم

اس مجلس میں "فصوص الحکم" کا ذکر آیا ہے، یہ ایک کتاب ہے، اس میں مرقوم ہے کہ آدمی کو موت کے بعد بھی ترقی حاصل ہوگی ——— استفسار کرنے پر آپ نے جواب بیان فرمایا کہ موت کے بعد ترقی کرنے سے مراد روح کی ترقی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مثلاً ایک پیر نے اپنے کسی ایک مرید کو کوئی ذکر پڑھنے کی اجازت دی اور اثنائے ذکر کے زمانے میں مرید کا انتقال ہو گیا، تو پیر کی مدد مرید کی روح کو حاصل ہو گی اور پیر کی

مدد سے مرید کی روح کو ترقی حاصل ہوگی ۔ آپ نے مزید صراحت فرمائی کہ پیر زندہ ہو اور مرید مرگیا ہو یا دونوں اس دنیا میں نہیں ہوں ——— دونوں صورتوں میں پیر کی روح اپنے مرید کی روح کی مدد کرے گی ۔ اور اس سے مرید کی روح کو ترقی حاصل ہوگی — !

"جبار" اسمائے صفات باری تعالیٰ میں شامل ہے ——— اس کا معنی یہ ہے کہ بندے کے عملِ خیر میں کوئی نقصان ہو تو اللہ تعالیٰ اپنی صفت "جبر" سے اس عملِ خیر کی کمی کو پورا کر دیتا ہے ۔

حدیث نبوی ہے :-

" للصائم فرحتان ، فرحۃٌ عند الافطار وفرحۃٌ عند لقاء الجبار " ——— اس حدیث شریف میں "جبار" اور "جبر" کا وہی معنی ہوگا جیسا بیان کیا گیا ہے ۔

مجلس نوزدہم

اس مجلس میں حدیثوں کی قسمیں اور ان کی خوبیوں پر تفصیل ملتی ہے ۔ حضرت امام بخاریؒ اور حضرت امام مسلمؒ کی حدیثوں کو صحیح احادیث ہونے کا شرف حاصل ہے اور دوسری قسم کی حدیثوں کو معتبر احادیث کہا جاتا ہے ، جن کو دوسرے دوسرے راویوں نے بیان کیا ہے آپ نے بحث میں حصہ لیتے ہوئے فرمایا کہ احادیث اصول ستہ بھی صحیح حدیثیں ہیں ، جو یہ ہیں ——— سنن ابی داؤد ، نسائی ، سنن ابن ماجہ سنن بیہقی ، ابن السنی ، جامع ابو عیسیٰ " ترمذی ، مستدرک ابو حاکم ابی عبداللہ اور طبرانی ——— مگر شہرت اور قبولیت صحیحین (بخاری و مسلم) کو حاصل ہوئی ہے اور اصول ستہ حدیثوں کو حاصل نہیں ہوئی ہے ۔

اس مجلس میں ایک دوسری کتاب کا ذکر بھی آیا ہے جس کا نام تفسیر زاہدی ہے۔ یہ امام زاہد کی تفسیر ہے۔ اور خوان پر نعمت ملفوظات حضرت مخدوم الملک، شیخ شرف الدین احمد بہاری میں اس کتاب کا ذکر آیا ہے۔ اس ملفوظ میں حضرت شیخ شرف الدین احمدؒ فرماتے ہیں کہ تفسیر زاہدی کی چار جلدیں ہیں۔

مجلس بستم [۲۰]

اس مجلس میں صحاح لغت کے نسخے کا ذکر آیا ہے جو آپ کے درس میں پیش کیا گیا تھا ـــــ اس نسخے میں امراء القیس کا ایک شعر درج ہے۔ اس مجلس میں آپ نے امراء القیس کی عربی شاعری پر تقریر فرمائی۔ آپ نے امراء القیس کی قصیدہ نگاری کی مہارت پر اظہار خیال فرمایا۔ اور یہ فرمایا کہ ملک عرب میں امراء القیس کے جیسا دوسرا شاعر پیدا نہیں ہوا۔ امراء القیس فصاحت و بلاغت اپنے کلام میں اس طرح سے پیش کرتا تھا کہ دوسرے عربی شاعروں سے پیش نہیں ہو سکا۔

آپ نے امراء القیس کا یہ شعر اس مجلس میں پیش فرمایا:۔

انا فتنی اموال بغنیات
وجفان کالجواب وقدور اسیات

آپ نے فرمایا کہ جب اس شعر کی خبر حضرت رسول اکرم صلعم کی خدمت میں پہونچائی گئی تو آپ اس شاعر سے سخت ناراض ہوئے اور آپ نے اس کے حق میں بد دعا فرمائی۔

ملعه اللہ تلیفه وقبره نارا کیف قوا القیاد

قبل نزوله ـــــ اللہ تعالی اس کی (امراء القیس کی) قبر اور دل کی آگ سے بھر دے۔ قرآن مجید کے نازل ہونے سے پہلے وہ قرآن کیسے

پڑھتا ہے۔

مجلس بست یکم [۲۱]

اس مجلس میں آپ کے مورث وجد اعلیٰ حضرت شیخ مولانا مظفر بلخی رح کی ایک کتاب، شرح عقیدہ حافظیہ کا ذکر آیا ہے، آپ نے اس کتاب کی روشنی میں حق و باطل کی قسموں پر اظہار خیال فرمایا۔ اس مجلس میں حدیث نبوی کی روشنی میں دیہات پر شہر کی فضیلت آپ نے ثابت فرمائی، آپ نے مسلمانوں کو شہر ترک نہ کرنے کی ہدایت فرمائی اور یہ بیان فرمایا کہ شہر ترک کرنے سے بہت سی ضروری چیزیں فوت ہو جاتی رہیں۔ مثلاً جمعہ کی نماز کی جماعت عیدین کی واجب نمازوں کی جماعت، علمی مواعظ کی مجلس اور قبروں کی زیارت ——— یہ چیزیں دیہاتوں میں حاصل نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے دیہاتوں میں نہیں رہنا چاہئے اور شہروں کو نہیں چھوڑنا چاہئے۔

مجلس بست دوم [۲۲]

اس مجلس میں حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری وبہاری رح کے مناقب بیان ہوئے ہیں اور یہ خبر ملتی ہے کہ آپ کے ہمعصر امیر سید جلال الدین بخاری تھے، جو اعلیٰ پایہ کے بزرگ تھے، آپ سے حضرت مخدوم الملک رح کی راہ و رسم تھی ———

اس مجلس میں حضرت مخدوم شیخ احمد چرم پوش رح کے مناقب بیان ہوئے ہیں اور "الشیخ یحییٰ دمیت" کا عینی مشاہدہ آپ کی سیرت سے پیش کیا گیا ہے۔ آپ نے مقولہ بالا کی تصدیق اپنی ایک کرامت سے ظاہر فرمائی ——— اور اس مجلس میں حضرت مخدوم الملک شیخ

شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کے عہد میں دہلی شہر[1] کے برباد ہونے کا واقعہ پیش کیا گیا ہے۔ اس عہد کے مایہ ناز عالموں میں حضرت مولانا احمد بخاریؒ اور حضرت مولانا عز کاکوی رحمہا اللہ تھے، آپ لوگوں کو دہلی میں قتل کیا گیا تھا اور اس واقعے کے بعد دہلی شہر برباد ہوا۔

مجلس بست و سوم

اس مجلس میں آپ کے نبی خاندان کے موجد حضرت سلطان ابراہیم ادہم بلخیؒ کے مناقب کا بیان تفصیل سے ہوا ہے۔ حضرت ابراہیم ادہم بلخ کے سلطان تھے، اور سیر و شکار کے شائق تھے، مگر ایک شب میں آپ کے قصر کے بالائی سقف (چھت) پر "شک شک" کی آواز نے آپ کی بادشاہت کی زندگی کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دی اور آپ نے طویل زمانے تک بلخ و بخارا کے جنگلوں میں سخت ریاضت و مجاہدے کے بعد اپنا صوفیانہ مقام استوار فرمایا۔

---

[1]: دہلی شہر برباد ہونے کا واقعہ اور حضرت مولانا احمد بخاریؒ و حضرت مولانا عز کاکوی رحمہا اللہ کے قتل کر دیئے جانے کا واقعہ کی تاریخ اور تفصیل ملاحظہ ہو۔ ص ۴۲۲ باب چودہواں ۔ مذہب، سماج اور کلچر ۔ صوفیائے کرام ۔ "بہار تھرو دی ایجز" ۔ مرتبہ آر۔ آر۔ دیواکر سابق گورنر بہار، پٹنہ

OR

P. 422. chapter XIV
Religion, society and culture The Sufis Bihar Through the ages. By. Dr. R.R. Diwakar Ex. Governor of Bihar, Patna

مجلس بست چہارم ۲۴

اس مجلس میں آپ کے دادا حضور اور مرشد حضرت شیخ حسن بلخی رح کے مناقب بیان ہوئے ہیں اور یہ خبر ملتی ہے کہ آپ کثرت سے فاقے کیا کرتے تھے اس کے بعد کمزوری اور نحیفی آنے کے بعد پھول کی خوشبو آپ کو مرغوب تھی، ـــــ اس مجلس میں حضرت احمد لنگر دریا رح کی تعلیم و تربیت کا ذکر ہے اور یہ خبر بھی ملتی ہے کہ حضرت شیخ حسین "نوشہ توحید" بلخی رح کے خانقاہ میں ذی علم اصفیاء رہتے تھے، جو آپس میں بحث و مباحثے کیا کرتے تھے، بعض اوقات خانقاہ کے اصفیاء کے مباحثے اس قدر ہنگامہ خیز ہوتے کہ حضرت احمد لنگر دریا رح کی تعلیم میں نقصان ہونے کا اندیشہ ہوتا۔ ایسے اوقات میں آپ کے دادا حضور، حضرت شیخ حسین بلخی رح اپنے پاس گھر کے اندر بلا لیتے اور تعلیم کو رواں رکھنے کا انتظام فرماتے تھے اور اس زمانے میں حضرت احمد لنگر دریا رح شرح عقیدیہ حافظیہ سے درس حاصل کر رہے تھے اور اپنے دادا حضور، حضرت شیخ حسین "نوشہ توحید" بلخی رح سے درس لیتے تھے۔

مجلس بست پنجم

اس مجلس میں حضرت رسول اکرم صلعم کی سیرت طیبہ اور مناقب بیان کیے گئے ہیں، محب و محبوب کا فرق بیان ہوا ہے، اور حضرت جویریہ رض ام المومنین تھیں، آپ حضرت رسول اکرم صلعم کی زوجہ تھیں، اور تسبیح و وظائف میں مشغول رہتی تھیں، یہ سیرت بھی ملتی ہے ـــــ حضرت مولانا مظفر بلخی رح کی اقامت مکہ معظمہ میں تھی، اور آپ نے خواب میں حضرت رسول اکرم صلعم کی زیارت فرمائی۔ یہ ساری تفصیلیں بھی اس مجلس

ہو سکتی ہیں۔

مجلس بست ششم

اس مجلس میں رزق رسانی کے باب میں بحث پائی جاتی ہے۔ آپ نے قرآن مجید کے حوالے سے یہ ثابت فرمایا کہ تمام جانداروں کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے میں ہے۔ اس سلسلے میں حدیث نبویؐ کا حوالہ بھی پیش نظر کیا گیا ہے۔ آپ نے بیان فرمایا کہ ہر آدمی کا رزق ایک جگہ اور ایک شہر میں متعین نہیں ہے۔ بلکہ مختلف جگہوں اور شہروں میں مقرر کیا گیا ہے۔ اور رزق کی نوعیت اور مقدار بھی مقرر کر دی گئی ہے۔

مجلس بست ہفتم

اس مجلس میں احادیث نبوی صلعم سے چند وعیدیں پیش نظر کی گئی ہیں۔ حضور اکرم حضرت رسول صلعم کی حدیث ہے کہ آپ کی امت کے دس آدمیوں میں ایک ولی اللہ کا ہونا ضروری ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ بہتر زمانہ حضرت رسول اکرم صلعم کا زمانہ ہے۔ اس کے بعد اس سے ملا ہوا زمانہ، اس کے بعد پھر اس سے ملا ہوا زمانہ [1] علی قدر مراتب، بہتر زمانے یہی تین ہیں۔

مجلس بست ہشتم

اس مجلس میں اپنی سیاحت، ممالک عرب کا تذکرہ بیان کرتے ہیں

---

[1] حدیث نبویؐ: "خیر القرون قرنی، ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم"۔ ــ حضرت رسول اکرمؐ

اور حجاز کی سیاحت کے تاثرات تفصیل سے بیان فرماتے ہیں، حجاز میں ایک جگہ آپ کے دیکھنے میں آئی، آپ وہاں مقیم ہوئے، اس جگہ کے شہزادے سے ملاقات فرمائی، وہاں کے لوگوں کی معاشی زندگی کا اندازہ لگایا، حجاز کے اس شہر کا نام "فیدگ" تھا، وہاں کے مرد و زن نیم عریاں لباس استعمال کرتے تھے، اناج نہیں کھاتے تھے، بلکہ "یمہ کالھا عشر" اور "ذرہ" کی قسم کی چیزیں اپنی غذا میں استعمال کرتے تھے ---- اس جگہ شہد پایا جاتا تھا، جیسے کاہ کے بوٹے ہوتے ہیں ----

مجلس بست و نہم ۲۹

اس مجلس میں فقر اور تجرد کی زندگی پر بیان پیش نظر کیا گیا ہے آپ نے حضور اکرم رسول صلعم کے فقر و فاقہ کی زندگی کی تفصیل بیان فرمائی اور آپ نے بیان فرمایا کہ حضرت رسول اکرم صلعم کی بیویوں کے قبضے میں صرف نو حجرے تھے، آپ دنیاوی مال و متاع کو عزیز نہیں رکھتے تھے اور اگر کوئی چیز آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی تھی تو آپ حاجت مندوں کو ہی اس کو تقسیم فرماتے تھے، اگر کوئی چیز تقسیم نہیں ہو سکی تو آپ اپنے اہل بیت کی طرف تشریف نہیں لے جاتے تھے اور شب مسجد میں بسر فرماتے تھے۔

مجلس سی ام ۳۰

اس مجلس میں حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر کیا، آپ نے قرآن مجید سے حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا، حضرت یونس نے اپنی قوم سے کنارہ کشی اختیار فرمائی اور کشتی میں جا بیٹھے، کشتی ڈوب گئی، اور حضرت یونس مچھلی کے پیٹ میں داخل کر دیئے گئے، یہ ساری تفصیلیں اس

مجلس میں آپ نے بیان فرمائی ــــــــــ حضرت یونسؑ سے اجتہادی غلطی ہوئی تھی، مچھلی کے پیٹ میں آپ نے اپنی غلطی کا اقرار اپنی زبان مبارک سے فرمایا اور تسبیح پڑھنے لگے، یہاں تک کہ مچھلی کی قید سے آپ کو نجات دی گئی۔

مجلس سی یکم

اس مجلس میں حضرت شیخ مولانا مظفر شمس بلخیؒ کی غزل کے اشعار کی قدر و قیمت پر بحث کی گئی ہے۔ آپ کی غزل کا یہ شعر ہے۔

سرد چو یخ چہ ماندۂ جوش برآر چون شراب

بلدۂ عاشقی جوش نقل کن از دل کباب

اس شعر کی روشنی میں حضرت مولانا مظفر شمس بلخیؒ کے فقر و فاقہ کی زندگی کی تفصیل ملتی ہے، یہ خبر ملتی ہے کہ جس زمانے میں آپ موضع خاص پور میں مقیم تھے، چالیس مرتبہ آپ نے اپنے گھر اور مال و اسباب کو راہِ خدا میں لٹا دیا، یہ زمانہ حضرت شیخ حسین بلخیؒ کی طفولیت کا تھا، اس وقت آپ اپنی بیویوں کو طلاق دے دیتے تھے اور آزاد کرتے تھے اور حضرت مولانا مظفر شمس بلخیؒ فیاض اور سخی طبیعت بن گئے تھے۔

اس مجلس میں آداب مجلس پر تفصیلی بحث پیش نظر کی گئی ہے اور فقیروں کے آداب عبرت کے لئے پیش نظر کئے گئے ہیں ــــــ اس مجلس میں یہ خبر بھی ملتی ہے کہ آداب المریدین سے سبق پڑھایا جاتا تھا، یہ کتاب حضرت ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی کی تصنیف تھی۔ آداب مجلس کے ضمن میں حضرت عبد اللہ خفیفؒ کے مناقب بھی بیان ہوگئے ہیں۔

مجلس سی دوم

اس مجلس میں قرآن مجید کی تفسیر بیان کی گئی ہے اور حضرت رسولِ اکرم صلعم، امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے اسوۂ حسنہ کے بعض گوشے بیان کئے گئے ہیں۔ نبی کریم حضرت رسولِ اکرم صلعم کی ردائے (چادر) مبارک کے اعجاز بیان کئے گئے ہیں اور یہ خبر دی گئی ہے کہ آپ کا یہ معجزہ تھا کہ جو بشر (آدمی) آپ کی چادر کو زیب تن کر لیتا تھا تو اس کی حقیقی آنکھیں کھل جاتی تھیں کہ دنیا اور آخرت میں جو کچھ ہوتا تھا، اس کو وہ دیکھ لیتا تھا۔۔۔۔ اور آپ کی طینت میں انکساری کی خصلت پائی جاتی تھی اس مناقب کی طرف بھی اس مجلس میں اشارہ ہوا ہے۔

مجلس سی سوم

اس مجلس میں احیاء العلوم کا ذکر آیا ہے، یہ کتاب آپ کی مجلس میں درس و تدریس میں شامل تھی، اس مجلس میں حضرت شیخ حسین بلخی رحؒ کی بزرگی اور وجاہت میں رونق و انوار کا تذکرہ بیان ہوا ہے اور اس مجلس میں حضرت مولانا مظفر بلخی رحؒ کے قیام دہلی کا بھی تذکرہ ہے، آپ دہلی میں "کنشک لعل" میں مدرس تھے اور یہ فیروز شاہ تغلق کا عہد تھا۔۔۔۔ اس مجلس میں حضرت احمد لنگر دریا رحؒ کی "اسپ سواری" کی خبر ملتی ہے اور آپ کا یہ عہد بچپن کا تھا اور اس زمانے میں "مصباح" کی کتاب سے سبق پڑھ رہے تھے، اس مجلس میں آپ کی تعلیم و تربیت کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔

۳۴
مجلس سی چہارم

اس مجلس میں سورۂ رحمٰن (پارہ ۲۷، قرآن مجید) کی آیت کی تفسیر بیان کی گئی ہے "کل یوم ھو فی شان" ــــ آپ نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں یہ تین کام ہمیشہ کرتا رہتا ہے (۱) باپ کے نطفے کو ماں کی رحم میں لاتا ہے (۲) ماں کی رحم سے دنیا میں لاتا ہے (۳) اور دنیا سے زمین کے اندر لے جاتا ہے۔ اس مجلس میں موت کے وقت "نزع جان" کی مختلف کیفیتوں کو بیان کیا گیا ہے اور حضرت رسول اکرم صلعم کی جانکنی کا حال لکھا گیا ہے۔

۳۵
مجلس سی پنجم

اس مجلس میں عام موضوعات پر بحث ملتی ہے، مثلاً اللہ کی طرف متوجہ ہونا، اور اس سے محجوب (دور) ہونا، قیامت کے دن کی پریشانی اور یہ شعر بھی اس مجلس کی بحث میں شامل ہے:۔

عاشقان در دمے دو عید کنند

عنکبوتان مگس قدید کنند

دو عیدوں سے مختلف قیاسوں کا ذکر ہے، آپ نے فرمایا کہ دو عید سے عام طور سے دو مختلف وقتوں کی خوشیاں سمجھتے ہیں۔

(۱) ایک عید اس وقت ہوتی ہے جب آدمی صفات مذمومہ کے فعلوں کو چھوڑ کر باہر آئے اور (۲) دوسری عید اس وقت ہوتی ہے جب آدمی صفاتِ محمودہ کو اختیار کرے۔

مجلس سی ششم

اس مجلس میں حضرت رسول اکرم صلعم کے صحابہؓ کے مختلف گروہوں کا بیان پیش نظر کیا گیا ہے۔ مہاجرین، انصار اور اصحاب صفہؓ ——
مہاجرین صحابہ، مکہ معظمہ کے باشندے تھے، آپ نے حضرت رسول اکرم صلعم کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت فرمائی —— انصار: یہ مدینہ کے باشندے تھے!
—— حضرت رسول اکرم صلعم کے ہمعصر تھے اور جب آپ اپنے مہاجر صحابہ کے ساتھ مدینہ تشریف لے گئے تو مدینہ کے انصار صحابہ نے آپ کی اور آپ کے مکی صحابہ کی مدد فرمائی —— مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت زمانے کا پورا نقشہ اس مجلس میں ملتا ہے اور آپ کے جو صحابہ مسجد نبوی میں قیام فرماتے تھے، ان کی زندگی عسرت میں بسر ہوتی تھی اور آپ کی نگرانی میں رہتے تھے، ایسے صحابہ کو اصحاب صفہؓ کہتے تھے اور ان کی تعداد دو ستر تھی۔

مجلس سی ہفتم

اس مجلس میں خبر ملتی ہے کہ آپ کے زمانے میں ایک دفعہ جو بور میں قحط پڑا، آپ نے قحط کو عذاب الٰہی قرار دیا —— اور عہد نبیلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد کے ایک واقعے کو پیش فرمایا کہ ایک عورت نے روٹی کے ٹکڑے سے اپنے بچے کو استنجا کرایا تھا، اسی وجہ سے حضرت موسیٰؑ کے عہد میں قحط آیا تھا —— اسی مجلس میں حضرت بایزید بسطامیؒ کے مناقب بیان فرماتے ہیں کہ جس نے حضرت بایزید بسطامیؒ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اس کی بدبختی دور کر دی جائے گی۔

مجلس سی ہشتم

اس مجلس میں معارف المعارف کتاب سے درس فرماتے ہیں :-

تربیۃ الشخص ـــــ آپ نے تصحیح فرمائی کہ یہ قول کسی بزرگ کا ہے اور یہ حدیث نہیں ہے ـــــ آپ نے فرمایا "ہر آدمی کی تربت اس کی قبر ہوتی ہے ـــــ اس ضمن میں آپ نے ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی ـــــ

مجلس سی نہم

اس مجلس میں آپ نے امام احمد غزالی اور محمد غزالی کا تذکرہ فرمایا۔ آپ نے بیان کیا کہ یہ دونوں بھائی تھے، امام احمد غزالی اپنی ابتدائی زمانے میں ایک دانشور تھے، بعد میں فقیر ہو گئے اور محمد غزالی فقیر ہوئے تھے آپ نے آگاہ فرمایا کہ احمد غزالی، شیخ ابونجیب سہروردی کے خانقاہ میں شیخ کی اور صوفیوں کی خدمات پر مامور تھے۔

مجلس چہلم

اس مجلس میں ایک شعر کی وضاحت میں آپ کی بحث ملتی ہے

میل حقیقی جملہ عالم تا ابد

گر نباشد ور نباشد سوی تُست

آپ نے موجودات کی دو قسمیں بیان فرمائی (۱) واجب الوجود (۲) اور ممکن الوجود ـــــ ان کی تعریف و توضیح میں تفصیل بیان کی

گئی ہے۔ اس مجلس میں صوفیائے کرام کے مناقب بیان کئے گئے ہیں۔
آپ نے بیان فرمایا کہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ سے لوگوں نے پوچھا تھا کہ
حضرت رسولِ اکرم صلعم اور آپ کے صحابہ کرام کیسے تھے؟ تو آپ نے
جواب دیا کہ اگر تم لوگ انہیں دیکھتے تو کہتے کہ وہ دیوانے ہیں اور اگر وہ
تمہیں دیکھتے تو فرماتے کہ یہ لوگ شیطان ہیں۔

مجلس چہل یکم

اس مجلس میں خبر ملتی ہے کہ مشائخ اپنے مریدوں سے بہت زیادہ
محبت کرتے ہیں ——— اور دوستی کی انتہائی شکل کو "عشق" کہتے
ہیں اور "عشق" کا نام شوق بھی ہے، اس سلسلے میں قاضی عین القضات
کے عشق کی قسموں کا ذکر فرمایا ——— عشق اصغر: بندہ کا عشق اللہ تعالیٰ
کے ساتھ، عشق اکبر: اللہ تعالیٰ کا عشق بندے کے ساتھ ——— اور
عشق میانہ: دو آدمی کا عشق ایک دوسرے کے ساتھ

مجلس چہل دوم

اس مجلس میں آپ نے مخالفت نفس پر تقریر فرمائی اور مخالفتِ
نفس کے ضمن میں حضرت بایزید بسطامیؒ کے مناقب بیان کئے اور
آپ سے منسوب ایک حکایت مخالفت نفس کی حمایت میں بیان فرمائی۔

مجلس چہل سوم

اس مجلس میں خبر دی گئی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نبی

تھے اور آپ کی حکومت ابر و باد، جن اور انسان اور دیگر مخلوقات پر تھی۔
اس مجلس میں خبر ملتی ہے کہ آپ (حضرت احمد لنگر دریارح) ممالک عرب تشریف لے گئے، آپ نے عربی مدنیت کا اندازہ لگایا اور عربی بچوں کی فصاحت و بلاغت سے متاثر ہوئے، جب آپ مکہ میں مقیم تھے اور حرم کا طواف کر رہے تھے تو آپ کو درود شریف کی یہ تعلیم دی گئی تھی......
اللھم صل علےٰ سیدنا محمد وعلےٰ آل سیدنا محمد۔

مجلس چہل چہارم

اس مجلس میں حضرت رسول اکرم صلعم کے عہد میں غزوۂ تبوک کا ذکر ہے اور اس غزوے سے متعلق دیگر تفصیلیں ملتی ہیں۔ اس مجلس میں شیخ جلال تبریزیؒ کے مناقب کا ذکر ہے۔ اور اس ضمن میں ایک حکایت بیان کی گئی ہے۔ اس حکایت سے خبر ملتی ہے کہ آپ کی کرامت سے لکھنوتی کے باشندے ایک سانپ کی ہلاکت سے بچا لئے گئے۔ اس مجلس میں سہروردیہ سلسلے کے مشائخ، شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی اور شیخ شہاب الدین رحمہما اللہ کے احوال بیان کئے گئے ہیں۔

مجلس چہل پنجم

اس مجلس میں حضرت امیر خسرو دہلوی کی شاعری کا ذکر آیا ہے۔
اور احادیث نبوی صلعم سے وعید کی حدیثیں پیش نظر کی گئی ہیں، جس میں بخاری کی حدیث بنی اسرائیل کے عہد میں، تین آدمیوں کی مصیبتوں کے دفع کر دیئے جانے کے بارے میں عبرت کے لئے بیان کی گئی ہے۔ غار کے پتھر کے چٹان کی مصیبت کو دفع کر دیئے جانے کا قصہ بیان ہوا ہے

آپ نے اس مجلس میں عامل درود شریف کے لئے روزانہ شب کو ایک سو درود شریف پڑھنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

مجلس چہل ششم

اس مجلس میں حضرت منصور حلاجؒ کے مناقب بیان ہوئے ہیں۔ اور آپ کو دار پر چڑھا گیا تھا۔ اس واقعے کی تفصیل بیان کی گئی ہے اس مجلس میں شیخ شرف الدین پانی پتیؒ کا ذکر آیا ہے اور آپ نے خبر فرمائی کہ آپ کی کنیت "بو علی" ہے۔

مجلس چہل ہفتم

اس مجلس میں آپ نے ایک بزرگؒ کی سیرت بیان فرمائی، آپ شیرینی کا استعمال فرماتے تھے، آپ کی خدمت میں ایک بچے کی شیرینی خوری کی شکایت کی گئی، اس لئے آپ نے پہلے خود شیرینی کا استعمال بند فرمایا۔ اس کے بعد اس بچے کو شیرینی کھانے سے منع فرمایا ـــــ اسی مجلس میں ذکر ہے کہ ایک دفعہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے "ایام بیض" کے روزے کی فضیلت ایک جمعہ کے خطبے کے دوران پوچھی گئی، آپ نے دوسرے جمعہ کے لئے اس کے جواب کو رکھ چھوڑا، دوسرے جمعہ میں خطبہ کے دوران آپ نے "ایام بیض" کے روزے کی فضیلت بیان فرمائی اور یہ فرمایا کہ اس وقت میں "ایام بیض" کے روزے سے ہوں۔

مجلس چہل ہشتم

اس مجلس میں حضرت مخدوم شیخ حسین "نوشہ توحید" بلخیؒ اور

حضرت شیخ حسن "دائم جشن" بلخیؒ کے مناقب اور احوال بیان ہوئے ہیں، اس مجلس میں آگاہی ملتی ہے کہ حضرت شیخ حسین بلخیؒ کی تربیت اور تعلیم آپ کے چچا حضرت مولانا شیخ مظفر بلخیؒ نے فرمائی۔ حضرت شیخ حسین بلخیؒ کو تہجد کی نماز کا عادی عہد طفولیت ہی میں بنایا گیا، اور صلوٰۃ تہجد کی تحریص کے لئے تہجد کے اوقات میں "ثرید" (میٹھی پکی ہوئی چیز) کا انتظام کیا گیا۔ — حضرت احمد لنگر دریاؒ نے تہجد کا لغوی معنی بیان فرمایا: تہجد (معنی) خواب کو کرکرا کر دینا — اس مجلس میں حضرت رسول اکرم صلعم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام بہترین نمازوں اور بہترین روزوں کا اہتمام فرماتے تھے۔

مجلس چہل نہم

اس مجلس میں آپ نے بیان کیا کہ ملک عدن کی سیاحت کے زمانے میں حضرت شیخ سعد عدنی سے ملاقات فرمائی۔ اور آپ کی خدمت میں رسالہ حضرات خمس (مصنفہ حضرت شیخ حسین بلخیؒ) پیش فرمایا۔ شیخ سعد عدنی نے اسے پسند فرمایا اور اس کتاب کو آپ نے پڑھا اور فرمایا۔ "واللہ دینی و دین شیخ حسینؒ واحدٌ لو علم اہل عدن بعقیدتی لرجمونی" "خدا کی قسم میرا دین اور شیخ حسینؒ کا دین ایک ہے اگر عدن کے باشندے میرے عقیدے کو جان لیں تو اس وجہ سے رجم کئے جائیں۔ آپ نے استعجاب فرمایا کہ ہندوستان میں اس پائے کے بزرگ موجود ہیں! شیخ سعد عدنی نے عقیدت سے آپ کے ہاتھ اور پاؤں چومے۔ شیخ سعد عدنی عدن کے باشندوں کے مقتدا تھے۔

مجلس پنجاہم

اس مجلس میں حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رح اور آپ کے مرید و خلیفہ حضرت مولانا شیخ مظفر بلخی رح اور شیخ جولھائی کے مناقب بیان ہوئے ہیں۔ آپ نے بیان فرمایا کہ حضرت مخدوم الملک نے اپنی حیات میں حج نہیں فرمایا تھا، اسی وجہ سے شیخ منہاج الدین آپ کو طعنہ دیتے تھے۔ اس مجلس میں حضرت مخدوم الملک کی خفگی کا ذکر ہے کہ آپ تین دفعہ حضرت مولانا شیخ مظفر بلخی رح سے سخت خفا تھے۔ اور گفتگو منقطع فرمائی تھی، تین دن کے بعد پھر آپ نے حضرت مظفر بلخی رح سے گفتگو کا سلسلہ جاری فرمایا۔

مجلس پنجاہ یکم

اس مجلس میں بحث ملتی ہے کہ اولیائے حق کی زندگی جاوید ہے اور یہ خبر ملتی ہے کہ حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رح بہاری کے تصرف میں راجگیر کی زمین، جاگیر کے طور پر فیروز شاہ تغلق نے عنایت فرمائی تھی، جس کو آپ نے قبول نہیں فرمایا اور دہلی جاکر واپس کر دیا اور دہلی سے خالی ہاتھ بہار شریف تشریف لائے۔ اس مجلس میں بیان ہوا ہے کہ حضرت شیخ شرف الدین احمد بہاری رح کی اقامت راجگیر کے جنگلوں میں تھی، پھر آپ بہار شریف چلے آئے اور بہار شریف خانقاہ کی بنیاد ڈالی —— یہ ساری تفصیلیں بیان کی گئی ہیں۔ جب آپ بہار شریف خانقاہ میں تشریف لائے تو کافی ضعیف ہو گئے تھے۔

مجلس پنجاہ ودوم ۵۲

اس مجلس میں حضرت مخدوم شیخ حسین بلخیؒ کے سامنے بیان ہوئے ہیں۔ آپ نے بیان فرمایا کہ آپ کے "تولد نامے" کو حضرت شیخ حسین بلخیؒ نے لکھ کر اپنے پاس رکھا تھا۔ اور آپ کا "تولد نامہ" اس مجلس میں درج کیا گیا ہے جس کی عبارت عربی زبان میں ہے۔ اس "تولد نامے" کے مطابق آپ کی ولادت ۲۷ (ستائیس) رمضان المبارک ۶۲۶ھ (آٹھ سو چھبیس) میں ہوئی اس مجلس میں آپ نے اظہار فرمایا کہ آپ کی عمر مبارک چونسٹھ۶۴ کی ہو تی تھی۔ اور آپ کی ولادت کے بعد کی دوسری تفصیلیں بھی بیان ہوئی ہیں جو آپ کی تعلیم و تربیت اور دیگر صلاحیتوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

مجلس پنجاہ وسوم ۵۳

اس مجلس میں "صلہ رحمی" کے باب میں بحث ملتی ہے اور آپ نے "صلہ رحمی" کی حمایت میں قرآن مجید اور احادیث نبویؐ سے دلیلیں پیش نظر فرمائی۔ آپ نے اس مجلس میں نذروں کو پورا کرنے کے بارے میں قرآن مجید کی آیت پیش نظر کی اور تفسیر بیان فرمائی۔ اس ضمن میں حضرت علی ابن ابی طالبؓ، حضرت فاطمہ زہراؓ بنت حضرت محمد رسول اکرم صلعم اور حضرت امام حسن و امام حسین علیہما السلام کے مناقب بیان کئے گئے ہیں۔

مجلس پنجاہ وچہارم ۵۴

اس مجلس میں قرآن مجید کی روشنی میں معراج نبویؐ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور قرآن مجید کے "اسریٰ" لفظ کا لغوی اور تحقیقی معنیٰ بیان

کیا گیا ہے۔

۵۵
مجلس پنجاہ پنجم

اس مجلس میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے قدیم خادم خاص کا نام حاجی سرباز تھا، یہ آپ کے سفر و حضر میں ساتھ رہتے تھے بہار شریف خانقاہ میں جس مکان میں آپ اقامت پزیر تھے، آپ کے حجرۂ خاص سے ملحق ایک دوسرے حجرے میں یہ زمین پر سوتے تھے اور ساری رات اپنے پاؤں پکڑے رہتے تھے ــــــ اس مجلس میں خبر ملتی ہے کہ حضرت شیخ حسین بلخی رح کے خادم خاص حاجی گوہر تھے، آپ کا انتقال حضرت شیخ حسین بلخی رح کے زمانے میں ہوا۔ آپ کے انتقال فرمانے سے حضرت شیخ حسین بلخی رح مغموم رہا کرتے تھے۔

۵۶
مجلس پنجاہ ششم

اس مجلس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی روئے زمین پر بادشاہت تھی، اس کا ذکر ہے۔ اور اس مجلس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازدواجی زندگی کی تفصیل کی گئی ہے کہ حضرت سلیمان ؑ کی ہزار بیویاں تھیں، اور ساری بیویوں کے ساتھ آپ کے ازدواجی تعلقات تھے مگر آپ کی اولاد کسی سے نہیں ہوئی۔ آپ کی ایک بیوی سے ایک بیٹا پیدا ہوا مگر اس کے اعضا و جوارح نہیں تھے۔ یہ ساری تفصیلیں اس مجلس میں بیان ہوئی ہیں۔

۵۷
مجلس پنجاہ ہفتم

اس مجلس میں آپ نے اپنے والد ماجد، حضرت شیخ حسن "دائم چشن"

بلخیؒ کے مناقب بیان فرمائے اور خبر فرمائی کہ آپ کے والد ماجد حضرت شیخ حسن "دائم جشن" بلخیؒ تھے، آپ نے کسی زمانے میں مسلمانوں کو شرف بیعت سے نوازنے کا سلسلہ منقطع فرمایا، اس کے بعد ایک خواب کے ذریعہ آپ کے اسلاف بلخیؒ بزرگوں نے اور حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیریؒ نے آپ کو تنبیہہ فرمائی کہ بیعت لینے کا سلسلہ منقطع نہ کریں اور بیعت لینے کا سلسلہ جاری کریں۔ اس کے بعد آپ نے بیعت لینا شروع فرمایا۔

مجلس پنجاہ ہشتم ۵۸

اس مجلس میں "مذمت دنیا" کے باب میں آپ کی تقریر مندرج ہے۔ آپ نے بیان فرمایا کہ عناصر اربعہ چار ہیں۔ خاک، باد، آب اور آتش۔ اور حرارت، برودت، رطوبت اور یبوست کو "طبائع اربعہ" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سارے عناصر آدمی میں موجود ہیں اس کے بعد فرمایا کہ نور جب نزول کرتا ہے تو پانی ہوتا ہے، نار جب نزول کرتی ہے تو ہوا ہوتی ہے، باد جب نزول کرتی ہے تو آب ہوتا ہے اور آب جب نزول کرتا ہے تو مٹی (طین) ہوتی ہے اور اس طرح سے نزول کا عمل تمام ہوتا ہے۔

مجلس پنجاہ نہم ۵۹

اس مجلس میں محفل سماع کے آداب بیان فرماتے ہیں۔ آپ نے بیان فرمایا کہ رقص، پائے کوبی اور آستین افشانی محفل سماع میں جائز نہیں ہے۔ جو آدمی ایسا کرتا ہے۔ اس کو چاہیئے کہ دنیاوی آز و حرص کو اپنے پاؤں سے

ٹھکراتے ہوئے ایسے افعال کرے تب رقص کرنا مناسب ہے۔ صرف ناچنے سے اور تھرکنے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا ہے آپ کا یہ شعر بھی درج ہے۔

رقص وقتی مسلّمت باشد
کآستین بردوعالم افشانی

مجلس شصتم

اس مجلس میں حضرت بلالؓ حبشی رضی اللہ عنہ کی غلامی کی زندگی کے احوال بیان کئے گئے ہیں، اور یہ خبر دی گئی ہے کہ آپ حضرت رسولِ اکرم صلعم کے زمانے میں حضورؐ کے مؤذن خاص تھے۔ اس مجلس میں کرامتوں کے صدور سے متعلق بحث ملتی ہے، آپ نے ہدایت فرمائی کہ بزرگوں سے کرامت کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے، آپ نے کرامت کے مطلب کو سمجھانے کے لئے حضرت شیخ احمد کھٹو رحمتہ اللہ علیہ کی ایک کرامت کا ذکر فرمایا۔ حضرت شیخ احمد کھٹو رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں نصف شب کو ایک شہزادہ اس نیت سے گیا کہ آپ اگر بزرگ ہوں گے تو حلوا اور شیرینی کھلائیں گے جب آپ کی خدمت میں شہزادہ پہونچا تو سب سے پہلے آپ نے حلوا اور شیرینی اپنے گھر سے طلب فرمایا اور اس کے سامنے رکھا، اور جب وہ کھا چکا تو آپ نے نصیحت فرمائی کہ بزرگوں کی خدمت میں اس نیت سے نہیں جانا چاہیئے۔

مجلس شصت ویکم

اس مجلس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا ذکر آیا، آپ نے دونوں بھائیوں کے درمیان کشیدگی اور خفگی کی طرف اشارہ

کرتے ہوئے یہ علت بیان فرمائی کہ اس خفگی کا مورد الزام سامری کو ٹھہرایا جاتا ہے جس نے گائے کی پرستش کرنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی قوم کو آمادہ کیا تھا۔ اس مجلس میں آپ نے دیانت داری کے فضائل بیان فرمائے اور یہ شکایت فرمائی کہ ہمارے زمانے میں دیانت داری مسلمانوں کے اندر سے ختم ہوتی جارہی ہے۔

مجلس شصت دوم [۶۲]

اس مجلس میں حضرت احمد لنگر دریا [۲۲] اصفیا کو نصیحت فرماتے ہیں کہ مواقع اور امکانات کے مطابق اپنے صالح افعال کو بھی صادر کرنا چاہئے، اور خود کو عقاب سے بچانا چاہئے۔ اس ضمن میں آپ نے حضرت شیخ فریدالدین عطار کے مریدوں کے احوال بیان فرمائے اور آپ کے ایک مرید کی غلطی کی طرف آپ نے اشارہ بھی فرمایا۔ اور عام مسلمانوں کو بھی نصیحت فرمائی کہ اولیائے حق کی دل آزاری نہ کریں کیونکہ ان کی بد دعائیں عوام کے حق میں مضر ثابت ہوں گی۔

مجلس شصت سیوم [۶۳]

آپ کی مجلس میں نظامی گنجوی کا یہ شعر پڑھا گیا ؎

گہر جز چہار اندر گوہر چہار

فرشتندہ را با فضولی چہ کار

آپ نے اس شعر کا مطلب بیان فرمایا۔ اور "گوہر چہار" کا "روئے سخن" خلفائے اربعہ راشدین رضؓ کی مدح کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور چار گوہر دن کے نام بھی بتائے۔ آب، شیر، شراب اور شہد ــــــ آپ نے بیان

فرمایا کہ ان چاروں کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔

مجلس شصت چہارم ۶۴

اس مجلس میں محفل سماع کا تذکرہ آیا۔ اور آپ نے بیان فرمایا کہ حضرت شیخ حسین بلخیؒ کے عہد میں آپ کی محفل سماع میں ساٹھ ستر قوال ایک ساتھ مل کر گاتے تھے، اور ایسی محفل میں اصفیاء، شہزادے، روؤسا اور شرفاء جمع ہوتے تھے، آپ نے ساز ارغنون کے بارے میں آگاہی فرمائی اور بیان فرمایا کہ یہ لکڑی کا ایک باجا ہوتا ہے، اس کی آواز ہلکی اور پیاری ہوتی ہے۔

مجلس شصت پنجم ۶۵

اس مجلس میں آپ نے بیان فرمایا کہ جب آپ حج کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے جا رہے تھے تو آپ کا جہاز غبۂ جابر نام کے مقام پر پہونچ کر ڈوبنے لگا۔ آپ جہاز میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ تشریف رکھتے تھے، آپ کی بیٹی بی بی فاطمہ بھی آپ کے ساتھ تھیں، خواب میں بی بی فاطمہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زیارت فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے جہاز کو ہم کھینچیں گے، تمہاری مصیبت دور ہوگی اور تردد میں ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ جب آپ خواب سے بیدار ہوئیں تو جہاز صحت وسلامتی کے ساتھ پھر روانہ ہوا[۱]

---

[۱] فرزند علی صوفی منیری نے لکھا ہے کہ یہی واقعہ سبب ہوا، جس کی وجہ سے آپ اس کے بعد سے "لنگر دریا" کے لقب سے یاد کئے گئے۔

وسیلۂ شرف ص ۶۸ ——— خدا بخش خاں لائبریری، پٹنہ۔

مجلس شصت ششم ۶۶

اس مجلس میں خبر ملتی ہے کہ حضرت رسولِ اکرم صلعم نے اپنے انتقال زمانے کے وقت وصیّت لکھنے کے لئے کاغذ طلب فرمایا تھا، مگر حضرت عمر ابن خطاب رضؓ نے ایسا نہیں کرنے دیا۔ کیونکہ یہ وقت آپ کی جانکنی کا تھا۔ اس مجلس میں حضرت رسول اکرم صلعم کی سیرت بیان فرمائی، کہ آپ نے "زانیہ" کو اس کے وضع حمل اور رضاعت کے زمانے کے گزرنے کے بعد سنگسار کرنے کا حکم دیا۔

مجلس شصت ہفتم ۶۷

اس مجلس میں آپ نے یہ علم درس فرمایا کہ جانوروں میں تین جانور حریص ہوتے ہیں۔ (۱) آدمی (۲) چوہا (۳) اور چیونٹی۔ اور یہ علم مزید درس فرمایا کہ شہد کی مکھی شجاع ہوتی ہے جو مار بھگانے پر پھر اس جگہ پر واپس چلی آتی ہے۔ اس مجلس میں آپ نے دین اسلام سے متعلق یہ نصیحتیں فرمائی کہ مسلمان آدمی کا ظاہر اور باطن یکساں ہونا چاہئے اور نفاق سب سے بری انسانی خصلت ہے۔ ذکر و فکر کی دو قسمیں ہیں ——— ذکر عوام اور ذکر خواص ——— ذکر عوام کی تسبیح لا الٰہ الا اللہ یا اللہ اللہ ہے اور ذکر خواص۔ طالبانِ حق کا ذکر ہے جو اپنی جملہ نشستوں و برخاستوں میں اپنے افعال کو اس کے افعال سے ملانے کی کوشش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ شرک کو ہر حال میں ناپسند فرماتا ہے۔

۶۸
مجلس شصت ہشتم

اس مجلس میں آپ نے بیان فرمایا کہ دنیا کی تمام چیزیں مقہور کی گئی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھیں صرف ایک مخلوق انسان ہے جس کو مختار بنایا گیا ہے کہ چاہے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے یا چاہے تو نہ کرے، آپ نے یہ شعر پڑھا:

پیش تو این سنگریزہ ساکت است
پیش ما حقا فصیح ناطق است

آپ نے اس مجلس میں اس حکمت کو تعلیم فرمائی کہ نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہوتا ہے اور اس حکمت کو واضح کرنے کے لئے آپ نے ایک حکایت بیان فرمائی۔

۶۹
مجلس شصت نہم

اس مجلس میں آپ نے اپنے والدین ماجدین کے انتقال فرمانے کے واقعات بیان فرمائے۔ آپ کے والد کا نام حضرت شیخ حسن بلخی رح تھا آپ اپنی اولاد کی تربیت وکفالت کا کافی خیال فرماتے تھے۔ آپ کا انتقال یکم شعبان ۸۵۵ھ میں ہوا۔ اور حضرت احمد لنگر دریا کی والدہ ماجدہ کا انتقال ۲۹ر شعبان ۸۵۵ھ میں بہار شریف میں ہوا۔

۷۰
مجلس ہفتادم

اس مجلس میں آپ نے ممالک عرب کی سیاحت کے بحری راہوں کی صعوبتوں کا اظہار فرمایا۔ آپ نے فرمایا۔ لادین لاجمال ولا

للبحار —— اونٹ کے چرواہوں اور ملاحوں کا کوئی دین نہیں ہوتا ہے۔

آپ نے خبر دی کہ آپ جب ممالک عرب کی سیاحت کے لئے تشریف لے گئے تھے تو ملاحوں نے جور و ظلم سے آپ کو بھی نہیں بخشا تھا اور اس مجلس میں آپ نے سورۂ اخلاص کی تفسیر بیان فرمائی ہے۔

مجلس ہفتاد یکم[۷۱]

اس مجلس میں کتاب مسالک سلوک مصنفہ ضیا بخشی کا ذکر آیا، جس میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی —— "اجعل ظاہرک للخلق و باطنک للحق"۔ معتقدین نے آپ سے استفسار کیا۔ جسم کو قارون صفت ہونی چاہئے اور دل کو عیسیٰ صفت —— اس کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے بیان فرمایا، قارون ایک متمول، صاحب شوکت و سطوت بادشاہ تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام برگزیدہ نبی تھے۔ اس لئے اصفیاء کے قلوب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قلب کے مانند ہونا چاہئے اور اصفیاء اپنے فقر کو اس طرح چھپائیں کہ اللہ تعالیٰ دوست بنائے۔ اس مجلس میں تعلیم ملتی ہے کہ دین و دنیا ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ اس سلسلے میں حضرت علی ابن ابی طالب، حضرت بہلول رحمۃ اللہ علیہ اور سلطان سنجر کے مناقب بیان کئے گئے ہیں۔ اس مجلس میں آپ نے خبر دی ہے کہ آپ کے زمانے میں اکل حلال و حرام کا پتا چلانا آسان نہیں تھا۔ اور آپ کے زمانے میں بھی مسلمان، سود خوار کافروں سے قرض لیتے تھے۔

مجلس ہفتاد دوم[۷۲]

اس مجلس میں مکتوبات مولانا مظفر بلخی رح سے درس فرماتے ہیں

آپ ایک مکتوب کی روشنی میں اپنے بلخی اسلاف بزرگوں کے مناقب بیان فرماتے ہیں۔ آپ نے یہ علم درس فرمایا کہ حضرت مولانا مظفر بلخیؒ حقیقی تین بھائی تھے، مظفر، معزالدین اور قمرالدین۔ حضرت معزالدین آپ کے پیر و مرشد، دادا حضور حضرت شیخ حسین بلخیؒ کے والد ماجد تھے اور قمرالدین مولانا مظفر بلخیؒ کے سب سے چھوٹے بھائی تھے، آپ عالم تھے اور علوم متداول کے ماہر تھے، حضرت مولانا مظفر بلخیؒ سے اکثر بحث و مباحثے کرتے تھے۔ آپ ترنگبین مٹھائی کو شوق سے کھاتے تھے، چنانچہ جب آپ کا انتقال ہوا تو ترنگبین مٹھائی کھائے ہوئے تھے۔ اس وجہ سے آپ کے دندانِ مبارک چپکے ہوئے تھے، اور اسی حال میں آپ نے قضا کیا۔

مجلس ہفتاد و سوم

اس مجلس میں ایک ایسے شاعر کا ذکر آیا جس نے دس سے لے کر سو برس تک کی عمر مسافت منظوم کی تھی۔ آپ کی خدمت میں اس نظم کے یہ اشعار پیش کئے گئے۔

چوں عمر از دہ گزشت و با خود از بست
نمی شاید ترا چوں غافلان زیست
نشاط عمر باشد تا بسی سال
چہل رفتہ فرو ریزد پر و بال
پس از پنجہ نباشد تن درستی
بسر کندی بزیرد پائے سستی
چو شصت آمد نشست آمد بدیوار
چو ہفتاد آمد افتاد آلت از کار

۸۰ ۹۰
چو ہشتاد و نو اندر رسیدی
بسا سختی کہ از گیتی کشیدی
از آنجا چون بصد منزل رسانی
بود مرگ بصورت زندگانی

آپ نے ان اشعار کو پسند فرمایا اور اس کے شاعر کی تحسین فرمائی اور شاعر مذکور کے حق میں دعاء فرمائی۔

مجلس ہفتاد چہارم

اس مجلس میں حضرت مخدوم شیخ حسین بلخی رح کی وساطت سے آپ نے یہ علم درس فرمایا کہ حضرت شیخ حسین بلخی رح کے عہد میں حضرت مخدوم الملک بہاری رح کی قبر مبارک میں ایک سوراخ ہو گیا تھا اور اس سے بارش کا پانی قبر میں جاتا تھا۔ حضرت المخدوم الملک بہاری رح نے ایک خواب کے ذریعہ حضرت شیخ حسین بلخی رح کو مطلع فرمایا، قاضی عالم مرحوم اور عبدالرحمٰن مقطع کو بھی بذریعہ خواب اس بابت میں خبر دی گئی۔ حضرت شیخ حسین بلخی رح صبح کے وقت آپ کی قبر کی طرف تشریف لے گئے اور اثنائے راہ میں مذکورہ بالا شخصیوں سے ملاقات ہوئی اور خواب کا ذکر آیا، آپ حضرات قبر کے نزدیک تشریف لے گئے، اور قبر میں سوراخ کو دیکھا، سوراخ سے ایک پتھر قبر میں گر گیا تھا، ایک راج مستری کے ذریعہ قبر کے اندر سے پتھر کو نکالا گیا اور سوراخ کو بند کیا گیا حضرت شیخ حسین بلخی رح کا بیان ہے کہ حضرت مخدوم الملک شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاری رح کے کفن کے کپڑے بجنسہٖ سفید و شفاف تھے، اور محفوظ تھے رخسار مبارک کے بال بڑھے ہوئے تھے اور ہاتھوں کے ناخن دراز ہو گئے تھے۔

مجلس ہفتاد و پنجم[۷۵]

اس مجلس میں آپ نے عجز و انکساری کی تعلیم فرمائی اور یہ شعر پیش فرمایا

تر ایک ذرہ عیب خویش دیدن

بہ از صد نوع عیبُ الغیب دیدن

آپ نے اس شعر کی تشریح فرمائی اور اپنا مناقب بیان فرمایا کہ آپ نے مولانا منورؒ مرحوم کے پیچھے فجر کی فرض نماز ادا فرمائی۔ اور مولانا منور مرحوم کی فرض نمازیں فوت بھی ہوتی تھیں، جس کی پھر وہ قضا نہیں کرتے تھے۔

اس مجلس میں نمازوں کی مختلف فضیلتوں اور برکتوں پر اپنے خیالات کا اظہار فرماتے رہیں۔ آپ نے "حضور قلب" کی تلقین فرمائی اور حدیث نبوی ﷺ بھی پیش نظر فرمائی :- "لاصلوٰۃ الاّ بحضور القلب"۔۔۔ اور اس مجلس میں آپ کی یہ نصیحت بھی ملتی ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت شروع کرنے سے پہلے "تسمیہ" کہنا چاہیئے۔

مجلس ہفتاد و ششم[۷۶]

اس مجلس میں کتاب عوارف المعارف کے بیان کی روشنی میں یہ علم حاصل ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام زمین پر لیٹ لوٹ کرتے تھے اور سو جاتے تھے مگر آپ کے جسم کے نیچے بوریا اور چادر نہیں ہوتا تھا۔ اس مجلس میں یہ علم بھی عطا کیا جاتا ہے کہ حضرت رسول اکرم صلعم نے اپنے چچیرے بھائی اور اپنے داماد حضرت علی ابن ابی طالب کو ایک دفعہ ریگ کی زمین میں سویا ہوا پایا تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو "ابا تراب" کے لقب سے یاد فرمایا اور آپ کے جسم کے گرد مٹی کو صاف فرمایا۔ اس مجلس میں صبر و شکر کی

۷۵: کذا۔ مونس القلوب مجلس ہفتاد و پنجم مملوکہ شاہ تقی حسن بلخی مرحوم، پٹنہ۔

کی تعلیم دی گئی ہے

مجلس ہفتاد ہفتم ۷۷

اس مجلس میں جونان گلفروش کا قصہ آپ نے بیان فرمایا اور آپ نے خبر فرمائی کہ جونان ایک بادشاہ کی بیٹی پر عاشق تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اس کے عشق میں جان دے دی۔ اس قصے کے ضمن میں آپ نے خواجہ حافظ شیرازیؒ کا یہ شعر پیش فرمایا۔

این جان عاریت کہ بہ حافظ سپردہ اند

روزی رخش بہ بینم و تسلیم وی کنم

اس مجلس میں فرض نمازوں کے ادا کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور نوافل نمازوں سے عام بحث کی گئی ہے۔ اس مجلس میں آپ نے فرمایا کہ فرض نمازوں کے ادا کرنے کے بعد اس کے قبل کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ قرآن مجید کا یہ ارشاد ہے۔ الحسنات یذھبن السّیّات

ترجمہ :۔ نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں۔

مجلس ہفتاد ہشتم ۷۸

اس مجلس میں حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیریؒ بہاری اور حضرت مولانا مظفر بلخیؒ کی جسامت اور وجاہت کی تفصیل بیان کی گئی ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت مخدوم الملک بہاریؒ سفید چہر طار رکھتے تھے، آپ کا قد دراز نہیں تھا بلکہ آپ میانہ قد تھے ـــــ اور حضرت مولانا مظفر بلخیؒ بھی سفید چہر طار رکھتے تھے مگر آپ کا قد طویل تھا۔ ریش مبارک کے چند بال کانوں کے اردگرد نہیں نکلے تھے، حضرت مولانا مظفر بلخیؒ کے پاس

تو لونڈیاں تھیں ۔ جب کسی لونڈی سے محبت ہو جاتی تو اس کو آزاد فرماتے اور کسی مسلمان سے اس کا نکاح کر دیتے اور آپ کی پانچ بیویاں تھیں، جب کسی بیوی سے محبت ہو جاتی تو آپ طلاق دے دیتے ۔ اس طرح سے صرف ایک بیوی آپ کے پاس تادم حیات طیبہ رہیں ۔ آپ کا نام بی بی صبا تھا ۔ حضرت مولانا مظفر بلخی کی اولاد پیدا نہیں ہوئی ۔

مجلس ہفتاد ونہم

اس مجلس میں قاضی خطاب مینری (مرتب پیش نظر ملفوظات ہذا) نے مکتوبات حضرت مولانا مظفر بلخیؒ سے یہ اشعار اخذ کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا اور ان اشعار کی تحقیق دریافت کی کہ آیا یہ اشعار حضرت مولانا مظفر بلخیؒ کے ہی ہیں یا کسی دوسرے شاعر کے ہیں ؟

یک کف دو کف زد ستم زان نہنگ مستکارہ
نہنگی کہ تیزی ای کرد عقل پارہ پارہ
او چون بتو در آید از تو تراز باید
چیزی دیگر نماید گر خودی کنی گزارہ
چیزی دگر بودی تو اکنون دگر شدی تو
شمس سمات خوانم یا ماہ یا ستارہ
علمش چون اوج آرد ہمہ نیست موج آرد
ہستست خراب گردد چون آب در کنارہ[1]

آپ نے بیان فرمایا کہ بہار شریف خانقاہ میں اسی قسم کے کلمات

---

[1] ۔ مونس القلوب، (قلمی) مجلس ہفتاد نہم ۔ مملوکہ شاہ تقی ن بلخی پٹنہ

حضرت مولانا مظفر بلخیؒ کی زبان مبارک سے مخدوم الملک کے ساتھ بحث کے دوران میں بھی حضرت شیخ حسین بلخیؒ نے سماعت فرمائی تھی۔ اور دوسرے ہمعصر صوفیوں نے بھی سُنی تھی۔ اس لئے یہ اشعار حضرت مولانا مظفر بلخیؒ ہی کے ہیں۔ اگرچہ ایسے اشعار کو آپ کے دیوان میں جمع نہیں کیا گیا ہے [۱]

مجلس ہشتادم

اس مجلس میں آپ نے یہ نصیحت فرمائی کہ جو مُسلمان جتنی احادیث نبویؐ کو مواعظ کی مجلسوں میں سنے، یاد رکھے تو اس پر عمل کرے، یہاں تک کہ پھر دوسری مجلسوں میں شریک ہو۔ حضرت رسولِ اکرم صلعم کی ایک حدیث ہے "قال علیہ السلام من حسن الاسلام المرء ترکہ مالا یعنی"

ترجمہ :- نیک مسلمان وہ ہے جو لایعنی کو ترک کر دے ــــــ اس مجلس میں حجاج بن یوسف کی موت کے واقعے کو بیان کیا گیا ہے، حجاج اللہ تعالیٰ کی مہربانی میں یقین کرتا تھا چنانچہ جب وہ مر رہا تھا تو اس نے اپنی والدہ کے سامنے یہ شعر پڑھا ؎

ومن ابویہ فاطلبنی تجدنی　　　هو الرحمٰن الرحیم من اخیہ

مجلس ہشتاد یکم

اس مجلس میں گرسنگی (بھوکا رہنا) کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت امام زاہدؒ نے تفسیر زاہدی میں لکھا ہے کہ گرسنگی

---

[۱] :- اس غزل کو مجموعۂ اشعار حضرت مولانا مظفر شمس بلخیؒ کے ص ۹۰ (ردیف ہ) میں مونس القلوب (قلمی) اور مکتوبات مولانا مظفر بلخیؒ کے حوالے سے پروفیسر سید حسن صاحب نے جمع کیا ہے۔

ایک شجر ہے جس سے حکمت کے میوے اور پھل پھول حاصل ہوتے ہیں اور "سیر شکمی" کی مثال ایک بدلی کی ہے کہ اس سے غفلت کی بارش ہوتی ہے اور غذا کم استعمال کرتے سے "مکاشفہ" کی طاقت آدمی میں پیدا ہوتی ہے۔

مجلس ہشتاد دوم [۸۲]

اس مجلس میں آپ نے بیان فرمایا کہ دوزخ کی آگ کی گرمی مسلّم ہے اور عذاب قبر، سوالات منکر ونکیر، قیامت، پل صراط، اور جہنم کی سختیوں سے متعلق وعیدیں برحق اور صادق ہیں۔ اس سلسلے میں آپ نے حضرت رسول اکرم صلعم، حضرت عمر فاروق رضؓ، اور حضرت حسن بصریؒ کے مناقب کو بیان فرمایا۔

مجلس ہشتاد سوم [۸۳]

اس مجلس میں سلوک، مقامات، درجات، اور سالک کی ترقیات کا تذکرہ ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ان کی پانچ قسمیں ہیں:۔ (۱) نفس (۲) قلب (۳) سِر (۴) روح (۵) خفی ——— پانچ درجے ہیں۔ ان پانچوں درجوں کی تعریف وتفصیل اس مجلس میں بیان کی گئی ہے۔

مجلس ہشتاد چہارم [۸۴]

اس مجلس میں ذکر الٰہی کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اور عام طور پر ذکر کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) ذکر زبان (۲) ذکر باللسان و بالقلب (۳) ذکر باللسان و بالسکوت القلب (۴) ذکر بالقلب ——— آپ نے

بیان فرمایا کہ حضرت شیخ حسن "دائم جشن" بلخیؒ نے اپنے رسالے میں ذکر فرمایا ہے کہ ذکر کی دو قسمیں ہیں ــــــ ذکر باللسان و بالقلب اور ذکر باللسان و بالسکوت القلب ۔

مجلس ہشتاد و پنجم [۸۵]

اس مجلس میں توبہ کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے، اور گناہ کے بارے میں روشنی ڈالی گئی ہے ۔ آپ نے توبہ کی فضیلت قرآن مجید کی آیتوں سے ثابت فرمائی اور اس سلسلے میں ایک بزرگ کے مناقب کو بیان فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سیرت بیان فرمائی ۔ آپ نے اس مجلس میں ہدایت فرمائی کہ گناہ سے باز آنا چاہئے ۔ کیونکہ گناہ کرنے سے دل سیاہ ہوتا ہے اور خشیتِ الٰہی (اللہ کے خوف) کی طرف بندے کا دل نہیں جاتا ۔ اور اس کو بندگی میں لذت نہیں حاصل ہوتی ۔

مجلس ہشتاد و ششم [۸۶]

اس مجلس میں آپ نے حضرت رسول اکرم صلعم کے عم محترم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مناقب کو بیان فرمایا اور اس مجلس میں خبر ملتی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بالقیس کی خدمت میں ایک مکتوب روانہ فرمایا ۔ جس میں ملکہ کو آپ نے مذہب اسلام کی دعوت دی تھی ۔ آپ نے قاضی شیخ علاء الدین مرحوم کی اس تحقیق کی طرف اشارہ فرمایا کہ بالقیس کے "ب" حرف پر فتحہ کی علامت ہوگی ۔

مجلس ہشتاد و ہفتم [۸۷]

اس مجلس میں آپ نے "ولی" لفظ کا مادہ اور صیغے سے بحث

فرمائی، آپ نے بتایا کہ "ولی" صیغہ "فعیل" کے وزن پر آیا ہے اور یہ عربی مبالغے کا صیغہ ہے۔ "ولی" کی تعریف اور صفت بھی آپ نے بیان فرمائی اور آپ نے یہ علم درس فرمایا کہ اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم میں ایسے اولیاء اللہ کا شمار ہے جو زمانے میں مشہور ہوتے ہیں اور دوسری قسم میں ایسے اولیاء اللہ کا شمار ہے، جو "مستور" زندگی بسر فرماتے ہیں۔ اس ضمن میں حضرت ابراہیم ادہم بلخیؒ کے مناقب کو آپ نے بیان فرمایا۔

مجلس ہشتاد ہشتم ۸۸

اس مجلس میں انسان کے دل سے زنگار وظلمت دور کرنے کا بیان ہے اور اس سلسلے میں حضرت ابو سعید ابوالخیر رحمہ کے مناقب کا بیان ہوا ہے۔ اس مجلس میں آپ نے ملامت کی تین قسمیں بیان فرمائی اور ہر قسم کی تشریح اور تعریف بھی بیان فرمائی ہے۔ اس ضمن میں حضرت رسول اکرم صلعم اور قریشیانِ مکہ کے احوال بیان ہوئے ہیں، پھر ملامت کی دو قسمیں کرتے ہیں اور تعریف و تشریح بھی فرماتے ہیں اور اس سلسلے میں حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت بایزید بسطامیؒ کے اسوۂ محاسن بھی اس مجلس میں بیان فرماتے ہیں۔

مجلس ہشتاد نہم ۸۹

اس مجلس میں یہ علم درس بن کر سامنے آتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام شیطان کے حملے سے دوچار ہوتے رہے یہاں تک کہ حضرت رسولِ اکرم صلعم بھی شیطان کے حملے سے دوچار ہوتے رہے یہاں تک کہ حضرت رسولِ

اکرم صلعم کبھی شیطان کے حملے سے دو چار ہوئے، اس لئے مسلمانوں کو چاہیئے کہ شیطان کو اپنا قوی دشمن جانیں۔ اور اس کی گرفت سے محفوظ رہیں۔ آپ نے فرمایا کہ شیطان اور ملک الموت کی تخلیق اس طرح کی گئی ہے کہ زمانِ واحد میں دنیا کے سارے انسانوں کو گمراہ کر سکتے ہیں۔ اور سارے انسانوں کی زندگیوں کو ختم کر سکتے ہیں۔ ملک الموت کا اصل نام حضرت عزرائیل علیہ السلام ہے۔

مجلس نودم ۹۰

اس مجلس میں بیان ہوا ہے کہ حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رح بہاری اپنے ملفوظات میں مسلمانوں کو نصیحت فرماتے ہیں کہ قبروں کی زیارت کریں، قبر میں مردے کے لئے پہلی رات، بہت زیادہ تکلیف دہ اور مضرت رساں ہوتی ہے۔ اس لئے مُردوں کی مغفرت کے لئے دعا کرنی چاہیئے۔

مجلس نودیکم ۹۱

اس مجلس میں حضرت شیخ سُلیمان مرحوم، شیخ تقی الدین مرحوم، اور حضرت شیخ حسین مہسوی رحمہم اللہ کے مناقب بیان ہوئے ہیں اور آپ نے اس مجلس میں یہ بیان فرمایا کہ آپ (حضرت احمد لنگر دریا) ان تینوں بزرگوں کو اچھی طرح سے جانتے تھے۔

مجلس نودیکم ۹۲

اس مجلس میں حضرت ابو سفیان رض، حضرت امیر معاویہ رض اور یزید ابن معاویہ کا بیان آیا ہے، آپ نے بیان فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ رض

کاتبِ وحی تھے، اور حضرت رسولِ اکرم صلعم کے صحابیوں میں سے تھے، اس لئے آپ کی شان میں طعن و لعن کے کلمات استعمال نہیں کرنا چاہتے۔

—— یزید ابن معاویہ رض کے متعلق آپ اس مجلس میں فرماتے ہیں کہ جب یزید ابن معاویہ رض کا ذکر آئے تو مسلمانوں کو خاموشی اختیار کرنا چاہئے۔ اس مجلس میں آپ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان رض اپنی زندگی کے آخری حصے میں، فتح مکہ کے زمانے میں مسلمان ہوئے۔ اصحابِ صفہ آپ سے خفا رہتے تھے کیونکہ آپ نے بہت سے صحابہ رض کو قتل کیا تھا۔

مجلس نود سیوم

اس مجلس میں خبر ملتی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت رسول اکرم محمد صلعم کی اولاد ہوئی تھی۔ بعض نبیوں کے بیٹے ہوئے اور بعض نبیوں کی اولاد میں بیٹے اور بیٹیاں ہوئیں تھیں اور بعض انبیاءؑ کی اولاد نہیں ہوئی مثلاً حضرت یحیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی اولاد نہیں ہوئی تھی ——

اس مجلس میں خبر ملتی ہے کہ دنیا کی مختلف جگہوں کے سات بچوں نے شیر خوارگی کے زمانے میں کلام کئے۔ اس مجلس کی دوسری خبر یہ ملتی ہے کہ حضرت رسول اکرم صلعم نے اپنی حیات طیبہ میں زبان فارسی کے سات الفاظ مختلف مواقع میں ادا فرمائے —— (۱) العنب دودو (۲) بسنگ گل" (۳) یامعاویہ رض ہذا کشتی" (۴) "بہند اشتر" (۵) "مرادہ" (۶) "منم محمد" (۷) "یکیما است" —— اس روایت کی تحقیق مولانا ابوالحسن علی الحسنی الندوی، مدرس ندوۃ العلماء لکھنؤ سے دریافت کی گئی تھی۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی، ایک خط میں جواب لکھتے ہیں اور مکتوب کی

نقل یہ ہے ۔

تحریراً ثانی ... ۱۹ر۶ر۸۶ھ ——— ابوالحسن علی ندوی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ۔ انڈیا

محب مکرم زید لطفہٗ ———

السلام علیکم ورحمۃ اللہ ——— عنایت نامہ ملا، آپ کے حسن ظن و اعتماد کا شکرگزار بھی ہوں اور نادم بھی۔ شاید آپ کو معلوم نہیں کہ آنکھ میں پے درپے آپریشنوں کی بناپر ایک سال، ڈیڑھ سال سے لکھنے پڑھنے سے معذور ہوں، کتابوں کی طرف براہ راست مراجعت نہیں کرسکتا، کتب حدیث پر میری نظر وسیع اور دقیقہ رس نہیں ہے، آپ نے جو سات روایتیں نقل کی ہیں، ان میں سے پہلی کے متعلق مجھے یاد آتا ہے کہ شاید "بخاری" میں ہے باقی کے متعلق میرا وجدان و ذوق کہتا ہے، کہ موضوع، یا کم سے کم ضعیف ہیں، ان کی تحقیق کے لئے بڑا وقت چاہیئے، ہندوستان میں دو حضرات ایسے ہوسکتے ہیں، جن سے آپ کو مدد ملے گی۔

۱۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی، پٹھان ٹولہ، مئو، اعظم گڑھ۔

۲۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب، مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور۔

نویں صدی میں فارسی کے شعراء، داعیان کے لئے "نزہۃ الخواطر" کی جلد سوم کا مطالعہ مفید ہوگا۔ یہ کتاب دائرۃ المعارف حیدرآباد نے شائع کی ہے، آپ کو میرے اس خط سے جو مایوسی ہوگی اس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔

والسلام

خاکسار ابوالحسن علی، ۱۴ر اکتوبر ۱۹۶۶ء[1]

---

[1] آپ کا مکتوب، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے "لیٹر پیڈ" پر ہے اور میرے پاس موجود ہے۔

ان سات روایتوں کی تحقیق مولانا حبیب الرحمٰن صاحب، مئو اعظم گڑھ سے مانگی گئی تھی، آپ نے جواب دیا، اور اپنے مکتوب میں لکھا تھا کہ "العنب دو دو" کی روایت بخاری شریف میں ہے اور بقیہ روائیتیں احادیث سے سند نہیں رکھتیں - آپ کا جواب پوسٹ پر آیا تھا اور آپ کا خود نوشت مکتوب یہ نہیں تھا، آپ کے طالب علم کا لکھا ہوا تھا، تحریر صاف نہیں تھی بلکہ منحلک تھی - اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا ـــــ قرینہ غالب ہے کہ ایک روایت "العنب دو دو" ضرور صحیح ہے اس لفظ کو حضرت رسول اکرم صلعم نے اپنی زبان مبارک سے ادا فرمایا تھا - اور بقیہ روائیتیں موضوع یا کم سے کم ضعیف ہیں جیسا کہ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے -

مجلس نود چہارم ۹۴

اس مجلس میں" قرآن مجید کی آیت" لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون " کی تفسیر بیان کی گئی ہے اور اس حدیث شریف پر اظہار خیال فرمایا گیا ہے ـــــ "الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب" ـــــ ترجمہ :- موت ایک پل ہے جو ایک دوست کو دوسرے دوست سے وصال کراتا ہے -

مجلس نود پنجم ۹۵

اس مجلس میں کلمہ " لا الٰہ الا اللہ" کی فضیلت بیان فرماتے ہیں اور اسی ضمن میں ایک بادشاہ کی حکایت بیان فرماتے ہیں اور اس بادشاہ کا نام "دحیہ کلبی" تھا - اس مجلس میں آپ نے "حدیث قدسی" یا "کلام قدسی"

کی تعریف بیان فرمائی۔ آپ نے بیان فرمایا کہ حدیث قدسی یا کلام قدسی وہ ہے جس حدیث یا کلام کو حضرت رسول اکرم صلعم نے اپنی زبانِ مبارک سے ارشاد فرمایا اور متنبہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتا ہے مثلاً یہ "حدیث قدسی" ہے۔ حکایت عن اللہ سبقت رحمتی علےٰ غضبی "___ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت کرتی ہے یعنی غالب ہے۔

مجلس نود ششم ۹۶

اس مجلس میں آپ نے بیان فرمایا کہ حضرت لوط علیہ السلام کی امت "لواطت" کے گناہ میں ملوث تھی۔ جس کی وجہ سے یہ قوم ہلاک کردی گئی۔ اس ضمن میں حضرت لوط علیہ السلام کے مناقب کا بیان ہوا ہے۔ اور اس مجلس میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مناقب اور فضائل بیان ہوئے ہیں۔ اور آپ کے " افک " اور " ناموس " کے بارے میں آپ کی سیرت کے بعض گوشے بیان کئے گئے ہیں۔

مجلس نود ہفتم ۹۷

اس مجلس میں آپ نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت رسول اکرم صلعم نے "معراج کی شب" میں " خرقہ " پایا تھا، آپ نے بیان فرمایا کہ فقیر کو چار صفتوں سے متصف ہونا چاہیئے تب وہ درویش سمجھا جائے گا (۱) آنکھیں قبر کی طرف رکھے (۲) بری باتوں کے سننے سے اپنے کانوں کو دور رکھے (۳) اپنی زبان کو گونگا بنائے (۴) اور اپنے پاؤں کو لنگ (لنگڑا) بنائے۔ اور اگر یہ مذکورہ صفتیں درویش میں نہیں ہیں تو وہ درویش نہیں ہے۔ اس مجلس میں آپ نے خبر فرمائی ہے کہ حضرت ابراہیم ادہم بصرہ کے بازار میں پیدا ہوئے تھے۔

مجلس نود ہشتم ۹۸

اس مجلس میں اولیاء اللہ کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنی بیماری کے زمانے میں بھی عبادت و ریاضت میں کمی نہیں کرتے۔ اس ضمن میں غزنین (فارس) کے ایک درویش کی سیرت بیان فرمائی۔ اس مجلس میں حضرت سیف الدین باخرزیؒ کے اقوال نقل کئے گئے ہیں۔

مجلس نود نہم ۹۹

اس مجلس میں عید الضحیٰ اور ایام نحر کے فضائل اور فرائض بیان کئے گئے ہیں۔ آپ نے بیان فرمایا کہ حضرت رسول اکرم صلعم نے ایام نحر کے ایک سو قیمہ پر سو اونٹوں کو ذبح فرمایا ایک اپنی ذات مبارکہ کی جانب سے اور ۹۹ ننانوے اپنی امتّ کی طرف سے۔ اس مجلس میں حضرت عبد المطلب کے مناقب کو بیان فرماتے ہیں۔ اور یہ خبر دیتے ہیں کہ حضرت عبد المطلب نے اپنے دسویں بیٹے حضرت عبد اللہ کی قربانی کے بدلے میں فقیروں کی وصیت کی تیار پر سو اونٹوں کی قربانی دی اور اپنے نذر کو پورا فرمایا۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ حضرت رسول اکرم محمد صلعم کے والد ماجد ہونے کا شرف اور سعادت رکھتے ہیں۔ اس مجلس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مناقب بیان ہوئے ہیں۔ اور آپ کی ضیافت اور حسن اخلاق پر عام بحث پیش نظر کی گئی ہے آپ کی ضیافت اور حسن اخلاق سے کثیر یہودی مذہب اسلام میں داخل ہوئے۔

مجلس صدم ۱۰۰

اس مجلس میں حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ اور حضرت شیخ سیف الدین

باخرزی رحمہما اللہ کے مناقب بیان ہوئے ہیں۔ آپ نے بیان فرمایا کہ حضرت سیف الدین باخرزیؒ کا وطن خوارزم تھا۔ اس مجلس میں خبر ملتی ہے کہ حضرت نجم الدین کبریٰؒ نے مولانا جلال الدین رومی کی باطنی تعلیم کے لئے آپ کی خدمت میں حضرت شیخ شمس الدین تبریزیؒ کو بھیجا تھا اور حضرت شمس الدین تبریزیؒ مولانا رومیؒ کی خدمت میں پہونچے اور آپ کی باطنی تعلیم فرمائی۔ اس مجلس میں یہ ساری تفصیلیں بیان کی گئی ہیں۔

"دلیل العارفین" سے مونس القلوب کا مقابلہ

دلیل العارفین:۔

دلیل العارفین حضرت خواجہ معین الدین چشتی سجزی اجمیریؒ کے ملفوظات و فرمودات کا مجموعہ ہے۔ اس کے جامع حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ ہیں۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کا انتقال ۶۳۲ھ میں اجمیر شریف (ہندوستان) میں ہوا۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ آپ کے مرید اور خلیفہ تھے، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے آپ کو دہلی کی خلافت تفویض فرمائی۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیری آپ سے ملنے دہلی تشریف لے گئے تھے۔ آپ کے ساتھ دہلی میں حضرت خواجہ اجمیریؒ نے کچھ زمانے تک اقامت اختیار فرمائی اور آپ کی رفاقت میں آپ نے شہر دہلی کی سیر و سیاحت فرمائی۔ جمنا ندی کی طغیانی اور روانی بھی آپ نے دیکھی، اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی صحبت میں ایک کشتی پر سوار ہوئے اور دریائے جمنا کا سیر فرمایا۔ جب آپ

اجمیر شریف واپس تشریف لے جانے لگے، تو خواجہ قطب الدینؒ بھی پیر کی محبت میں مجبور ہو کر آپ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب یہ خبر شہر دہلی میں مشہور ہوئی کہ حضرت خواجہ قطب الدین دہلی سے اجمیر شریف کی طرف عزیمت فرماتے ہیں، اور شہر کو چھوڑ رہے ہیں، تو عوام النّاس میں بے چینی اور بیقراری کی لہر دوڑ گئی دہلی کے تمام باشندے سڑکوں پر کھڑے ہو گئے، پوری خلقت زار و قطار رو رہی تھی، مکانوں کے روزن، کھڑکیاں اور بالائی قصر کے سارے دروازے تیزی سے کھولے جا رہے تھے، "خواجہ" "خواجہ" کی صدائیں آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی تھیں، دہلی کے باشندے نالہ و گریہ کناں تھے، اور اس محشر بلاخیز میں مرد و زن اور کافر و مسلم برابر برابر شریک تھے ــــــ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے یہ حالت عوام النّاس کی دیکھی تو اس روح فرسا منظر کو خواجہ قطب الدین کو دیکھایا، اور آپ نے حکم دیا کہ اجمیر کی عزیمت نہ فرمائیں اور دہلی میں حسب دستور اقامت اختیار فرمائیں۔ حضرت خواجہ اجمیریؒ نے عوام کی یہ گردیدگی کا حال اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمایا اور اس کے بعد اجمیر شریف واپس ہوئے۔

دلیل العارفین کے جامع حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ ہیں، جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے، آپ نے اس کا نام "دلیل العارفین" رکھا[۱]

اس کتاب کی تقسیم مختلف بابوں میں اس طرح ہوئی ہے:۔

قسم اوّل در فقر و صواب، قسم دوم در مکتوبات و تسبیح، قسم سوم در اوراد و جز آن اور قسم چہارم در سلوک و فوائد۔

۱: دلیل العارفین (ملفوظات، مطبوعہ) ص۔ ۱ مقدمہ، خدا بخش خاں لائبریری، پٹنہ۔

ان چار قسموں کو بارہ مجلسوں پر تقسیم کیا گیا ہے، ان مجلسوں کو پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اپنے پیر و مرشد کی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے اور آپ کی تمام فرمودات کو قلمبند فرماتے تھے۔

دلیل العارفین میں صوفیوں، فقیروں کے احوال اور ان کے مناقب، حضرت رسولِ اکرم صلعم کی احادیث اور آپ کی تعلیمات، پھر حضرت رسولِ اکرم صلعم اور بزرگ صحابۂ کرام کے اسوۂ محاسن اور "خواجۂ خواجگان" معین الدین چشتیؒ اور آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ عثمان ہرونی رحمتہ اللہ علیہ کے مناقب بیان ہوئے ہیں۔ ان ملفوظات میں حضرت خواجہ اجمیریؒ کی علمی، ادبی اور سیاحتی زندگی کی تفصیل نہیں ملتی۔ زبان و بیان سے اسی طرح عقیدت کا اظہار ہوتا ہے جس طرح سے مونس القلوب سے ہوتا ہے تاریخ، دن، برس اور دیگر تحقیقات کی فروگذاشتیں دلیل العارفین میں بھی اسی طرح سے ہوئی ہیں جس طرح سے مونس القلوب میں ہوئی ہیں۔ دلیل العارفین کی مجلسیں مختصر ہیں، تشریح و تفصیل نہیں ملتی اور اس میں فارسی زبان کے اشعار خال خال نظر آتے ہیں —— اس کے مقابلے میں مونس القلوب ملفوظات و فرمودات کا مجموعہ ایسی (قلمی) کتاب ہے، جس میں ادبی و فنی لطافتوں کی تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ اس کی زبان آسان اور شیریں ہے اور کلاسیکل فارسی زبان نہیں ہے۔ اس کے نثر میں ہندی زبان کے الفاظ شیر و شکر ہوتے ہیں، یہ دعویٰ صحیح ہے، مگر یہ بھی صحیح ہے کہ یہ کتاب علمی و ادبی کارناموں کا مفصل دفتر ہے، اس کی ہر مجلس میں دینی و دنیاوی سوجھ بوجھ اور عالمانہ اثر اور بیان کا پتا چلتا ہے، اس کی مجلسوں میں علمی صحبتوں کا تذکرہ ہے، ادبی اور فنی امور پر طویل و جزیل بحثیں ملتی ہیں،

فارسی زبان اور عربی زبان کے اساتذہ شعراء کے منتخب اشعار اس میں دیکھنے میں آتے ہیں اور خاقانی شروانی اور امراء القیس کے اشعار مونس القلوب میں بیان ہوئے ہیں۔

دلیل العارفین کی مجلسوں کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے:۔

"مجلس دوم در روز پنجشنبہ دولت پابوس میسر گشت سخن در جنابت افتادہ بود" [۱]

"مجلس سوم روز چہار شنبہ پابوس میسر گشت شش نفر درویشان از جانب سمرقند آمدہ بودند و بخدمت نشستہ" [۲]

"مجلس دوازدہم روز پنجشنبہ مجلس آخرین بود در مسجد جامع اجمیر دولت پابوس حاصل شد درویشان و عزیزان اہل صفہ و مریدان برابر بودند سخن در حکایت ملک الموت بود بر لفظ مبارک راند کہ دنیا بی ملک الموت ہیچ نیرزد گفتند چرا گفت از انکہ در حدیث مسطور است قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" الموت جسر یوصل الحبیب "مرگ پلی است کہ دوست را بدوست می رساند" [۳] اور

"مجلس نہم دولت پابوس میسر گشت شیخ اوحد کرمانی و شیخ برہان غزنوی و خواجہ سلیمان عبدالرحمٰن و چند نفر درویشان دیگر بخدمت خواجہ حاضر بودند" [۴]

۱: دلیل العارفین (مطبوعہ) ص ۶-۷ — خدا بخش خاں لائبریری، پٹنہ

۲: " " ص ۱۱ " "

۳: " " ص ۵۴-۵۵ " "

۴: " " ص ۳۷ " "

مونس القلوب کی مجلسوں کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے۔

"مجلس دوم سعادت پابوس حاصل گشت حضرت خواندکار عظمہ اللہ حضرت احمد لنگر دریا فرمود کہ خداوند تعالیٰ را با بندگانِ خود عجب کاریست، پیغامبری بود علیہ السلام کہ او را بلای پیش چنان غالب گشتہ کہ از امکان تحریر و تقریر گزشتہ" [۱]

مجلس نہم سعادت پابوس حاصل شدہ اندام مبارک حضرت خوندکار عظمہ اللہ مقداری تکسر داشت بفضلِ حق بصحت بدل شدہ بود بعضِ اشراف شہر برای بازپرس آمدہ بودند ذکر مشائخ افتادہ بود۔" [۲]

"مجلس بستم سعادت خاکبوس آستانہ اعلیٰ حاصل شد بر دست سگِ آستانہ نسخہ صحاح لغت بود حضرت خوندکار عظمہ اللہ نسخہ مذکور از دست سگِ آستانہ بستید و دران نظر می فرمود بیتی ازان امراء القیس کندی در نظر مبارک آمد فرمود امراء القیس شاعری بلای بود در عرب۔۔" [۳]

مجلس نود چہارم سعادت پابوس و دست بوس حاصل شد۔ فرمود می گویند حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قند خریدہ بفقیران دادی گفتند بال نقد چرا ندہی کہ دران فقیر را حاجت بسیار است گفت قند را دوست می دارم و خداوند تعالیٰ فرمودہ است "لن تنالو البر حتی تنفقوا مما تحبون" ای لن تنالو القاء اللہ حتی تبدلوا ارواحکم بالمجاہدہ ولا یحصل اللقاء الا بالموت لقولہ

۱؎ : مونس القلوب (قلمی) ص ۲۳ — مملوکہ شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ

۲؎ : " " " ص ۴۱ — " "

۳؎ : " " " ص ۶۹ — " "

علیہ السلام "الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب" حاصل نشود لقا مگر بموت چنانچہ پیغامبر علیہ السّلام فرمودہ است ۔ مرگ پلی ست کہ می اوساند دوست راسوی دوست ، ہر کہ نفس او ہم در دنیا بمیرد ہم از دنیا خدای را بہ بیند بچشم دل پس اورا خالی گردد نفسانی ہمہ بمیرد" ؎۱

مونس القلوب (قلمی) اور دلیل العارفین (مطبوعہ) کی مجلسوں کی ابتدائیوں سے چند اقتباسات پیش نظر کیے گئے ہیں اور مجلسوں کے انتخاب میں تخصیص نہیں کی گئی ہے ۔ اس لیئے ان مجلسوں سے فارسی نثر کے مختلف نمونے سامنے آتے ہیں ۔ اور مواد ، مسائل اور کوائف واحوال کا پورا پورا اندازہ لگایا جاسکتا ہے ۔

دونوں ملفوظات کے مرتبین اپنے مشائخ (حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح اور حضرت احمد لنگر دریا بلخی رح) کے مرید و شاگرد تھے ، اس لیئے آپ مجلسوں کی ابتداء عقیدت سے کرتے ہیں ، دونوں کے اسلوب بیان میں تھوڑا سے فرق ہے اور بڑا تضاد نہیں پایا جاتا ہے ، عقیدے کے نقطہ نظر دونوں ملفوظات میں ایک جیسے ہیں ، دلیل العارفین کی مجلسوں سے ہفتے کے ایام کی تبدیلی کا پتا چلتا ہے مگر تاریخ ، مہینہ اور برس کو بیان کرنے کی زحمت دونوں نہیں فرماتے ۔ ان مجلسوں میں مسائل کو بیان کرنے میں دونوں اتفاق کرتے ہیں ۔

دلیل العارفین

مجلس دوازدہم ..... قال النبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم "الموت جسر"

؎۱ مونس القلوب (قلمی) ص ۲۷۹ - ۲۸۰ ملوکہ شاہ تقی حسن بلخی ، پٹنہ

یوصل الحبیب" مرگ پل ست کہ دوست را بدوست می رساند"۔ [۹۱]

مونس القلوب :۔

مجلس نود چہارم [۹۴] :۔ لقولہ علیہ السلام "الموت جسرٌ یوصل الحبیب الی الحبیب" چنانچہ پیغمبر علیہ السلام فرمودہ است مرگ پل ست کہ می رساند دوست را سوی دوست"۔ [۹۲]

مذکورہ دونوں مجلسوں میں "موت" کی فضیلت پر حضرت رسول اکرم صلعم کی ایک حدیث شریف پیش کی گئی ہے۔ "الموت جسرٌ یوصل الحبیب" ــــــ موت ایک پل ہے جس سے گزر کر ایک دوست اپنے دوست کو پاتا ہے۔ "وصال حبیب" سے مراد اس حدیث شریف کی روشنی میں محض "وصال باری تعالیٰ" ہے۔ اسلئے دونوں ملفوظات کے مشائخ وصالِ حبیب" سے مراد "وصال باری تعالیٰ" لیتے ہیں۔ اس لئے دونوں ملفوظات "وصال" کے مسئلے کو بیان کرنے میں اتفاق کرتے ہیں۔

دلیل العارفین کی فارسی مونس القلوب کی فارسی سے زیادہ چست ہے۔ اس لئے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا عہد فارسی زبان و ادبیات کے ارتقا سے قریب تھا۔ مونس القلوب کی فارسی کی سست رفتاری اپنے عہد کی غمازی کرتی ہے۔ اس لئے کہ حضرت احمد لنگر دریاؒ کا عہد فارسی زبان و عہد ادبیات کے زوال کے عہد سے متصل تھا۔

۹۱۔ دلیل العارفین (مطبوعہ) ص ۵۵ ۔ خدا بخش خاں لائبریری، پٹنہ

۹۲۔ مونس القلوب (قلمی) ص ۲۸۰ ۔ بشکریہ شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ

حالات زندگانی حضرت خواجہ معین الدین چشتی سجزی اجمیری رح

آپ سجستان میں پیدا ہوئے اور خراسان میں تربیت پائی، آپ کے والد کا اسم گرامی خواجہ غیاث الدین حسن تھا، یہ خواجگان حسینی سادات تھے خواجہ معین الدین ہندوستان میں چشتیہ سلسلے کے بانی تھے۔ آپ نے کثیر ممالک کا سفر اختیار فرمایا اور متعدد مشائخ کی صحبت مختلف اوقات میں اختیار فرمائی ــــــ

۱۔ حضرت غوث الثقلین، محی الدین، شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ـــــ آپ کی خدمت میں خواجہ معین الدین، ملک بغداد، جیلان (قریہ بغداد) میں پہونچے اور آپ کے ساتھ پانچ مہینے اور سات دن، جیلان میں بسر فرمایا۔

۲۔ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رح ــــــ آپ کی خدمت میں تبریز پہونچے اور آپ کے ساتھ قیام فرمایا۔

۳۔ حضرت شیخ ابو سعید تبریزی رح ــــــ آپ کی خدمت میں تبریز پہونچے اور آپ سے اکتساب فیض فرمایا۔

۴۔ حضرت شیخ حسین زنجانی رح ــــــ آپ کی خدمت میں لاہور (پاکستان) پہونچے اور آپ کے ساتھ سکونت اختیار فرمائی۔ اور اکتساب فیض فرمایا۔

بلخ سے سفر کرتے ہوئے لاہور (پاکستان) تشریف لائے۔ پھر لاہور سے دہلی آئے اور دہلی سے اجمیر تشریف لائے۔ اور اجمیر کو اپنی سکونت کی جگہ بنائی۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح کے مرشد و پیر

حضرت خواجہ عثمان ہروَنی رحمتہ اللہ علیہ تھے، بعض تذکرے قیاس کرتے ہیں کہ مذکورہ مشائخ کی صحبت اختیار کرنے کے بعد آپ حضرت خواجہ عثمان ہروَنی رح کی خدمت میں ہروَن تشریف لائے۔ حضرت خواجہ عثمان ہاروَنی رح نے آپ سے ملاقات فرمائی، اور عارفانہ سوالات کئے، آپ نے صحیح جواب دیئے تھے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ عثمان ہاروَنی رح نے فرمایا۔ معین الدین! عرش دیکھ، ما فوق العرش بھی دیکھ، فرش دیکھ اور تحت الفرش بھی دیکھ!! آپ نے اپنی نظر مبارک سا فوق کی طرف فرمایا، عرش کو دیکھا اور تحت العرش بھی دیکھا، آپ نے فرش کی طرف دیکھا اور تحت الفرش (تحت الثریٰ) بھی دیکھا، اور اس کے بعد فرمایا: دیکھتا ہوں جو آپ دیکھتے ہیں، اور دیکھتا ہوں جو آپ دیکھتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت خواجہ عثمان ہاروَنی رح آپ سے مطمئن ہوئے، آپ کو بغل گیر کیا، دستار اور کلاہ پہنایا، مرید فرمایا اور آپ (خواجہ معین الدین اجمیریؒ) کو اپنی خلافت تفویض فرمائی۔

حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رح کا وصال ۶؍ رجب المرجب سنہ ۶۳۳ھ (چھ سو تینتیس ہجری) میں اجمیر (ہندوستان) میں ہوا۔[1] آپ کی عمر مبارک ایک سو چار برس ہوئی اور آپ کا مزار اجمیر شریف میں ہے جو لاکھوں انسانوں کی زیارت گاہ ہے۔ اور یہ خیر و برکت کی جگہ ہے۔

---

[1]: سفینۃ الاولیاء۔ ص ۱۵۸-۱۵۹۔ خدا بخش خاں لائبریری، پٹنہ

حالاتِ زندگانی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

آپ کا وطن اوش (ماوراء النہر) تھا، حسینی سادات سے تھے، طفولیت کے عہد میں آپ کے والد کا انتقال ہوا، والدہ ماجدہ نے آپ کی تعلیم و تربیت فرمائی، حضرت مولانا ابو حفص سے درس لیتے تھے، ابو حفص ایک صوفی تھے، جب خواجہ معین الدین اجمیریؒ اوش میں تشریف لائے تو خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے، جب آپ کی عمر شریف سترہ برس کی ہوئی تو حضرت خواجہ اجمیریؒ نے آپ کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا۔[1]

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے ازدواجی زندگی مختصر باقی رکھی، اور رجوع الی اللہ کے لئے بیوی کو طلاق دے دیا۔ اور خلوت گزیں ہو گئے۔

سیر و سیاحت:۔

غزنین، سمرقند، اور بغداد وغیرہ ممالک کے مقامات کی سیاحت فرمائی اور حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے، آپ نے مدینہ منورہ میں اقامت اختیار فرمائی اور حضرت رسول اکرم صلعم کے روضے کی زیارت فرمائی۔

---

[1] :۔ سیر الاولیا (مطبوعہ) ص ۶۸، سیر العارفین (مطبوعہ) ص ۶۲ خدابخش خاں لائبریری، پٹنہ۔

جب آپ کو حضرت خواجہ اجمیریؒ کے ہندوستان جانے کی خبر ملی تو آپ خراسان تشریف لائے اور خواجہ اجمیریؒ کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے، اجمیر میں کچھ عرصے تک قیام فرمایا، اس کے بعد دہلی روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں حضرت زکریا ملتانیؒ سے ملاقات ہوئی اس کے بعد دہلی تشریف لائے۔ اس وقت دہلی کا سلطان، شمس الدین التمش تھا، اس نے آپ کا استقبال کیا، آپ کی تعظیم و تکریم کی، اور آپ کی اقامت کا انتظام کیا۔

اشتیاق سماع

آپ سماع کو عزیز رکھتے تھے، چنانچہ آپ کا وصال مجلس سماع میں ہوا۔ تذکرے لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ مجلس سماع میں تشریف رکھتے تھے، قوالوں نے شیخ احمد جام کے قصیدے کا یہ شعر پڑھا ؎

کشتگانِ خنجر تسلیم را ٭ ہر زمان از غیب جانی دیگر است

حضرت قطب صاحب پر وجد طاری ہوا اور تین دنوں اور راتوں تک برابر یہ کیفیت قائم رہی یہاں تک کہ اسی حال میں آپ نے وصال فرمایا۔ سنہ ارتحال ۶۳۴ھ (چھ سو چونتیس ہجری) ہے۔[۱]

تصنیف:

آپ کی تصانیف میں دو کتابوں کے نام آتے ہیں:

(۱) فوائد السالکین (۲) دیوانِ فارسی (اشعار کا مجموعہ)

---

[۱] فوائد الفواد (مطبوعہ) ص ۱۴۴۔ سیر الاولیا (مطبوعہ) ص ۵۵ اور سیر الاقطاب ص ۱۶۰ ——— خدا بخش خان لائبریری، پٹنہ

آپ کے خلفاء

آپ کے خلفاء میں یہ بزرگان داخل ہیں :۔

حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر (پاک پٹن)، شیخ بدرالدین غزنوی (دہلوی)، شیخ برہان الدین بلخی، شیخ ضیاء الدین رومی دہلوی، مولانا فخرالدین حلوانی، شیخ نجم الدین قلندر، شیخ محمود بہاری اور شیخ قاضی حمیدالدین ناگوری کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔[1]

فوائد الفواد (ملفوظات) حضرت شیخ محمد نظام الدین محبوب الٰہی" دہلوی (متوفی ۷۲۵ھ)

اس کتاب کے مقدمے میں لکھا ہوا ہے :۔

"این جواہر غیبی واین زواہر لاریبی از خزانہ تلقین دنہانخانہ ولقین خواجہ راستین کہ لقب یافتہ رحمۃ اللعالمین ملک الفقراء والمساکین شیخ نظام الحق والشرع والہدیٰ والدین متع اللہ المسلمین بطول بقائہ آمین جمع کردہ می آید آنچہ ازاں شمع جمع ملکوت بسمع می رسید چہ عین لفظ مبارک او وچہ معانی آن بقدر فہم مختصر خود نوشتہ می شود، این مجموعہ را چون دلہای دردمندان ازو فائدہ می گیرند فوائد الفواد نام کردہ شد واللہ المستعان وعلیہ التکلان یکشنبہ سوم ماہ شعبان سنہ سبع وسبعمأۃ بندہ گنہ گار امیدوار حسن علاء سنجری را کہ بانی این مبانی وجامع این معانی است

---

[1] پی ایچ ڈی مقالہ ——— "تیرھویں، چودھویں صدی ہجری کے صوفیائے بہار کے ملفوظات ومکتوبات" ——— ص ۲۲ — سید شاہ ابدالی منیری۔ پٹنہ یونیورسٹی لائبریری، پٹنہ

دولت پابوس آن شاہ فلک جاہ ملک دستگاہ حاصل شد ہمان زمان بعزّ نظر لا نظیر آن قطب آفتاب ضمیر سر۳ ادتر ک آلائش چہار طبع گرفت ۔[1]

اس مقدمے سے معلوم ہوتا ہے کہ "فوائد الفواد" حضرت شیخ محمد نظام الدین "محبوب الٰہی" دہلویؒ کے ملفوظات و فرمودات کا مجموعہ ہے جس کے جامع اور مرتب حسن دہلوی[2] ہیں۔ اس ملفوظات کو آپ نے ۷۰۷ھ میں جمع کیا۔ اور یہ مقدمہ فوائد الفواد جلد اوّل سے ماخوذ ہے۔

فوائد الفواد کی پانچ جلدیں ہیں اور تمام جلدوں کے جامع اور راقم حسن دہلوی ہیں۔ جلد دوم کو آپ نے شوال ۷۰۹ھ (سات سو نو ہجری) سے قلم بند کرنا شروع کیا، اس میں تین برسوں تک کے فرمودات ہیں یعنی ۷۱۱ھ (سات سو گیارہ ہجری) تک کے ملفوظات مندرج ہیں جلد چہارم کو آپ نے ۷ر ذی قعدہ ۷۱۲ھ (سات سو بارہ ہجری) سے قلم بند کرنا شروع کیا اور ۲۳ جمادی الاول ۷۱۶ھ (سات سو انیس ہجری) میں ختم کیا۔ اور جلد پنجم کو آپ نے ۱۲ر شعبان ۷۱۹ھ (سات سو انیس ہجری) سے قلم بند کرنا شروع کیا اور ۲۰ر شعبان ۷۲۲ھ (سات سو بائیس ہجری) میں ختم کیا۔

فوائد الفواد (جلد اوّل تا پنجم) کو مطبع اودھ اخبار، حضرت گنج، لکھنؤ، نے رمضان ۱۳۰۲ھ بمطابق جولائی ۱۸۸۵ء میں

---

[1]: فوائد الفواد (ملفوظات، مطبوعہ) ص ۱۔ مقدمہ۔ خدا بخش خاں لائبریری، پٹنہ

[2]: حسن دہلوی (متوفی ۷۳۸ھ) خسرو دہلوی کے ہمعصر، دوست پیر بھائی اور سعدی ہند کہے جاتے تھے۔ دکن میں وفات پائی اور روضہ مبارک دکن میں ہے۔

طبع کیا ہے[1]

فوائد الفواد، حضرت نظام الدین اولیاء دہلویؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ایک کتاب ہے جس میں ۷۰۷ھ سے ۷۲۲ھ تک یعنی پندرہ برسوں کے ملفوظات کے مجموعے مندرج ہیں جلیسا کریں نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اس کتاب کی فضیلت یہ ہے کہ فرمودات کی نوعیت و ماہیت کے اعتبار سے تمام مجلسوں کو مختلف بابوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور ہر باب سے متعلق مضامین کے نام تجویز کر دیئے گئے ہیں۔

جلد اوّل

در نماز و حضور امام، در استغراق نماز، در ترک دنیا، سالک و واقف و راجع و ذکر، ذکر خطرہ شیخ ابو سعید ابوالخیرؒ ذکر صوم آداب درویشی، ذکر نماز لیلۃ الرغائب، نماز اویس قرنی، ذکر سماع و وجد، ذکر مناقب ابراہیم ادہمؒ اور ذکر احوال انبیاءؑ

جلد دوم :-

ذکر زیارت پیر، ذکر صلوٰۃ البروج والنور، ذکر موت اولیا، حکایت جوگی، و شیخ صفی الدین، ذکر احوال شیخ فرید الدین ذکر صبر و رضا، ذکر ختم سورۂ فاتحہ، ذکر نظم و نثر، اور ذکر مودتِ یارانِ دینی۔

جلد سوم :-

ذکر اصحاب کہف، ذکر معجزات رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام، ذکر حمل نظم، ذکر سخی و بخیل، ذکر اعراب الحمد للہ اور ذکر سماع

---

[1] : فوائد الفواد (مطبوعہ) اودھ اخبار لکھنؤ۔ ص ۲۵۱ ۔ خدا بخش خاں لائبریری، پٹنہ۔

جلد چہارم

ذکر خرابی لاہور، سلوک صد مرتبہ نہادند، ذکر معنی عرس، ذکر ملاقات حضرت خضر با خواجہ قطب الدین۔ فرد: ع در دل ما غم دنیا غم معشوق شود، ذکر تاریخ وفات شاہ جہاں شمس الدین اور ذکر خلفای حضرت فرید الدین قدس سرہٗ

اور جلد پنجم :-

ذکر آمدن دانش مند بامید بیعت، ذکر شیخ بہاء الدین زکریاؒ ذکر ترک دنیا، ذکر قاضی قطب الدین، ذکر تحمل و معاملہ خلق با خلق، نماز علما، نوعِ دیگر است و نماز فقرا، نوع نوع دیگر، ذکر بی بی فاطمہ و شیخ نجیب الدین، ذکر حکیم سنائی قصیدہ او، ذکر اولیا، ابدال و اوتاد و قطب ذکر مہدی احمد و منصور حلاج، ذکر مناقب سیف الدین باخرزی، اور ذکر ارادت آوردن شیخ سیف الدین و شیخ شہاب الدین بخدمت شیخ نجم الدین کبریٰؒ [1]

فوائد الفواد کی مرکزی حیثیت صوفیانہ اور درویشانہ ملفوظات کی ہے — مونس القلوب ملفوظ حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ سے اس کی افضلیت بعض حیثیتوں سے مسلّم ہے اور اس کی بنیادی وجہیں یہ ہیں۔

۱۔ فواد الفواد کو ایک کتاب کی صورت میں طبع کے شرف سے نوازا گیا، جیسا کہ اس کے آخری صفحے پر اعلان کیا گیا ہے [2]

۲۔ فوائد الفواد کی تمام مجلسوں میں دن، تاریخ اور سنہ ہجری کا جامع

---

[1] ۔ فوائد الفواد (مطبوعہ نول کشور) ص ۱ ۔ ۲۵۹ ۔ خدا بخش خاں لائبریری، پٹنہ

[2] ۔ " " ص ۲۵۹ ۔

نے لکھا ہے۔ اس سے جامع ملفوظ ہذا کی مخلصانہ کوششوں، محنتوں اور حسن صحافت کا پتہ چلتا ہے۔

۳۔ فوائد الفواد کے ابواب سے علم اور اعراف حاصل ہوتے ہیں، کوئی ملفوظ ایسا نہیں ہے جس سے طالب علم کے علم میں اضافہ نہ ہو یا عام پڑھنے والوں کے اخلاق اس سے درست نہ ہوں۔

۴۔ فارسی نظم و نثر پر مضامین ملتے ہیں، شعر و شاعری پر بحث ملتی ہے جس سے اس کی وقعت خالص ملفوظات کی نہیں رہ جاتی!

۵۔ زبان و بیان کی غلطیاں نہیں پائی جاتی ہیں بلکہ صحیح فارسی زبان پڑھنے کا حظ حاصل ہوتا ہے۔

مونس القلوب، ملفوظات کا مجموعہ ایک قلمی کتاب ہے جسے طباعت کے شرف سے محروم رکھا گیا ، اور اس ملفوظات کی طباعت سے آج تک بے اعتنائی برتی گئی ہے۔

مونس القلوب کے جامع نے مونس القلوب کی تمام مجلسوں میں دن تاریخ اور سنہ یا عیسوی نہیں لکھا ہے اس لئے اس گوشے کی طرف اعتراضات اٹھائے جا سکتے ہیں، مگر مونس القلوب کے جامع کی مخلصانہ کوششوں، محنتوں اور حسن نیت پر کوئی شک و شبہ نہیں کیا جا سکتا۔

جدید علمی معلومات اور ضخامت کی بناء پر مونس القلوب کی قیمت اور فضیلت

دلیل العارفین ہو یا فوائد الفواد، ان کتابوں کی ضخامت، مونس القلوب (قلمی) کے مقابلے میں کچھ نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ فوائد الفواد کی پانچ جلدیں ایک ساتھ ہمارے پڑھنے میں آتی ہیں، اس میں مضامین کے اسمائے گرامی دیئے گئے

ہیں، علمی اور جدید معلومات جمع کئے گئے ہیں، نظم ونثر اور شاعری پر کچھ مضامین مل جاتے ہیں، مگر فوائد الفواد سے حضرت شیخ محمد نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی دہلوی کی سیرت حسنہ پر روشنی نہیں پڑتی ہے، محبوب الٰہی دہلویؒ کے سیر و سیاحت کے احوال، دیگر ممالک سے آپ کا تعارف اور دنیا کی دوسری قوموں سے آپ کی شناسائی کی خبریں، فوائد الفواد سے حاصل نہیں کی جاسکتیں یہ بھی صحیح ہے! فوائد الفواد پڑھنے سے یہ اعتراف ہوتا ہے کہ محبوب الٰہی دہلویؒ اپنے مشائخ چشتؒ کے مناقب بیان فرماتے ہیں، اور حضرت نجم الدین کبریٰؒ حضرت سیف الدین باخرزیؒ کے مناقب تفصیل سے بیان فرماتے ہیں، جس طرح سے مونس القلوب میں ان بزرگوں کے مناقب بیان ہوئے ہیں، اس طرح سے حضرت شیخ محمد نظام الدین اولیاءؒ کے مناقب اس روشنی میں استوار ہو جاتے ہیں۔ فوائد الفواد میں بھی مونس القلوب کی طرح سے فقہی اور شرعی مسائل تفصیل سے بیان ہوئے ہیں اور دیگر اصفیاء و بزرگان کی سیرتیں بیان کرنے میں زیر نظر دونوں ملفوظات برابر برابر ہیں۔

فوائد الفواد کے مقابلے میں مونس القلوب، ملفوظات کا ایسا مجموعہ ہے جس میں حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ کی سیرت اور مناقب حسنہ تفصیلی طور پر بیان کئے گئے ہیں، حضرات بلخیؒ خلفاء مخدوم الملکؒ اور حضرت مخدوم الملک بہاریؒ کے اسوۂ محاسن پر کافی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ کے سیر و سیاحت اور دیگر ممالک کی قوموں اور مقتدر شخصیتوں سے آپ کے تعارف کا چلتا، پھرتا نقشہ آپ ہی کے ملفوظات سے تیار کیا گیا ہے اور مونس القلوب کے مشتمل مضامین میں فقہی و شرعی مسائل، رموز اعراف و اسرار، احادیث نبویؐ اور حدیثوں کی مختلف قسموں کے احوال، عالمانہ درک و استدراک پر

مباحث، صوفیانہ کوائف کا اظہار، بزرگوں اور صوفیوں کے احوال و مناقب، فارسی و عربی زبانوں میں تبحر علمی، ادبیات عالیہ سے گہری دلچسپی اور عربی و فارسی زبانوں میں علمی مہارت اور عربی و فارسی شعراء سے عام وابستگی و ادبی شغف اور دستگاہ کے بہت سارے ایسے مضامین ہیں جو مونس القلوب میں بیان ہونے سے نہیں اٹھا رکھے گئے ہیں۔

مونس القلوب کی فارسی زبان

مونس القلوب کی زبان اچھی فارسی زبان نہیں ہو سکی، پندرہویں اور سولہویں صدی عیسوی سے صوبہ بہار میں فارسی زبان و ادب میں ہندی زبان کے الفاظ اور ترکیبیں، ضرب المثل اور محاورے تیزی سے داخل ہونے لگے تھے۔ اس کی مثالیں اس عہد کی فارسی زبان کی کتابوں، روزنامچوں اور دستاویزوں میں ملتی ہیں۔ صوفیوں کے ملفوظات میں بھی ایسی مثالیں ملتی ہیں، اور مونس القلوب میں بھی ہندی الفاظ اور محاوروں کی مثالیں جا بجا ملتی ہیں۔ مثلاً:۔

(۱) "فرمود کہ شیخ جلال تبریزی طرف لکھنوتی در مقامے رسیدند کہ رائے آن مقام کافری بود......"[1]

(۲) بعدہٗ شخصی لنگوٹہ پوشیدہ بی ستر عورت نیست، توبہ بیامد و بشرف پابوس مشرف گشت حضرت خوند کار عظمہ اللہ بدیدن وی فی الحال روی مبارک بگردانید و چند گز جامہ در حال او را پوشانید آن شخص بپوشید بعدہٗ او را توبہ داد و فرمود نخواہم کہ بعد ازین این

---

[1] مونس القلوب (قلمی) مجلس چہل چہارم ص ۱۲۷ - مخزونہ شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ

مقدار دور کنی و باید کہ ہیچ وقت نماز بی ناغہ بگزاری"۔[۵]

"دائے"، "لنگوٹہ" اور "گز" یہ الفاظ خالص ہندی زبان کے ہیں جو مذکورہ بالا عبارتوں میں استعمال ہوئے ہیں ــــــ اسی طرح سے "دور" اور "بی ناغہ" لفظوں کا استعمال فارسی زبان میں ناروا نہیں ہے مگر ان کا استعمال اچھی طرح سے شستہ اور رواں فارسی املا میں نہیں ہوا ہے۔ اس لئے فارسی نثر کے یہ نمونے زبان و ادب میں اچھی عبارتوں کے نمونوں کے مقابلے میں نہیں رکھے جا سکتے۔ اس طرح کی مثالیں جا بجا مونس القلوب میں ملتی ہیں۔

دلیل العارفین اور فوائد الفواد کی فارسی زبان

دلیل العارفین کے خالق حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ تھے۔ یہ کتاب آپ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ خواجہ معین الدین اجمیریؒ فارسی زبان کے جید ادیب اور شاعر تھے۔ آپ کی وساطت کی زبان خالص فارسی زبان تھی، آپ کا عہد ادبیات فارسی کے ارتقاء کے عہد سے قریب تھا، اس لئے کوئی شک نہیں ہے کہ آپ کے ملفوظات و فرمودات کی زبان اچھی فارسی تھی جیسا کہ آپ کے ملفوظات کے حوالوں سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ خواجہ معین الدین اجمیریؒ کا شمار ایسے اصفیاء میں ہوتا ہے جو صوفی بھی تھے اور ادیب و شاعر بھی۔ اس لئے آپ کی فارسی کے نقروں کے در و بست کی صحت کے خلاف کلام کرنا ناروا ہے ــــــ آپ کے مرید و خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ تھے، آپ نے دلیل العارفین کے

---

[۵] : مونس القلوب (قلمی) مجلس شصت پنجم ص ۱۸۹ مملوکہ شاہ تقی حسن بلخی مرحوم

ملفوظات کو قلم بند کیا اور جمع فرمایا، آپ کی حیثیت ایک جید عالم سے کچھ کم نہیں تھی، حضرت خواجہ قطب الدین کی زبانی مروّجہ فارسی تھی، اور قریب قریب تمام اصفیائے ہند کی وساطت کی زبان فارسی تھی، اس لئے دلیل العارفین کی وساطت کی زبان قواعد اور صحت کے اعتبار سے کسی حیثیت سے کم نہیں ہوسکتی تھی، اس لئے کہ دلیل العارفین کے جامع نے حق شاگردی و ارادت اور فرائض تالیفی کو پوری تندہی اور پوری صحت سے انجام دیا ہے۔

فوائد الفواد کے خالق حضرت شیخ محمد نظام الدین اولیاؒ دہلوی تھے، اور اس کے جامع و مرتب حسن دہلوی تھے، حسن فارسی غزلگو شاعر تھے اور ایک اچھے شاعر تھے، امیر خسرو دہلوی آپ کے ہم عصر تھے، دونوں حضرت شیخ محمد نظام الدین اولیاؒ کے مرید تھے، اور آپ کی مجالس کے حاضر باش تھے اور حسن دہلوی امیر خسرو کی طرح مسلّم الثبوت فارسی شاعر تھے۔

تحریر و وساطت کی زبان فارسی تھی، فارسی نوشت کے اسلوب سے واقف تھے، اور آپ کا عہد فارسی زبان کی ارتقا کا سنہرا عہد تھا جس عہد میں فارسی شاعری کی مسند پر، ایران میں شیخ سعدی ایک ممتاز مقام پر فائز تھے۔ اسی عہد میں "طوطی شکر مقالی" امیر خسرو کی طوطی ہندوستان میں بولتی تھی، اور حسن دہلوی خسرو کے رفیق اور دوست تھے۔ خسرو کی مصاحبت میں حسن کو بھی حضرت نظام الدین اولیاء کے در اقدس میں جبہ سائی نصیب ہوئی۔ اس لئے آپ کی فارسی زبان کے طرز نگارش میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے اور فوائد الفواد کی فارسی املاء میں کسی نقص کا احتمال نہیں ہے! اور یہ ساری دلیلیں فواد الفواد

کی مختلف جلدوں میں برابر ملتی ہیں۔

مونس القلوب (قلمی) کے خالق حضرت احمد لنگر دیاؒ ہیں اور اس کتاب کے جامع و مرتب قاضی ابن خطاب منیریؒ ہیں۔ یہ آپ کے مرید اور حاضر باش تھے۔ قاضی ابن خطاب منیریؒ مونس القلوب کی فرمودات کو اپنی فارسی زبان میں قلم بند کرتے ہیں، زبان، قواعد اور اس کے دروبست کی طرف توجہ نہیں کرتے، صرف اظہار حقیقت پر اپنا زور قلم صرف کرتے ہیں ——— اس لئے مونس القلوب کا نثر دلیل العارفین اور فوائد الفواد کے اس جیسا نثر نہیں ہو سکا ہے ——! یہ وہی عہد ہے جس میں فارسی ادیبوں اور شاعروں کی تعداد خال خال بہار میں نظر آتی تھی، یہ عہد ہندوستان میں فارسی زبان و ادب کے زوال کا عہد مانا جاتا ہے، اس لئے مونس القلوب کی زبان ہندوستان کی رو بہ زوال فارسی زبان کی غمازی کرتی ہے۔

"فوائد الفواد" میں ملفوظات کے چند نمونے یہ ہیں:-

"آدینہ پنجم شوال سنہ المذکور بعد از نماز دولت پابوس حاصل شد، سخن در ترک و تجرید و در آثار آن فرمود کہ درویشی بود در غایت فقر و مسکنت شکم او از غایت گرسنگی با پشت چفسیدہ در راہی می رفت خواجہ محمد نیوہ کہ یار ماست یکہ انگہ پیش او نہاد او جواب داد کہ من امروز نہار سیر خوردہ ام از جانب قوت استغنا تمام کردہ ام مرا امروز بہیچ دانگہ حاجت نیست۔[1]

پنجشنبہ دہم ماہ ذی القعدہ سنہ المذکور دولت پابوس حاصل شد فرمود کہ چگونہ است کہ امروز اہل یعنی نوبت آدینہ مقرر بود بندہ

---

[1]: فوائد الفواد (مطبوعہ) ص، جلد اول۔ خدا بخش خاں لائبریری، پٹنہ۔

عرض داشت کرد این سعادت امروز مساعدت نمود ہر وقت کہ دولت
روی نماید سعادت پابوس حاصل شد فرمود کہ نیکو کردی ہر چہ از غیب
آید نیکو آید۔"[1]

"سخن در فضیلت لیلۃ الرغائب افتادہ بود فرمود کہ رغایب
جمع رغیبہ است یعنی چیزہا بسیار است درین شب بر لفظ مبارک
راند کہ نمازی در لیلۃ الرغائب آمدہ است ہر کہ آنرا بگزارد او در آن
سال نمیرد بعد ازان فرمود کہ یکی بود پیوستہ این نماز بگزاردی آن سال
کہ فوت او بود چون سال تمام شد آن شب نماز لیلۃ الرغائب او را میسر
نبود روز آن [illegible] یعنی آن سال تمام تربیت۔"[2]

مونس القلوب:۔

"مجلس چہاردہم: سعادت پای بوس حاصل شد، حضرت
خوندکار عظمہ اللہ فرمود لیلۃ الرغائب نزدیک رسید باز فرمود کہ در
عرب نمازہای مواسم نمی گزارند، در اینجا من در عدن بودم چون شب
برات شد پیش شیخ ابراہیم کہ مقتدای آن مقام بودند رفتم و گفتم
امشب صد رکعت نماز است ایشان گفتند از کجاست یاری مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نگفتہ است و نگزاردہ است۔"[3]

مذکورہ مجلسوں میں یکساں طور پر "لیلۃ الرغائب" کی فضیلت

---

[1]: فوائد الفواد (مطبوعہ) ص ۱۱ (جلد اول) - خدا بخش خاں لائبریری، پٹنہ

[2]: " " " ص ۲۳ " "

[3]: مونس القلوب (قلمی) ص ۵۵ ۔۔۔ مملوکہ شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ

بیان کی گئی ہے، فوائد الفواد میں اس ضمن میں "رغائب" کی لغوی تعریف ملتی ہے اور لکھا ہوا ہے کہ "رغیب" واحد ہے اور "رغائب" اس کی جمع آتی ہے۔ حضرت شیخ محمد نظام الدین "محبوب الٰہی" "لیلۃ الرغائب" کی نماز کی فضیلت تسلیم فرماتے ہیں، آپ کے خیال میں جو شخص "لیلۃ الرغائب" کی شب میں نماز ادا کرتا ہے وہ اس سال نہیں مرتا ہے۔ مونس القلوب میں بھی "لیلۃ الرغائب" کی فضیلت میں بیان آیا ہے۔ مونس القلوب کا بیان ہے کہ ممالک عرب میں مختلف موسموں کی نمازیں نہیں ادا کرتے تھے۔ آپ نے اس مجلس میں بیان فرمایا ہے کہ ممالک عرب کی سیاحت کے زمانے میں آپ ملک عدن تشریف لے گئے تھے، اس جگہ آپ نے شیخ ابراہیم عدنی سے ملاقات فرمائی۔ شیخ ابراہیم عدنی ملک عدن کے مقتدا تھے، اور یہ "لیلۃ الرغائب" کی شب تھی، آپ نے شیخ ابراہیم عدنی سے دریافت فرمائی کہ "لیلۃ الرغائب" کی شب میں سو رکعتیں نمازیں پڑھی جاتی ہیں؟ عدن کے مقتدا نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا اور جواب دیا کہ اس بارے میں حدیث نبوی سے فعل و قول کی تصدیق نہیں ہوتی ہے۔ مونس القلوب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ "لیلۃ الرغائب" کی شب میں سو رکعتیں نماز ادا فرماتے تھے۔ فوائد الفواد سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ محمد نظام الدین دہلوی لیلۃ الرغائب کی فضیلت کے قائل تھے۔ اور اس شب میں نمازیں ادا فرماتے تھے۔ لیلۃ الرغائب کی فضیلت بیان کرنے کے اعتبار سے فوائد الفواد اور مونس القلوب (قلمی) متفق ہیں۔

فوائد الفواد:-

بعد از آں سخن در اولیاء و ابدال و اوتاد افتاد بندہ عرض داشت

کردی گویند کہ عالم قائم است بہ برکت قطب اوتاد کہ چہار تن اند و ابدال کہ چہل تن اند و اولیاء کہ چہار صد تن اند در میان خلق ہمچنیں است کہ چون قطب بمیرد یکی از اوتاد بجای او نشیند و یکی از ابدال بجای اوتاد و یکی از چہار صد تن کہ اولیاء اند بجای ابدال و یکی از عامۂ خلق بجای اولیاء آں حکم ہمچنیں نیست ..... الخ [1]

"بعد ازاں فرمود در حدیثی نظر افتادہ است کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ السلام فرمودہ است در امت من دہ کس یکجا جمع نشوند مگر آنکہ میان ایشان ولی باشد۔ بعد ازاں فرمود عظمۃ اللہ نقل است کہ جملہ ایشاں چہار اند کہ مستور اند و ہر یکدیگر را نشناسند و حال خود را ندانند و درین باب احادیث وارد شدہ و مفتی صد اند کہ ہر ایشان را ولی می خوانند و چہل دیگر اند کہ ایشاں ابدال می گویند و ہفت دیگر اند کہ ہر ایشان اوتادی نامند و پنج دیگراں نقبا و سہ دیگر را نجبا و یکی را غوث و قطب می خوانند و اینہ ہمہ یکدیگر را بشناسند و در کارہا بیکدیگر محتاج اند۔" [2]

فوائد الفواد اور مونس القلوب اتفاق کرتے ہیں کہ روئے زمین پر قطب، اوتاد اور ابدال (اولیاء) کی جماعت موجود ہے۔ جب ان میں سے کسی ایک ولی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس جگہ پر دوسرا ولی فائز المقام کیا جاتا ہے اور یہ سلسلہ قیامت کے دن تک باقی رکھا جائے گا۔

اور ان دونوں ملفوظات میں مضمون یکساں بیان کرنے کی بناء پر مطابقت

---

[1] فوائد الفواد (مطبوعہ) ص ۲۵۴ ۔ خدابخش خان لائبریری، پٹنہ

[2] مونس القلوب (قلمی) مجلس ہشتاد و ہفتم ۔۔۔ ص ۲۶۴

پائی جاتی ہے۔

مونس القلوب میں حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ حضرت سیف الدین باخرزیؒ اور حضرت شمس تبریزیؒ کا ذکر پایا جاتا ہے۔

"حضرت خداوندگار عظمۃ اللہ این حکایت فرمود کہ حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰؒ و خواجہ سیف الدین باخرزی قدس اللہ سرہما العزیز در خوارزم متوطن بودند روزی در جماعت خانہ نشستہ بودند و پیش ایشان بزرگان و معتقدان بسیار ایستادہ بودند حضرت خواجہ آغاز کردند در روم جوانی خواستہ است یعنی مولانا جلال الدین رومؒ و او محتاج تنبیہ است کسی ہست کہ او را تنبیہ کند تا او را ترقی شود چندیں بزرگان و کاملان ایستادہ بودند ہیچ کس چیزی نگفت و حضرت خواجہ ہم بسوی کسی توجہ نکرد مگر بسوئے شیخ شمس الدین تبریزی کہ در آن ایام بچہ بود قریب بہ بلاغت و در گوشہ مجلس ژندہ پوشیدہ حاضر بود حضرت خواجہ فرمودند مولانا شمس الدین تو در روم برو مولانا جلال الدین را تنبیہ کن و بیا، مولانا شمس الدین ہماں زمان بر حکم فرمان حضرت خواجہ در روم روان شد۔[1]

فوائد الفواد:-

"بعد ازاں حکایت شیخ سیف الدین باخرزیؒ فرمود رحمۃ اللہ علیہ کہ در اول حال در آن چہ او جوان بود دست بر تیغ و اہل فقراء عظیم دشمنی داشتی تذکیر بگفتی و در تذکیر این طائفہ را بسیار بد گفتی تا این خبر بخدمت شیخ نجم الدین کبریٰ رسانیدند قدس اللہ سرہ العزیز شیخ نجم الدین فرمود کہ مرا

---

[1]: مونس القلوب (قلمی) مجلس ہشتم ۔۔۔ ص ۲۹۷

در تذکیر او بمرید خدمت گاران کہ حاضر بودند گفتند مصلحت نیست کہ در تذکیر آوردی او درویشان و مشائخ را بسیار بدی گوید بیاید کہ در حضور شیخ سفاہتی کند ہر چند الدین بابت بیشتر گفتند شیخ نجم الدین کبریؒ گفتہ مرادہ تذکیر او بمرید ضرورت چون بسیار جہد کرد او را در تذکیر شیخ سیف الدین باخرزیؒ آوردند شیخ نجم الدین کبریؒ در مجلس در آمد و بنشست شیخ سیف الدین چون شیخ نجم الدین را بدید از اں بدہا کہ می گفت بیشتر گفتن گرفت ہر چند ناگفتنی ہا می گفت شیخ نجم الدین سری جنبانید و آہستہ می گفت۔ سبحان اللہ چہ قابلیت دارد الخ [۱]۔

مونس القلوب میں حضرت شیخ نجم الدین کبریؒ اور حضرت شیخ سیف الدین باخرزیؒ اور حضرت شمس تبریزیؒ کے احوال بیان کئے گئے ہیں اور یہ خبر ملتی ہے کہ شمس تبریزیؒ حضرت شیخ نجم الدین کبریؒ اور شیخ سیف الدین باخرزیؒ کے ہمعصر و ہم جلیس تھے۔ مولانا جلال الدین رومی کی تنبیہ کے لئے حضرت شیخ نجم الدین کبریؒ نے آپ کو روم بھیجا تھا۔

فوائد الفواد کی مذکورہ مجلس میں حضرت شیخ نجم الدین کبریؒ اور شیخ سیف الدین باخرزیؒ کے احوال ملتے ہیں اور یہ خبر ملتی ہے کہ سیف الدین باخرزیؒ حضرت شیخ نجم الدین کبریؒ کے مرید ہوئے۔

---

[۱] فوائد الفواد (مطبوعہ) ص ۵۶ — ۲۵۵ — خدا بخش خان لائبریری، پٹنہ

حالاتِ زندگانی حضرت خواجہ شیخ محمد نظام الدین اولیاء دہلویؒ

اسم — محمد — القاب "محبوبِ الٰہی"، "سلطان المشائخ"، "سلطان الاولیاء"، "سلطان السلاطین" اور "نظام الدین اولیا" — آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام حسین علیہ السلام کے واسطے سے حضرت علی مرتضیٰ رضؓ ابن ابی طالبؓ تک منتہی ہوتا ہے۔

آپ کے آباؤ اجداد بخارا سے لاہور تشریف لائے، وہاں سے بدایوں تشریف لائے اور اقامت پذیر ہوئے۔ شہر بدایوں میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی ولادت ۶۳۶ھ (چھ سو چھتیس ہجری) میں ہوئی جب آپ پانچ برس کے ہوئے تو والد ماجد نے قضا کیا، اس کے بعد آپ کی والدہ معظمہ نے تعلیم و تربیت فرمائی۔ والدہ ماجدہ کی سرپرستی میں آپ نے مزید تعلیم دہلی میں حاصل فرمائی۔ آپ کے اساتذہ میں یہ بزرگ تھے۔

مولانا شمس الدین دامغانی، مولانا شمس الدین اور مولانا کمال الدین ابوشکور سالمی۔ حصولِ علم کے بعد روحانیت کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی خدمت میں اجودھن تشریف لے گئے، حضرت باباؒ سے مرید ہوئے اور آپ کی خدمت میں ایک عرصے تک مقیم رہے، اور روحانی تربیت حاصل فرمائی۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی خدمت سے استفادۂ علم و روحانی کرنے کے بعد آپ دہلی تشریف لائے اور دہلی میں مستقل توطن اختیار فرمایا۔ عوام میں جلد محبوب ہوئے اور آپ کی شہرت سارے ملک میں پھیل گئی۔ سلاطین وقت آپ کے قدر داں تھے

اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ دہلی کو آپ نے رشد و ہدایت کا مرکز بنایا۔[۱]

آپ کے مرید امیر خسرو دہلوی تھے۔ آپ کی مدح میں خسرو ہندی مصرع موزوں کرتے ہیں۔ ع

دلی تیری خاک پا خسرو بل بل جائے

آپ کی ابتدائی زندگی دہلی میں بڑی عسرت اور تنگی میں بسر ہوئی، لیکن ایک درویش کی دعاء کی برکت سے عسرت و تنگی جاتی رہی، اس کے بعد آپ کے قدموں میں مال و دولت کا انبار لگ گیا[۲] ـــ آپ کے وصال کے بعد امیر خسرو دہلی میں موجود نہیں تھے۔ سلطان محمد تغلق کے ساتھ بنگال کی مہم پر تشریف لے گئے تھے۔ دفعتاً امیر خسرو کی طبیعت میں تشویش پیدا ہوئی، بادشاہ سے رخصت مانگی اور دہلی واپس آئے، اس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت محبوب الٰہی دہلوی کا وصال ہو گیا۔ حضرت محبوب الٰہی دہلوی کا وصال مبارک ۷۲۵ھ (سات سو پچیس ہجری) میں دہلی میں ہوا اور دہلی میں آپ کی تجہیز و تکفین ہوئی ـــ آپ کی قبر دہلی میں ہے اور اس وقت تک مرجع خلائق ہے۔[۳]

آپ کی تصانیف:-

چار ملفوظات آپ کی کتابیں ہیں (۱) فوائد الفواد (۲) فضل الفواد (۳) راحت المحبین اور (۴) سیر الاولیا۔

---

[۱]: سیر الاولیا، سیر العارفین۔ خزینۃ الاصفیا جلد اول ص ۳۲۹

[۲]: سیر الاولیا ص ۱۱۱، سیر العارفین ص ۱۲۵۔ خدا بخش خاں لائبریری، پٹنہ

[۳]: سیر العارفین ص ۱۲۳ ـــ خدا بخش خاں لائبریری، پٹنہ

آپ کے خلفاء:۔

آپ کے خلفاء کی طویل فہرست ہے، جن میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔۔۔۔۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی، حضرت امیر خسرو دہلوی، قطب الدین منورؒ (ہانسی)، شیخ حسام الدین ملتانی (پاک پٹن)، شیخ برہان الدین غریب (دیوگری) شیخ حسام الدین سوختہ (سانبھر)، شیخ اخی سراج الدین (مالدہ)، خواجہ شمس الدین دہاری (ظفرآباد)، حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندر پانی پتیؒ اور شیخ منتخب الدین (خلدآباد)

حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیریؒ (متوفی ۷۸۲ھ) کے مندرجہ ذیل ملفوظات پائے جاتے ہیں:۔

(۱) معدن المعانی (۲) مخ المعانی (۳) مغز المعانی (۴) بحر المعانی (۵) خوان پُرنعمت (۶) راحت القلوب (۷) مونس المریدین (۸) ملفوظ الصفر (۹) گنج لایفنیٰ

مخ المعانی:۔

اس کے جامع زین بدر عربی ہیں:۔

"مخ المعانی آنکہ از ملفوظات پاک حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الحق والحقیقتہ والدین (شرف الدین) احمد بن یحیٰی منیری قدس اللہ سرہ العزیز ...... کدام مخ المعانی کہ جامع وی ...... حضرت مخدوم زین بدر عربی کہ مرید و خادم خاص مخدوم جہاں است ...... مرقد مبارکش بجوار مرقد منورہ حضرت مخدوم جہاں است" [1]

---

[1]: مخ المعانی (مطبوعہ) مفید عام پریس، آگرہ ۱۳۲۱ھ ص ۲۔ مقدمہ۔ خدا بخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ۔

مخ المعانی حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ جس کو آپ کے مرید اور خادم خاص حضرت شیخ زین بدر عربی نے جمع کیا۔ زین بدر عربی قدس سرہٗ کی قبر شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کے مقبرہ کے جوار میں بہار شریف (پٹنہ) میں ہے۔

مخ المعانی میں باون مجلسیں جمع ہیں، مجلسوں میں مختلف عنوانات پر مباحث مندرج ہیں:۔

(۱) حدیث نبوی کی تشریح (۲) وجہ تسمیہ شہور و ایام (۳) لیلۃ الرغائب کی تفصیل (۴) غیر خدا سے سوال کرنے کی ممانعت (۵) کھانے کے قبل ہاتھ دھونے کا بیان (۶) کنت لہ سمعاً بصراً کی تشریح (۷) ایمان کی حقیقت کا بیان (۸) حدوث و قدم قرآن اور معتزلہ و اہل سنت کے درمیان اختلاف پر بحث (۹) رویت باری تعالیٰ کا بیان (۱۰) معراج اور اس کی حقیقت پر اختلاف بحث (۱۱) روح کی قدامت و حدوث کا بیان، (۱۲) حدیث:۔ "کل مولود یولد علی الفطرۃ" کی تشریح (۱۳) قرأت سبعہ کی بحث، (۱۴) لباس شرع زیب تن کرنے سے کراہیت پر بحث (۱۵) تجدید بیعت کی بحث (۱۶) اٹھ اٹھا کر سلام کرنے کی بحث (۱۷) رویت اکرم حضور رسول صلعم خواب میں اور اس بارے میں بحث (۱۸) غسل دادن زن مردہ را و مرد زن را" پر بحث (۱۹) مسئلہ علم غیب کی بحث (۲۰) شب عاشورہ میں نماز پڑھنے کی تشریح و ترکیب۔

مخ المعانی کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے۔

" حمد بی حد و سپاس بے قیاس مر حضرت مقدس خداوند را کہ کلمات و اشارات واصلان درگاہ عزت خود را سبب شفای بیماری دلہا گردانید و علو درجات و منازل ایشان تا بجای رسانید کہ فلک بہ فلک پیرامون

ادراک و حوالی اطلاع آن گونہ تواند یافت ..... اینا مجموعہ کہ مخ المعانی است توفیق و زادی در سیر سلوک حاصل گردد و نشستگان مسند مشاہدہ را مزدی فزونی دریافت مراد ظاہر شود و بیچارگانیکہ در ظلمت تفرقہ اند نعمت جمعیتی روی و ہاد ربانی والیہ الایجاد۔[۱]

مونس القلوب کی ابتداء یہ ہے:

"حمد بی حد و ثنای بیر جمیلی را کہ شیفتہ گردانید دل ہای محبانِ را بتجلیات ملک و ملکوت و شکر بی قیاس و ستائش بعدد انفاس .... سنگ آستانہ بندگان سری قاضی سید بن خطاب بہاری ..... چون این سگِ گرگین ...... در مجلس شریف ...... پیر بزرگوار حضرت احمد بن حسن بن شیخ حسین ...... حاضر می شد و اسرار توحید و معرفت و بیان علم طریقت و حقیقت و معانی آیات و اخبار و شرح آثار صحابہ کبار و حکایا پیغامبران و درویشان و درجات و مقامات الیشان می شنید ...... و در قید کتابت می آورد و بر امید آنکہ شاید اہل سعادتی را ازین سطور فائدہ روی نماید و یا ذوقی پدید آید و ازان وقتش خوش شود و طلبی دین گردد این گناہگار را بدو بخشند۔"[۲]

مذکورہ عبارتوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دونوں کتابوں کی وجہ تصنیف کی غرض و غایت ایک ہے، اور ان کتابوں کی مرکزی حیثیت صوفیانہ مباحث کی ہے۔

مخ المعانی میں "لیلۃ الرغائب" کی فضیلت پر بحث ملتی ہے،

---

[۱]: مخ المعانی (مطبوعہ) ص ۲ - مقدمہ - خدا بخش خاں لائبریری، پٹنہ

[۲]: مونس القلوب (قلمی) ص ۱ - مقدمہ - مملوکہ شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ

جس طرح مونس القلوب میں ملتا ہے۔

مخ المعانی :-

"ذکری در لیلۃ الرغائب افتادہ بود کہ از کجا این شب را لیلۃ الرغائب می گویند، بندگی مخدوم عظمۃ اللہ فرمود کہ رغائب جمع رغیبہ است "والرغیبۃ ھو الخیر الکثیر" درین شب خیر کثیر است از ان جہت لیلۃ الرغائب می گویند" [1]

"حضرت خوند کار عظمۃ اللہ فرمود لیلۃ الرغائب نزدیک رسید باز فرمود کہ در عرب نماز ہای مواسم نمی گزارند، در اینجا من در عدن بودم چون شب برأت شد شیخ ابراہیم کہ مقتدای آن مقام بودند رفتم و گفتم امشب صد رکعت نماز است ایشان گفتند از کجا است یاری مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نگفتہ است و نگزاردہ است" [2]

مخ المعانی کے مذکورہ مثال سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ وبہاری "لیلۃ الرغائب" کی فضیلت سے بخوبی واقف تھے اور آپ نے "لیلۃ الرغائب" کی لغوی تعریف و تشریح بھی پیش نظر فرمائی ہے۔ حضرت مخدوم شیخ احمد لنگر دریاؒ جو آپ کے چوتھے بلخی خلیفہ، اور سجادہ نشین تھے، آپ بھی لیلۃ الرغائب کی شب کو اکتساب فیض و سعادت کا ذریعہ قرار دیتے ہیں جس طرح حضرت مخدوم الملک حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ اس شب کو خیر و برکت کے حصول کا

---

[1] مخ المعانی (مطبوعہ) ص ۲ ـــ خدا بخش خان لائبریری پٹنہ

[2] مونس القلوب (ص) ۵۵ - ۵۴ مجلس چہاردہم ـــ مملوکہ شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ

ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ اس لئے یہ دونوں مذکورہ ملفوظات عام مسلمانوں کو یہ تلقین کرتے ہیں کہ اس قسم کی خیر و برکت والی رات کو ضائع نہیں کرنا چاہئے جیسی لیلۃ الرغائب کی رات ہے۔

اس طرح سے دونوں مذکورہ ملفوظات ایک مضمون کو بیان کرنے میں اتفاق کرتے ہیں، فرق صرف اظہار بیان کا ہے۔ مخ المعانی کی نگارش اور املا سے عالمانہ شان کا اظہار ہوتا ہے اور صحت زبان و قواعد کا پتا چلتا ہے۔ مونس القلوب میں عالمانہ شان کی نمائش ہے مگر اس کی فارسی املا، لفظوں اور ترکیبوں کے صحیح دروبست کے لحاظ سے مخ المعانی کے برابر نہیں ہے۔ دونوں ملفوظات کے درمیان سو برسوں کا بُعد ہے حضرت شیخ شرف الدین احمد بہاریؒ آٹھویں صدی ہجری بہار کے صوفی اور شیخ تھے، آپ کا عہد وہی ہے جو امیر خسرو اور حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا عہد ہے اور یہ عہد فارسی زبان کی جملہ ترقیات کا عہد ہے۔ دوسری طرف مونس القلوب کی تالیف جس عہد میں ہوئی وہ فارسی زبان کی ترقی کا عہد نہیں کہا جا سکتا ہے بلکہ زوال کا عہد کہا جا سکتا ہے۔ اس عہد سے ہندی زبان کے الفاظ شیر و شکر ہو کر ہندوستانی فارسی زبان میں متصل ہو رہے تھے، اور حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ فارسی زبان کے رو بزوال عہد میں ہوئے جو نویں صدی ہجری بہاری دبستانِ فارسی کا عہد تسلیم کیا گیا ہے۔

لیلۃ الرغائب کی تفصیل و تعریف بیان کرنے میں مخ المعانی اور فوائد الفواد، مونس القلوب سے مطابقت رکھتے ہیں۔

مخ المعانی میں حضرت شیخ شرف الدین احمدؒ فرماتے ہیں:—

والترغیبۃ هو الخیر الکثیر — رغیب کی رات ایسی ہے

جس میں کثرت سے نیکیاں حاصل ہوتی رہیں۔[1]

فوائد الفواد میں حضرت خواجہ شیخ محمد نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں:۔ لیلۃ الرغائب میں نمازیں پڑھی جاتی ہیں اور جو شخص لیلۃ الرغائب کی شب میں نماز پڑھتا ہے وہ اس سال نہیں مرتا ہے۔[2]

مونس القلوب میں حضرت احمد لنگر دریاؒ فرماتے ہیں: لیلۃ الرغائب میں سو رکعتیں نماز کی ہیں، آپ نے عدن کے قیام میں، شیخ ابراہیم عدنی سے اس بارے میں مزید آگاہی دریافت فرمائی، تو آپ کو معلوم ہوا کہ شیخ ابراہیم عدنی اس کی فضیلت سے آگاہ نہیں تھے، اور ممالکِ عرب میں نوافل نمازوں کو مختلف موسموں میں نہیں ادا کرتے تھے۔[3]

۲۔ خوانِ پُر نعمت

اس ملفوظات کے مرتب اور جامع حضرت شیخ زین بدر عربی ہیں۔ یہ معدن المعانی (ملفوظات حضرت شیخ شرف الدین احمد) کا حصہ دوم ہے معدن المعانی کے مقابلے میں اس کے مباحث کا دائرہ محدود ہے۔ اس میں زیادہ تر تصوف کے رموز و نکات بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں اسرار و معارف کے مضامین ہیں، اور فقہی و شرعی مسائل بھی بیان کئے گئے ہیں۔[4]

۱: مخ المعانی (مطبوعہ) ص ۲ ــــ خدا بخش خاں لائبریری، پٹنہ

۲: فوائد الفواد (مطبوعہ) ص ۲۳ ــ " " "

۳: مونس القلوب (قلمی) ص ۵۵ ــ ۵۴ مجلس چہارم ــ مملوکہ شاہ تقی حسن، بلخی، پٹنہ

۴: خوانِ پُر نعمت (مطبوعہ) ــــ خدا بخش خاں لائبریری، پٹنہ

خوانِ پُر نعمت :-

"سعادت زمین بوس حاصل شد شیخ احمد عرضداشت کہ این زبان کہ تن کار می کند بہ فرمائش روح می کند اما آن زبان کہ تن آدمی میرد، روح میر یا بر حال خود ماند بندگی مخدوم عظمۃ اللہ فرمود کہ اگر جان روح بر حالِ خود است چنانچہ بودی ماند۔"[۱]

مونس القلوب :-

سعادت و دولت پابوس در مقبرہ خدمت امیر سید سلیمان مرحوم حاصل گشت بندگی شیخ محمد سلیمان سلمہ اللہ تعالیٰ پرسیدند کہ قالب مردہ را ازین کہ کسی می آید می رود و گفت و شنید می کند چیزی خاص ہست یا نہ؟ حضرت خوندکار عظمۃ اللہ فرمود کہ روح را با قالب چنان احاطت است کہ اگر بالای قبر مردہ مورچہ گزرد در حالی بداند و از وی پوشیدہ نماند۔"[۲]

"خوان پر نعمت" میں روح و قالب پر عام بحث ملتی ہے اس بحث میں استدلال کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ اس لیے یہ بحث علمی وقعت حاصل کرتی ہے۔ مونس القلوب میں بھی روح اور قالب مردہ پر عام بحث ملتی ہے مگر اس کی نوعیت مذہبی ہے اور عقیدت کے کلمات اس بحث کی کفایت کرتے ہیں اور خوان پر نعمت کی طرح سے اس سے منطقیانہ استدلال کا پتا نہیں چلتا ہے۔ مذکورہ اقتباسوں کو سامنے رکھیں۔ آدمی جب مر جاتا ہے تو اس کی روح نہیں مرتی ہے اور روح اپنی فطرت پر باقی رہتی ہے ——— حضرت مخدوم شیخ شرف الدین

---

۱ : خوانِ پر نعمت (مطبوعہ) ص ۲۵ - مجلس سیزدہم - خدا بخش خان لائبریری، پٹنہ
۲ : مونس القلوب (قلمی) ص ۲۲ - مجلس سوم - مملوکہ شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ

احمدؒ فرماتے ہیں کہ روح اپنی فطرت پر باقی رہتی ہے اور اس کی ابدی حیثیت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ فرماتے ہیں کہ آدمی مرتا ہے تو اس کا جسم فنا ہو جاتا ہے اور قبر میں اس کی ساخت کا نشان باقی نہیں رہتا۔ مگر روح باقی رہتی ہے۔ اور اس کی کارگزاری میں فرق نہیں ہوتا۔ روح کی ذکی الحسی کا یہ عالم قبر میں ہوتا ہے کہ اگر اس پر سے ایک چیونٹی گزرتی ہے تو روح اس کی حرکت کو سنتی ہے اور باخبر ہوتی ہے۔ دونوں ملفوظات کی مرکزی بحث ایک ہے۔ کیونکہ دونوں سے روح کی ابدی زندگی کا علم حاصل ہوتا ہے، ایک سے عقیدت کا اظہار ہوتا ہے تو دوسرے سے منطقیانہ استدلال حاصل ہوتا ہے۔

حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ روح اور قالب کے درمیان وساطت کا آلہ دریافت فرماتے ہیں۔

"فرمود کہ قبل الموت تعلق روح با قالب ہمچون تعلق صانع است با آلتہ پس صانع را بہ آلتہ تعلق بیش نیست۔ این چنین نیست کہ اگر آلتہ نمی باشد فوت صانع می آید ہمچناں در روح کہ روح را در بقای خود با جسم کاری نیست ہمیں بیش نیست کہ روح را بواسطہ این قالب این کارہا می کند بہ آلتہ زبان سخن می گوید و بہ آلتہ پای می رود بہ آلت چشم می بیند"۔۔۔ [1]

مونس القلوب:۔

(۱) بعد ازاں فرمود قاضی عین القضات خود عجب می گوید کہ روح در صفت دارد حرکت و سکون چون متحرک است "حیاۃ" نامند و

---

[1] خوان پر نعمت (مطبوعہ) مجلس سیزدہم ص ۳۶ - خدا بخش خاں لائبریری، پٹنہ

چون ساکن است موت می خوانند و این بیت بر زبان دُربار و گوہر نثار املا
فرمود ؎

مرگ حیات است و حیات است مرگ
عکس نما در نظری کافری

فرمود چون "مستعد" است نیامده ام و چون "الیہ یعود" است
نخواہم رفت"۔ [1]

(۲) "زیرا چہ در دنیا روح محبوس بقالب است فی الحال بذات خود
در مشرق و مغرب رسیدن نمی تواند اما چون از قالب جدا شود مجرد
گردد و در یکی زدن بمشرق و مغرب شدن تواند و بطرفۃ العین تواند کہ
کار جہانی بسازد شما را ہر حاجتی کہ باشد بمن توجہ کنید و بحضرت مخدوم
جہاں عرضہ دارید ہم شما بکفایت خواہد شد ان شاء اللہ تعالیٰ"۔ [2]

حضرت شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ فرماتے ہیں کہ "قبل الموت"
روح کا تعلق قالب کے ساتھ ویسا ہی ہے جیسا ایک کاریگر کا تعلق اس
کے آلے کے ساتھ ہوتا ہے، مگر کاریگر کا تعلق اپنے آلے کے ساتھ زیادہ
نہیں ہوتا ہے۔ اور ایسا نہیں ہوتا ہے کہ اگر آلہ موجود نہیں ہو تو اس کا وجود
ہی ختم ہو جائے ــــــ ویسا ہی حیثیت روح کی ہوتی ہے کہ روح کی
بقا کے لئے جسم کی ضرورت نہیں ہے، جسم کا مصرف روح کے لئے اسی لئے
ہے کہ روح اپنے قالب کے جوارح سے بہت سے کاموں کو انجام دلواتی ہے
مثلاً، زبان کے آلے کے ذریعے روح گفتگو کرتی ہے، پاؤں کے آلے کی

۱۔ مونس القلوب (قلمی) مجلس سیزدہم ص ۲۸ ۔ مملوکہ شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ
۲۔ " " " ۲۸۴ " " "

مدد سے روح چلتی ہے اور آنکھ کے حوالے سے روح دیکھتی ہے ـــــــ آپ کی یہ بحث خالص علمی اور منطقی بحث میں داخل کی جائے گی۔

اقتباس اول میں حضرت احمد لنگر دریا بلخی رح عین القضاۃ کے قول کا اعادہ فرماتے ہیں کہ آپ نے روح کی دو صفتوں کا معائنہ فرمایا۔ حرکت اور سکون۔ حرکت کے عالم میں حیات کے زمانے سے روح عبارت کی جائے گی اور سکون کے عالم میں موت کے زمانے سے روح عبارت کی جائے گی۔

اقتباس اوّل کے بارے میں یہاں کوئی رائے دینی مشکل ہے! اس لئے کہ حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رح کسی حال میں روح کو غائب یا مُردہ نہیں ملتے، آپ فرماتے ہیں کہ روح کبھی نہیں مرے گی، کیونکہ اس کی حیثیت ازلی و ابدی ہے اور روح کو اپنی بقا کے لئے اپنے مددگار مختلف آلوں کی بھی ہمیشہ ضرورت نہیں ہے۔[۵]

دوسرا قابلِ غور امر یہ ہے کہ حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد روح کی بقاء پر بحث فرماتے ہوئے "روح کافر" اور "روح مسلم" کی تخصیص نہیں فرماتے ـــــــ اس مقام پر اعتراف ہوتا ہے، اور میں نے جیسا کہ کہا بھی ہے کہ حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رح کی "روح و قالب" کی بحث خالص علمی اور منطقی بحث میں داخل کی جائے گی اور آپ کی بحث علمی اور منطقیانہ دونوں ہے۔! عصر حاضر کے فلاسفہ اس بحث سے پورا پورا استفادہ کریں گے۔!

اقتباس دوم (مونس القلوب) میں حضرت احمد لنگر دریا رح بلخی روح کی بقاء پر بحث فرماتے ہوئے صرف مسلم صوفیوں اور فقیروں کی روحوں

۵: خوانِ پر نعمت (مطبوعہ) مجلس ۱۳ سیزدہم ص ۳۶ ۔ خدا بخش لائبریری، پٹنہ

کی بقا کی تخصیص فرماتے ہیں اور اس پہلو کو زیادہ روشن متصور فرماتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ مسلم اصفیاء کی روحیں باقی ہیں اور خیر و برکت کے افعال کی محرک بھی رہیں۔! آپ کے نزدیک ولی کی روح موت کے بعد اپنے مریدوں اور خلیفوں کی ہمیشہ مدد کرتی ہے ـــــ آپ کی بحث مذہبی گوشوں کو مطمئن کرتی ہے اور اس قسم کی بحث بھی ایک جگہ رکھتی ہے۔! اس بحث سے مذہب اسلام کے صوفیوں کو فائدہ پہونچ سکتا ہے اور عمل صالح کی ترغیب شدت اختیار کرتی ہے۔! اور یہ تجرباتی عمل ہے، کیونکہ عمل کرنے کے بعد ہی اس سے کچھ فائدہ ہو سکتا ہے ـــــ حضرت مخدوم احمد لنگر دریا رح بلخی نے اس تجرباتی دین کو اپنے عمل و فعل کی مطابقت سے آزما لیا تھا، اور آپ نے فرمایا کہ روح کی تسخیر کے بارے میں ایسا علم آپ کو اپنے دادا حضور، اور پیر و مرشد حضرت شیخ حسین "نوشۂ توحید" بلخی رح سے حاصل ہوا[1]

مونس القلوب اور خوان پر نعمت کے درمیان "روح و قالب" کی بحث کے ضمن میں یہ فرق ہے، جس کا تقابلی تجزیہ پیش کیا گیا ہے اور یہ ثابت کی گئی ہے کہ روح کے بارے میں دونوں ملفوظات کیسے خیالات کا اظہار کرتے ہیں ـــــ "روح" کی ہمیشگی اور بقاء کی ضمانت دونوں ملفوظات سے ماخوذ ہو کر، ہمارے سامنے آتی ہے مگر دونوں کے اظہار بیان کے طریقوں میں فرق ہے ـــــ بنیادی طور پر روح کی زندگی اور سلامتی دونوں ملفوظات سے ثابت ہوتی ہے اس لئے یہ بحث صوفیانہ بھی ہے اور عالمانہ بھی۔!

---

[1] مونس القلوب (قلمی) مجلس سیزدہم ص ۲۸-۲۷ - مملوکہ شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ

حالاتِ زندگانی حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رح

آپ کی ولادت باسعادت سلطان ناصر الدین محمود کے عہد میں منیر (پٹنہ)[1] میں سنہ ۶۶۱ھ (چھ سو اکسٹھ ہجری) میں ہوئی۔ "شرف آگیں" سے سالِ ولادت کی تاریخ معلوم ہوتی ہے۔

آپ کا پدری سلسلۂ نسب ابن ہاشم ابن عبد مناف ہاشمیؓ تک منتہی ہوتا ہے،[2] یہی مکی خاندان ہے جسے حضرت رسولِ اکرم صلعم کے پدری نسب کے لئے قدرتِ ایزدی نے انتخاب فرمایا تھا، کیوں کہ حضرت عبد المطلب اسی خاندان کے دُرِّ بے بہا تھے اور حضرت عبد اللہ آپ کے سب سے چھوٹے فرزند ارجمند تھے۔ حضرت عبد اللہ ابن عبد المطلب کو حضرت رسول اکرم صلعم کے والد ماجد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت بی بی آمنہ رض عبد مناف کی پوتی تھیں، آپ کا عقد سعید حضرت عبد اللہ ابن عبد المطلب سے ہوا تھا اور حضرت بی بی آمنہ کے بطنِ مبارک سے حضرت رسول اکرم محمد صلعم کی ولادتِ باسعادت ہوئی۔ چنانچہ حضرت بی بی آمنہ آپ کی والدۂ ماجدہ تھیں۔

---

[1] "منیر ایک جگہ ہے، جو دریائے سون کے ساحل پر آباد ہے، اور یہ دیناپور (داناپور) پٹنہ سے زیادہ دور نہیں ہے"۔ بحتہ، اے اسپرنگر، ایم۔ ڈی۔ چیپٹر ۱، نمبر ۹۳، ص ۲۷۵ — خدابخش خاں لائبریری، پٹنہ۔

[2] پدری سلسلۂ نسب حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاری — تحقیقات المعانی ملفوظ شاہ امون (قلمی) بہار شریف خانقاہ، پٹنہ

حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیریؒ کا مادری[1] سلسلۂ نسب حضرت سیدنا امام حسین علیہ السّلام ابن حضرت علی ابن ابی طالب مکیؓ تک منتہی ہوتا ہے، آپ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی رضیہ (بنت) حضرت سید شہاب الدین پیر جگجوتؒ کی بیٹی تھیں اور حضرت سید شہاب الدین پیر جگجوت (جیٹھلی شریف) آپ کے نانا تھے۔

آپ کی تعلیم حضرت علامہ اشرف الدین توامہ سے ہوئی، آپ نے حضرت اشرف الدین توامہ سے علوم دینی، قرآن مجید کی تفسیر، حدیث، فقہ، علوم عقلی، منطق، فلسفہ اور ریاضی کی تعلیم فرمائی۔ اس کے بعد علم روحانی حاصل فرمائی اور دہلی تشریف لے گئے۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ سے ملاقات فرمائی، اس کے بعد حضرت شیخ نجیب الدین فردوسی کی خدمت میں تشریف لے گئے اور آپ سے دست بیعت حاصل کیا، حضرت شیخ نجیب الدین فردوسیؒ نے خلافت مرحمت فرمائی اور آپ کو نصیحتیں فرمائیں، وطن لوٹنے کی اجازت دی اور آپ بہار کی طرف روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں خبر پائی کہ حضرت شیخ نجیب الدین فردوسیؒ نے انتقال فرمایا، آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہوئی اور ضلع شاہ آباد کے نزدیک بہیا کے جنگل میں روپوش ہو گئے آپ نے اس غیابت کے طویل زمانہ میں سخت ریاضت و مشقت فرمائی یہاں تک کہ مقربین خدا میں داخل ہوئے۔

اس کے بعد آپ بہار شریف تشریف لائے اور ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی، اور خلقِ خدا کو رشد و ہدایت دینے لگے، آپ کی والدہ ماجدہ آپ کے ساتھ رہتی تھیں، آپ نے تاہل کی زندگی اختیار فرمائی آپ کے فرزند

---

[1] : مادری سلسلۂ نسب حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیری - حیات ثبات (غیر مطبوعہ)

کا نام حضرت مخدوم شیخ ذکی الدینؒ ہے، آپ کی بیٹی بھی تھیں، اور آپ کا خاندان آپ کی بیٹی کی اولاد سے چلا۔

آپ کا وصال بہار شریف، پٹنہ کی خانقاہ میں ہوا، ۷۸۲ھ (سات سو بیاسی ہجری) میں آپ نے وفات پائی اور یہ عہد فیروز تغلق کی حکومت کا تھا۔ سال وفات کی تاریخ "پُر شرف" سے نکلتی ہے

آپ کا روضہ خانقاہ بہار شریف (پٹنہ) کی بڑی درگاہ میں ہے، آپ کے روضہ سے متصل آپ کی والدہ ماجدہ کا روضہ ہے اور آپ کا نام حضرت بی بی رضیہ ہے۔

حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ بہاری کا عرس مبارک ۵ (پانچ شوال) شوال المکرم میں ہوتا ہے۔ یہ آپ کا سالانہ عرس ہے، اس دن کو "یوم چراغاں" سے بھی یاد کرتے ہیں، آپ کے سالانہ عرس یا "روز چراغاں" میں سارے ہندوستان کے معتقدین اور اصفیاء و فقراء شریک ہوتے ہیں۔

ضیاء القلوب (ملفوظات) حضرت مخدوم شیخ احمد چرم پوشؒ (متوفی ۷۷۶ھ)

حضرت مخدوم شیخ احمد چرم پوشؒ کا یہ ملفوظات کا مجموعہ ہے، یہ ضخیم نہیں ہے، بلکہ ایک مختصر رسالہ ہے اور اس کتاب میں صرف چند صفحات ہیں، یہ رسالہ فارسی میں ہے اور مطبوعہ ہے۔ چونکہ یہ مختصر ہے، اس لئے ملفوظات کے شمار میں، اسے ہر جگہ نہیں مل سکی ہے، لیکن ہمارے ہیں ملفوظات کی تاریخ مرتب کرتے وقت اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

اس رسالے سے متعلق تفصیلات یہ ہیں:

ضیاء القلوب ——— صفحات اٹھاون ——— مطبوعہ ۱۳۰۲ھ

(تیرہ سو بیس ہجری) باہتمام ـــــ سید محمود علی ـــــ مطبع محمود المطابع کانپور، اور ہر صفحے پر پندرہ ۱۵ سطریں درج ہیں۔

یہ ملفوظ، جس قلمی نسخے سے طبع ہوا ہے اس کے کاتب شاہ ظفر بہاری ہیں، آپ حضرت مخدوم شیخ احمد چرم پوشؒ کے سجادہ نشین تھے، آپ نے اس قلمی نسخے کو عزیز اللہ حسینی کے قلمی نسخے سے نقل فرمایا تھا۔

اس رسالے کے اختتام پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

"تمام شد ہذا الرسالۃ الشریفیۃ ملفوظ ..... مخدوم شیخ احمد چرم پوشؒ قدس اللہ سرہ العزیز من تصانیف ... شیخ علی ابراہیم صوفی رحمۃ اللہ علیہ بخط بندہ نحیف عزیز اللہ حسینی وازاں بندہ محمد ظفر بہاری یکی از غلامان حضرت مخدوم سید شاہ احمد چرم پوشؒ تیغ برہنہ قدس اللہ سرہ العزیز تحریر نمود۔ بعزیزی مولوی سید حبیب الحسن عطا نمودہ شد و کفر گزراتیدہ۔"

اس عبارت میں کہا گیا ہے کہ یہ کتاب شیخ علی ابراہیم صوفی کی تصنیف ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ آپ جامع ہیں اور مصنف نہیں ہیں۔

کتاب کی ابتدائی سطریں یہ ہیں:۔

"اما بعد ـــ می گوید فقیر ... علاء الدین علی بن ابراہیم الصوفی کلمات چند از شیخ الطریقۃ مرشد حقیقت حضرت پیر دستگیر خود یعنی شیخ المشائخ ..... بندگی حضرت مخدوم شیخ احمد چرم پوشؒ تیغ برہنہ قدس اللہ سرہ العزیز کہ از اقوال پیران طبقات و طالبان این راہ کہ خود را در زمرہ اہل تصوف دارند و نظر در علوم وجود کنند و این مختصر را "ضیاء القلوب" نام نہادہ شد" [1]

---

[1] : ضیاء القلوب (رسالہ مطبوعہ) مقدمہ ص ۱ ـــ محمود المطابع کانپور۔

اس کتاب کی عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ علی ابراہیم صوفی، حضرت مخدوم احمد چرم پوشؒ کے مرید تھے، اور مقربین خاص میں تھے —

اس ملفوظ کو نو ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے، گویا کہ یہ نو ابواب نو مجلسوں کی جگہ پر درج کرے گئے ہیں اور ہر باب کا موضوع جداگانہ ہے، موضوع کے اعتبار سے ابواب کی تقسیم کی گئی ہے تو اس کی فہرست کتاب کے شروع میں پیش کی گئی ہے۔ (باب اول) در شناختن خود و طلب علم (باب دوم) در سیر کردن وصحبت گرفتن (باب سوم) در شناختن نفس علوی و سفلی (باب چہارم) در خلوت بازی واز خلق بریدن (باب پنجم) در یافتن خود بہ طبع مختلفہ، (باب ششم) در معرفت روح و نفس و عقل (باب ہفتم) در شناختن پنج حواس وقبض کردن (باب ہشتم) در حیرت سکتہ حاصل آمدن، اور (باب نہم) در اخلاص بردن و صبر کردن۔

عام ملفوظات کی روش کے مطابق انداز بیان بالواسطہ نہیں ہے بلکہ بلا واسطہ ہے اور مخاطبت سے کلام کی ابتدا ہوتی ہے "پس بداں اے عزیز" —— دیگر ملفوظات میں بیان کا یہ طریقہ اختیار نہیں کیا گیا ہے۔ حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیری بہاریؒ اور آپ کے بلخی خلفا اور سجادہ نشیں حضرت شیخ حسین بلخیؒ اور حضرت احمد لنگر دریاؒ اس طرح بلا واسطہ پیرایہ بیان اختیار نہیں فرماتے —— "بندگی حضرت مخدوم عظم (شرفہ اللہ فرمود) (حضرت مخدوم الملک بہاریؒ کے ملفوظات) اور "بندگی مخدوم سلمہ اللہ تعالیٰ فرمود" (حضرت شیخ حسین بلخیؒ کے ملفوظات) اور "حضرت خوند کار عظمہ اللہ فرمود" (حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ کے ملفوظات) سے اپنے ملفوظات کا آغاز کرتے ہیں۔

ضیاء القلوب میں مجلسوں کی تعین اور تاریخ نہیں ہے —— موضوع

متعلیہ پر صرف وہی بحث ملتی ہے اضافی باتیں نہیں ملتیں —— اور ملفوظات کی خصوصیات میں اس خصوصیت کو بھی نمایاں جگہ دیتے ہیں کہ موضوع متعلیہ کے علاوہ اس میں اضافی باتیں بھی پائی جائیں کیونکہ اصفیاء اپنی ایک نشست میں اپنے موضوعِ سخن کو بدلتے رہتے تھے، اس لئے ملفوظات میں اضافی باتوں کا ہونا ضروری ہے۔ ضیاء القلوب میں ایسی خصوصیت نہیں ملے گی۔

باب اوّل میں خودداری اور خودشناسی کی تعلیم دیتے ہوئے انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کی تین وجہیں بیان فرماتے ہیں:۔

"اوّل آنکہ نعمت ایمان بہ تو کرامت کرد۔ دوم آنکہ کرامت داد از خلق دیگر قولہ تعالیٰ: ولقد کرمنا بنی آدم (الآیہ الی آخرہ)۔۔ سوئم آنکہ ترا ہم نشینی خود خواند چنانکہ گفت۔ " انا جلیس من ذکرنی" [1]

اسی طرح حضرت مخدوم احمد لنگر دریا بلخی رح، اللہ تعالیٰ کی پانچ نعمتوں پر شکر بھیجتے ہیں اظہار بیان اور خلوص وہی ہے جو حضرت احمد چرم پوش رح کا ہے۔

" فرمود کہ بر ہمہ مسلمانان را پنج شکر واجب است یکی آنکہ حق تعالیٰ وی را از عدم بوجود آورد، دوم آنکہ حیوان آفرید جماد نگردانید سیوم آنکہ حیوانی دیگر نکرد آدمی گردانید چہارم آنکہ مسلمان گردانید، پنجم آنکہ از امت بہتر بہتر پیغامبران گردانید۔ اما بندگان شیخ شرف الحق والدین منیری رح را قدس اللہ سرہ العزیز شش شکر واجبات

---

[1] : ضیاء القلوب ۔۔۔ (ملفوظات رسالہ) حضرت شیخ احمد چرم پوش رح ص ۳ ۔ مطبع محمود المطابع کان پور سنہ ۱۳۳۲ھ

پنجم ہمان کہ مذکور گشت ششم آنکہ ایشان را از بندگان حضرت شیخ شرف الدین قدس اللہ سرہ العزیز گردانید الحمد للہ"[1]

دونوں اقتباسوں میں انعام و اکرام باری تعالیٰ کی مختلف قسموں کا اظہار بیان کیا گیا ہے۔ حضرت مخدوم شیخ احمد چرم پوشؒ نے انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کی تین وجہیں بیان فرمائی ہیں اور حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ اللہ تعالیٰ کی پانچ نعمتوں پر اظہار شکر فرماتے ہیں جو مندرج بالا کی گئی ہیں آپ یہ تعلیم دیتے ہیں کہ مسلمانوں کو ان پانچ نعمتوں پر شکر بھیجنا چاہیے، آپ کی مزید تلقین یہ بھی ہے کہ غلامان حضرت شیخ شرف الدین احمدؒ پر چھٹا شکر واجب ہے اور چھٹا شکریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کے غلاموں میں بنایا۔

اشرف المخلوقات ہونے کی پہلی وجہ حضرت احمد چرم پوشؒ یہ بتاتے ہیں کہ اللہ نے انسان کو ایمان کی نعمت سے سرفراز کیا یعنی مسلمان بنایا اور دوسری وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ دیگر مخلوقات میں انسان کو فضیلت دی گئی اور تیسری وجہ بتلاتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے انسان کو اپنی ہمنشینی عنایت فرمائی جبکہ وہ ذاکر و شاغل ہوا ———— یہ حدیں اشرف المخلوقات کی حضرت احمد چرم پوشؒ متعین فرماتے ہیں اور حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ کی حد بندیوں کا حال یہ ہے کہ پہلے درجے میں انسان کو عدم سے وجود میں لایا گیا، دوسرے درجے میں انسان کو حیوان (جاندار) بنایا گیا اور جمادات (پتھروں) میں شامل نہیں کیا گیا، تیسرے درجے میں انسان کو آدمی بنایا گیا، دوسرے حیوانوں میں شامل نہیں کیا گیا، چوتھے درجے میں انسان کو مسلمان پیدا کیا

---

[1] مونس القلوب (قلمی) ص ۲۴۱ - مجلس پنجاہ ہشتم - ملکیہ شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ

گیا اور پانچویں درجے میں خیر الانبیاؑ حضرت رسول اکرم صلعم کی امت میں پیدا کیا
گیا، اور چھٹے درجے میں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کے غلاموں میں بنایا
گیا، یہ حد بندیاں ایسی ہیں جس میں انسان کا مقام دیگر مخلوقات خداوندی
میں ممیز و ظاہر ہوتا ہے اور یہ ہماری سعادت اور فلاح ہے کہ ہم حضرت رسول
اکرم صلعم کی امت میں داخل ہیں۔ اس لئے یہاں اپنی مرکزی صلاحیت کے
اظہار بیان میں ضیاء القلوب اور مونس القلوب ایک دوسرے سے
مطابقت رکھتے ہیں۔

ضیاء القلوب کے باب اوّل میں ذکر و فکر، علم و عمل، شریعت و
طریقت پر بحث ملتی ہے انسان کی خود شناسی کی تعلیم میں حضرت احمد جرمپوشؒ
عالم ناسوت، ملکوت، جبروت اور لاہوت کی تعریف و توصیف بیان فرماتے
ہیں، مطلوب شریعت تک رسائی کے لئے شریعت کی اتباع بجنسہ ضروری ہے۔
یہ ساری تفصیلیں ضیاء القلوب کے باب اول میں بیان کی گئی ہیں۔

حضرت احمد لنگر دریاؒ بلخی اپنے ملفوظات میں ذکر و فکر پر روشنی ڈالتے
ہیں، علم و عمل کی خطا اور صواب پر بحث فرماتے ہیں، شریعت و طریقت کو
ایک دوسرے کا ضد نہیں قرار دیتے اور عالم ناسوت، ملکوت، جبروت اور
لاہوت کا برابر ذکر بھی کرتے ہیں اور اپنی مجلسوں میں ان کی تعریف و توصیف
بھی بیان فرماتے ہیں۔[1]

ضیاء القلوب ایک ایسا ملفوظ ہے جس کی مرکزی اور بنیادی حیثیت
صوفیانہ بیان اور اظہار ہے جس طرح سے حضرت مخدوم الملک بہاریؒ
اور آپ کے بلخی خلفاء سجادہ نشینوں کے ملفوظات کی بنیادی حیثیت

---

[1]: مونس القلوب (قلمی) ص ۴۴۲۔ مجلس پنجاہ ششم۔ مملوکہ شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ

صوفیانہ بیان اور اظہار ہے ــــــ ضیاء القلوب میں طریقت کی بہترین تعریف یہ ملتی ہے کہ ایک صادق رہبر طریقت وہی ہے جو شریعت کے احکام پر چلا کرے۔[1]

حضرت مخدوم الملک بہاریؒ اور آپ کے بعض خلفاء سجادہ نشیں بھی اپنے ملفوظات میں طریقت اور شریعت کو بیان کرتے ہیں اور دونوں کو ایک دوسرے کا ضد نہیں بتاتے، بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ طریقت اور شریعت مذہب اسلام کے دو راستے ہیں، اگر کوئی رہرو مذہب اسلام دونوں راستوں کو اچھی طرح سے سمجھ لے تو مذہب اسلام کی خوبیوں کو پا سکتا ہے مثلاً: ارکان صلوٰۃ کی فرضیت کے دونوں قائل ہیں، مگر ارباب طریقت "صلوٰۃ" کے لئے "تزکیۂ نفس" اور "حضورِ قلب" کی شرط لگاتے ہیں اور ارباب شریعت "حضورِ قلب" کو "صلوٰۃ" کے لئے ضروری نہیں سمجھتے، بس یہ تھوڑا سا فرق ہے ــــــ اس لئے حضرت احمد چرم پوشؒ کی طرح سے حضرت مخدوم الملک بہاریؒ کے ملفوظات اور آپ کے بعض خلفاء سجادہ نشینوں کے ملفوظات بھی طریقت کی بہترین تعریف کرتے ہیں اور آپ بھی فرماتے ہیں کہ ایک صادق رہرو طریقت کے لئے احکام شریعت کی پوری پوری پیروی کا ضروری ہے۔

مونس القلوب اور ضیاء القلوب کی فارسی زبان

ضیاء القلوب کی فارسی رواں اور سلیس ہے، زبان آسان اور زود فہم ہے، عبارت میں بے ربطی اور املاء کی غلطیاں نہیں ہیں، اگرچہ رسالہ مختصر ہے، لیکن ابواب پر سیر حاصل بحث ملتی ہے، اور اختصار ہے مگر جامعیت کی کفایت رسالہ کرتا ہے، ابواب کے لحاظ سے تصوف کے موضوع

---

[1] : ضیاء القلوب (مطبوعہ) ص ۳۴ ــــ مطبع محمود المطابع کانپور سنہ ۱۳۲۰ھ

اہم موضوع ہیں اور ضیاء القلوب کی سی جامعیت دوسری کتابوں میں کم دیکھنے میں آتی ہے۔

مونس القلوب کی فارسی آسان اور عام فہم ہے مگر عبارت میں جا بجا بے ربطی پائی جاتی ہے اور مونس القلوب کے فارسی الفاظ کے ذر و بست اچھی طرح سے نہیں ہو سکے ہیں۔ یہ کتاب مفصل ہے، تشریح و تفصیل اور مناقب کے بیان اس کے شیوہ ہیں مگر اس کتاب میں ہندی زبان کے الفاظ جا بجا فارسی فقروں میں استعمال ہوئے ہیں۔ اس حقیقت کا اعتراف مونس القلوب کے دیکھنے سے ہوتا ہے، ضیاء القلوب کی طرح سے موضوعات کی فہرست کتاب کے آغاز میں "مونس القلوب" میں دی گئی ہے اور مونس القلوب سے حضرت احمد لنگر دریا کی مجلسوں کا صحیح شمارہ نہیں حاصل ہوتا ہے مگر حضرت احمد چرم پوش رح کی مجلسوں کے شمارے ضیاء القلوب کے ابواب سے روشن نہیں ہوتے ہیں۔ مونس القلوب کے موضوعات کی تعیین و تقدیر میں مختلف مجلسوں کے اندر ان کے موضوعات سے قطع نظر کر کے، اضافی باتوں کا بھی علم ہوتا ہے اور یہ ملفوظات کو متعارف کرانے والی خوبی ہے —— اس خوبی کا فقدان ضیاء القلوب میں ہوتا ہے یعنی ضیاء القلوب میں متعینہ موضوع پر بڑی بحث ملتی ہے جس کا متحمل اس کا موضوع ہو سکتا ہے مگر دیگر اضافی تفصیلات ضیاء القلوب میں نہیں پائی جاتی ہیں۔!

حالات زندگانی حضرت مخدوم شیخ سید احمد چرم پوش رح

آپ کے والد کا نام سید موسیٰ رضوی رح اور والدہ ماجدہ کا اسم گرامی حضرت بی بی حبیبہ ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مخدوم سید شہاب الدین پیر جگجوت" رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی تھیں۔ حضرت مخدوم شیخ احمد چرم پوش رح

حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کے خلیرے بھائی تھے، حضرت احمد چرم پوشؒ سہروردیہ سلسلے کے شیخ تھے، آپ کی حیثیت ایک فلسفی اور صوفی شاعر کی ہے۔ آپ کے کلام میں صوفیانہ رنگ غالب ہے، آپ کا ایک فارسی (قلمی) دیوان ہے، جو دیوان احمد چرم پوشؒ کے نام سے مشہور ہے، دیوان کے متعدد نسخے پائے جاتے ہیں، ایک قلمی نسخہ خدا بخش خاں لائبریری میں موجود ہے، دوسرا قلمی نسخہ شعبۂ مخطوطات اردو فارسی، پٹنہ یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے، دیوان کے دوسرے نسخے آستانہ امبیر شریف (بہار)، آستانہ شاہ محمد ظفر مرحوم میں بھی ہیں اور ایک قلمی نسخہ شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ کے پاس بھی موجود ہے۔

نثر میں دو ورق کا ایک رسالہ ہے، جو توحید سے متعلق بحثوں کی کفایت کرتا ہے۔ اس رسالے کی نقل شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ کے پاس موجود ہے اور آپ کا ایک ملفوظ بھی ہے جس کا نام "ضیاء القلوب" ہے اور یہ طبع ہو چکا ہے اس کو محمود المطابع پریس کانپور نے طبع کیا ہے اور سنہ طباعت سنہ ۱۳۲۰ھ ہے۔

آپ کے آبا و اجداد ہمدان کے رہنے والے تھے، اور بادشاہت کے درجے پر فائز رہ چکے تھے، اس مناسبت سے آپ کے اسم مبارک کے ساتھ "سلطان" ملحق کرنا درست ہے، آپ کی ولادت ہمدان میں ہوئی تھی، آپ حضرت مخدوم الملکؒ کے خلیرے بھائی اور ہمعصر تھے، ہندوستان میں بلخی خانوادے کے بانی حضرت سلطان شمس بلخیؒ آپ کے مرید تھے، آپ کی خانقاہ اور آپ کی اقامت امبیر شریف (بہار) میں تھی اور آپ کا وصال ۲۷ صفر سنہ ۷۷۶ھ (سات سو چھہتر ہجری) امبیر میں ہوا، اور آپ کا روضہ امبیر (بہار شریف) میں ہے جو آج تک مرجع خلائق

نام ہے۔[1]

گنج لاخفی:۔ (ملفوظات) حضرت مخدوم شیخ حسین "نوشہ توحید" بلخیؒ (متوفی سنہ ۱۲۷۲ھ)

اس ملفوظات کے دو نسخے کتب خانہ بلخیہ فتوحہ شریف، پٹنہ سے دستیاب ہوئے ہیں، (۱) مکتوبہ امان علی اسوی ——— مورخہ ۱۲۷۷ فصلی (بارہ سو ستہتر فصلی)

(۲) مکتوبہ محمد یوسف زید الفاروقی ——— بحکم سید شاہ علیم الدین ——— مورخہ ۲۲ر شوال ۱۲۸۳ھ (بائیس شوال سنہ بارہ سو تیراسی ہجری) بخط نستعلیق وخوشخط، صفحات ——— ۲۰۱ (دو سو ایک) اور ہر صفحہ پر اوسطاً پندرہ سطریں لکھی ہوئی ہیں، حکیم شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ "گنج لاخفی" کے جامع کے بارے میں اپنے مضمون میں لکھتے ہیں کہ "گنج لاخفی" کے جامع مولانا نعمت اللہ ہیں[2] ——— اور "گنج لاخفی" کی مجلس پنجاہ ہشتم سے اسی قسم کی واقفیت حاصل ہوتی ہے۔

اور اس عبارت سے بھی مولانا نعمت اللہ صاحب کی طرف روشنی پڑتی ہے "متابعت الشیخ بن نیز فرزند صغیر خود را یعنی شیخ سیف الدین را اجازت می دہم و مولانا نعمت اللہ را آنابکی اوی فرمایم و بدین بیچارہ فرمود ای مولانا چون شیخ سیف الدین بزرگ شود علم بیاموزی و تربیت کنی و خدمت کنی"۔[3]

اس عبارت سے خبر ملتی ہے کہ مولانا نعمت اللہ علم وفضل رکھتے تھے،

---

[1]: مراۃ الکونین (مطبوعہ) ص ۳۴۹ سال وفات ۱۲۷۲ھ لکھا ہوا ہے

[2]: المجیب (ماہنامہ) پھلواری شریف، پٹنہ ——— شعبان ۱۳۸۳ھ۔

[3]: گنج لاخفی (قلمی) ملفوظات حضرت حسین بلخیؒ ـ ص ۲۰۰ ـ مملوکہ شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ۔

اور حضرت حسین بلخیؒ کے مقربین خاص میں تھے۔

"گنج لایخفیٰ" میں ستاون مجلسیں ہیں، بعض مجلسوں کی ابتدا دنوں کے نام کی قید سے ہوتی ہے لیکن ساری مجلسوں میں یہ قید کبھی نہیں ملتی اور تاریخ کی قید کسی مجلس میں نہیں ہے مگر یہ تصدیق ہو چکی ہے کہ اس ملفوظات کی ترتیب ۷۸۰ھ (سات سو اسی ہجری) میں ختم ہوئی۔ مجموعہ کا آغاز مجلس اول سے ہوتا ہے، مولف یا مرتب اس نسخے میں کوئی مقدمہ نہیں لکھتے ہیں۔

مجلس اوّل ---- روز جمعہ دولت پابوس میسر شد۔ عزیزی التماس کرد در خانہ من پسر آمدہ است برای او نامی فرمان شود۔ بندگی مخدوم سلمہ اللہ تعالیٰ فرمود۔ برادر او چہ نام دارد عرضہ داشت محمد۔ فرمود این را احمد نام کردہ شد بعدہٗ فرمود وحی آمد کہ فردای قیامت فرمان شود ہر کسی را کہ موافق نام پیغامبر علیہ السلام باشد او را در بہشت برند۔"

گنج لایخفیٰ کی مجلسوں کے موضوعات تجویز کیے گئے ہیں، چند مجلسوں کے موضوعات کے نام یہ ہیں:-

مجلس دوم:- در ذکر مفعولات بندہ - اثر قدرت بندہ است چگونہ باشد ذکر صفاتِ حق۔ اہل وحدت زلف و خال۔

مجلس سوم:- حاضری قوالان و شعر خواندن و تشریح اشعار۔ در ذکر عالم ملکوت، لاہوت و تشریح حدیث، "سبقت رحمتی علیٰ غضبی"

مجلس چہارم:- گل را بمیدان و این مصرعہ خواندن ---- ای گل زتو خوشنودم تو بوی کسی داری، در ذکر یاد حق از دیدن گل۔ و تشریح حدیث و حوالہ از مثنوی سنائی۔

مجلس پنجم:- ذکر رفیق شہری و تشریح قول مخدوم جہاں درین باب۔ یعنی مشاہدہ و احوال قیامت۔

مجلس ششم :- ذکر مذہب جبر و مقام فنا و مذہب قدر - احوال مکاشفات و مشاہدات -

مجلس ہفتم :- ذکر فضیلت چہار یار رضؓ --- مذہب اہل سنت والجماعتہ مشاہدہ در بہشت باعتقاد صوفیا معنی چہار کس - نیت و زوجیت چہ نوع است -

مجلس ہشتم : ذکر در غیرت و تشریح و من غیرتہ حرم الفواحش - بصورت حکایتی - وحدت و کثرت و اقسام کثرت -

مجلس نہم :- تشریح شعر خواجہ عطارؒ --- مراد مرادات جلیست - معنی تلبیس - وجود عالم جبروت و ملکوت بچہ نوعست - تکلم خداوندی بروز جمعہ -

مجلس دہم :- ذکر بندہ بودن و بندگی کردن -

مجلس یازدہم :- سبق شرح تعرف و بحث غیر نبی را اطلاع بر غیب نیست و نبیؑ را ہم اطلاع بر غیب بی وحی نیست - ذکر کلمہ طیبہ -

مجلس دوازدہم :- ذکر دوری بر دو نوعست موجودات - پیری و مریدی نزدیکی حق - دوری بندہ توحید عملی -

مجلس سیزدہم :- تشریح شعر - ذکر در تجلیات

مجلس چہاردہم :- معانی و مفاہیم : "من عرف ربّہ طال لسانہ ومن عرف ربّہ کل لسانہ"

ذکر موحد حقیقی -

اپنے ملفوظات میں اپنے مرشدان حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ بہاریؒ اور حضرت مولانا مظفر بلخیؒ کا انداز بیان اختیار فرماتے ہیں، آپ کے ملفوظات میں حوالے ملتے ہیں اور جابجا اشعار بھی نقل کئے گئے ہیں، کچھ

اشعار کی تشریح بھی فرماتے ہیں، آپ کے ملفوظات بھی اسی طرح سے شروع ہوتے ہیں جس طرح سے حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ بہاریؒ کے ملفوظات شروع ہوئے ہیں مثلاً جب آپ کے ملفوظات کے موضوع بدلتے ہیں تو دوسرے موضوع کی ابتدا سے پہلے "فرمود سلمہ اللہ تعالیٰ یا" ذکری افتاد" جیسے فقرے استعمال ہوتے ہیں۔ آپ کے پوتے اور آپ کے بعد کے خلیفہ اور سجادہ نشین حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ کے ملفوظات کے انداز بیان کا وہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے ——— "مونس القلوب" کی ابتدا سے پہلے "حضرت خوندکار عظمہ اللہ فرمود" یا " بعد از ان فرمود" اور" ذکری افتاد" جیسے کلمے برابر استعمال ہوئے ہیں۔ گنج لایخفیٰ کے موضوعات کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعض موضوعات بجنسہ وہی ہیں جو موضوعات کہ مونس القلوب میں وضع کیے گئے ہیں۔

گنج لایخفیٰ کی مجلس سوم میں قوالوں کی حاضری اور اشعار کی تشریح، عالم ملکوت، لاہوت کا ذکر اور احادیث کی تشریح موضوعات کی جگہ لیتے ہیں۔ ——— مونس القلوب میں بھی قوالوں کی حاضری اور اشعار کی تشریح، عالم ملکوت، لاہوت، ناسوت اور جبروت کے ذکر موضوعات بنائے گئے ہیں۔

اسی طرح سے گنج لایخفیٰ کی مجلس چہارم میں" گل را بوئیدن و این مصرعہ خواندن ——— " ای گل ز تو خرسندم تو بوی کسی داری" اور" در ذکر یاد حق از دیدن گل"۔ جیسے مضامین موضوعات بحث بنائے گئے ہیں۔ اور مونس القلوب میں بھی" گل را بوئیدن و مصرعہ خواندن اور" از دیدن گل ذکر حق گفتن" جیسے مضامین مجلسوں کے موضوعات بنائے گئے ہیں۔

"بعد از ان فرمود روزی حضرت مخدوم شیخ حسین قدس اللہ سرہ العزیز را ہیترد رہم فاقہ بود فرمودند مرا ضعف غالب شدہ است و رغبت بر گل

می شود بشنیدن این سخن موازنہ دہ دوازدہ آدمیان برائی گل دویدند من تیز بیرون آمدم درباغی دو گل سادہ یعنی پھول چنبہ یافتم از باغبان خریدہ آوردم حضرت شیخ قدس اللہ سرہٗ العزیز چون آن گل را بدیدند خوش شدند و فرمودند این گل نازک است دو قدح گلین خام طلبیدہ آن را آب شوئید و این گل در آن انداختہ بیارید ہمچنان کردم پیش آوردم حضرت شیخ قدس اللہ سرہٗ العزیز بو کردند مقداری قوتی حاصل شد ...... و آن گل را دیری بوی کردند و فرمودند خداوندا چنانچہ این گل را خشبو کردہ شیخ احمد را در دنیا و آخرت خوشبو گردان ......[1]

اس طرح کی مثالیں مونس القلوب میں جا بجا ملتی ہیں، گنج لاتخفی کے جامع مولانا نعمت اللہ صاحب اور مونس القلوب کے جامع قاضی ابن خطاب منیری حضرت شیخ حسین بلخی کے مناقب بیان کرتے ہوئے "گل را بوئیدن" و "از بوئیدن گل ذکر یاد حق" کے موضوعات کو ایک طرح سے موضوع بناتے ہیں در اظہار بیان کی صداقت دونوں ملفوظات میں ایک جیسی ہے۔

گنج لاتخفی کی مجلس چہارم میں موحد حقیقی کی تعریف ملتی ہے اور اس مجلس میں اتباع شریعت پر زور دیا گیا ہے۔

"موحد حقیقی آنست کہ بکل احوال رجوع او بحق باشد و فرمود کہ توحید ایمان واجب کند و ایمان اسلام واجب کند و اسلام شریعت واجب کند و شریعت آدب واجب کند پس ہر کرا ادب نیست شریعت نیست و ہر کرا شریعت نیست، اسلام نیست و ہر کرا اسلام نیست ایمان نیست و ہر کرا ایمان نیست توحید نیست و ادب در ہر مرتبہ است در شریعت و طریقت و حقیقت ــــ

---

[1] : مونس القلوب (قلمی) مجلس بست چہارم ص ۷۷، مملوکہ شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ

ادب شریعت آنکہ اتباع اوامر و اجتناب نواہی کند و ہیچ ازان فوت نکند۔"[1]

مونس القلوب میں بھی شریعت و طریقت پر بحث ملتی ہے۔ اور

مونس القلوب میں اسلام کی تعریف ملتی ہے :-

"حضرت خوندکار عظمتہ اللہ فرمود اسلام آنست کہ ظاہر و باطن یکساں باشند در دل ہمان و در زبان ہمان و اگر نہ ہمچنیں بود نفاق صفتی سخت شنیع است حق تعالی جمع مومنان را از نفاق نگاہدارد و اخلاص روزی کند و این دو بیت بر زبان مبارک راند۔ نظم سے

ایکہ بدل زہر و زبانت شکر

کار تو سامان نشود زین ہنر

تیر بباید ز دلش در جگر

آنکہ زبانش دگر و دل دگر[2]

مونس القلوب میں مسئلہ توحید پر بحث ملتی ہے :-

این حکایت فرمود کہ مردی پیش خواجہ شفیق بلخی رحمتہ اللہ بیامد و مسئلہ این توحید سوال کرد خواجہ فرمود شکر بیار او شکر آورد فرمود این چیست آن مرد گفت شکر است فرمود ازینہ شکر اسپ و پیل و آدمی و جز آن راست کن او راست کرد خواجہ پرسید اکنون این ہمہ چیست آن مرد گفت این اسپ است و این پیل است و این آدمی است و جز آن باز فرمود کہ ہمہ را بشکن آن مرد ہمہ را بشکست باز خواجہ پرسید اکنون چیست آن مرد گفت شکر است خواجہ فرمود بر و مسئلہ توحید بیان کردم فرمود وقتی ماہیان دریا ہر ہمہ جمع شوند

---

[1] : گنج لایخفیٰ (قلمی) مجلس چہاردہم ــــــ مملوکہ شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ

[2] : مونس القلوب (قلمی) ص ۱۹۱ - مجلس شصت ہفتم۔ مملوکہ شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ

وپیش ماہی بزرگ رفتند وگفتند ما را مسئلہ آب مشکل شدہ است تو آن را حل کن وما را آب بنما ماہی بزرگ گفت شما ہمہ در آب می باشید ونشو ونمای شما در آب است شما را غیر آب بنماید من شما را آب بنمایم۔ ماہیان ہمہ ہم کردند باز گشتند چوں حضرت خوندکار عظمۃ اللہ درین محل رسید این مصرع بر زبان مبارک راند ؏ غرق آبیم و آب می طلبیم[۱]

مونس القلوب میں بہت سے قوالوں کے نام آئے ہیں۔ مثلاً گلرخ قوال پیارا کمانچی قوال وغیرہ ——— مونس القلوب میں محفل سماع پر بحث ملتی ہے آداب محفل سماع اور آداب صوفی پر مضامین مونس القلوب میں بھی بیان ہوئے ہیں۔ مونس القلوب کا بیان ہے کہ حضرت شیخ حسین بلخیؒ کی محفلِ سماع میں ساٹھ، ستر قوال ایک ساتھ مل کر گاتے تھے۔[۲]

"گنج لاتخفیٰ" حضرت شیخ حسین بلخیؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے، اس ملفوظات کی مجلس سوم میں قوالوں کی حاضری اور اشعار پڑھنے کا ذکر آیا ہے اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ محفل سماع کے بیان کرنے میں گنج لاتخفیٰ اور مونس القلوب ایک جیسی حیثیت رکھتے ہیں۔

گنج لاتخفیٰ میں حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاریؒ کے سجادہ پر بیٹھنے کا ذکر تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ اسی طرح سے مونس القلوب میں بھی اسی ذکر کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔[۵۳]

۱؎ مونس القلوب، (قلمی) ص ۲۰۲۔ مجلس ہفتادم۔ مملوکہ شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ

۵۲؎ ؍؍ ؍؍ ؍؍ مجلس شصت چہارم ص ۱۸۳۔۱۸۴، مجلس پنجاہ یکم ص ۱۲۷ اور "بہار تھرو دی ایجز" نوشتہ توحید بلخی۔ ص ۳۵۵۔ مرتبہ: آر۔ آر۔ دیواکر۔

۵۳: گنج لاتخفیٰ (قلمی) ص ۸۲۔۸۳ ——— مجلس بست ونہم۔

گنج لایخفیٰ اور مونس القلوب کی فارسی زبان

گنج لایخفیٰ کی فارسی زبان آسان، رواں اور سلیس ہے، اسی طرح سے مونس القلوب کی فارسی زبان آسان، رواں اور سلیس ہے، جس طرح سے مونس القلوب کی فارسی میں ہندی زبان کے الفاظ شیر و شکر ہوتے ہیں اسی طرح سے گنج لایخفیٰ کی فارسی میں ہندی زبان کے الفاظ شیر و شکر ہوتے ہیں ۔

گنج لایخفیٰ کی مجلس نہم میں بیان ہوا ہے کہ حضرت حسین نوشہ توحید بلخیؒ ایک "چبوترہ" پر تشریف فرما تھے، اس مجلس میں "چبوترہ" لفظ کا بجنسہ فارسی زبان میں استعمال کیا گیا ہے۔ مونس القلوب میں "رائے، لنگوٹہ، بچہ، دھکہ اور پھول چنبہ" جیسے ہندی زبان کے لفظوں کو بجنسہ فارسی زبان میں درد بست کر دیا گیا ہے۔ اس طرح کی مثالیں دونوں ملفوظات میں برابر پائی جاتی ہیں۔

حالات زندگانی حضرت مخدوم شیخ حسین نوشہ توحید "بلخی" رح

آپ حضرت مظفر شمس بلخیؒ کے بیٹے تھے، آپ کی ولادت ظفر آباد میں ہوئی، آپ کی تعلیم و تربیت حضرت مولانا مظفر بلخیؒ نے فرمائی۔ آپ حضرت مولانا مظفر بلخیؒ کے بھتیجے تھے، حضرت مولانا مظفر بلخیؒ کے وصال فرمانے کے بعد حضرت حسین بلخیؒ ہی بہار شریف (پٹنہ) خانقاہ میں حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاری کے سجادے کے تیسرے خلیفہ ہوئے، آپ نے مخدوم الملکؒ کا مبارک زمانہ دیکھا تھا، حضرت مخدوم الملکؒ بہاری کی حیات طیبہ کے آخری زمانے میں آپ کی تربیت ہوئی تھی۔

علوم متداولہ، فقہ، حدیث، تفسیر قرآن مجید اور ادبیات عربی و فارسی کے آپ ایک جید عالم تھے، فارسی زبان و ادب میں عبور رکھتے تھے اور سخنوری میں مہارت حاصل تھی، یہاں تک کہ آپ فارسی زبان و ادب کے ایک اچھے صوفی شاعر ہوئے۔

اولاد امجاد:

آپ کی دو ازدواج مطہرات تھیں، مونس القلوب کے بیان کے مطابق آپ کی ایک زوجۂ مطہرہ کا اسم مبارک حضرت بی بی عروس رحمۃ اللہ علیہا تھا، اور شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ کی تحقیق کے مطابق آپ کی دوسری زوجۂ مطہرہ کا اسم مبارک حضرت کھری بازیدی رحمۃ اللہ علیہا تھا، دونوں ازدواج مطہرات سے اولاد ہوئی ——— حضرت بی بی عروس رحمۃ اللہ علیہا کے بطن مبارک سے حضرت مخدوم شیخ حسن "دائم جشن" بلخیؒ پیدا ہوئے اور حضرت کھری بازیدی رحمۃ اللہ علیہا سے حضرت مخدوم شیخ سلیمان بلخیؒ پیدا ہوئے۔

حضرت مخدوم شیخ حسین بلخیؒ کا خاندان ان بزرگوں سے چلا، اور آپ کا باطنی سلسلہ حضرت شیخ حسن "دائم جشن" بلخی سے قائم ہوا۔ حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ آپ کے بیٹے تھے اور حضرت مخدوم شیخ حسین بلخیؒ کے پوتے تھے ——— حضرت حسین بلخیؒ کے خلفاء میں یہ بزرگان ہوئے ———

(۱) حضرت مخدوم شیخ حسن "دائم جشن" بلخیؒ (۲) حضرت شیخ موسیٰ بنارسی (۳) حضرت قطب الدین بینای دل جونپوری (۴) حضرت سیف الدین بلخیؒ (۵) حضرت سلیمان بلخیؒ (۶) حضرت بہرام بہارقیؒ (۷) اور حضرت غسکم منیریؒ[۱]

۱: وسیلۂ شرف ص ۱۰۰-۱۰۱ - گنج ارشدی - مونس القلوب (قلمی)، گنج لا یخفی - مرآۃ الاسرار (قلمی) - مرآۃ مداری (قلمی) - خدا بخش خاں لائبریری پٹنہ اور شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ

تصانیف:-

۱- شعر و شاعری کا خصوصی ذوق رکھتے تھے، حسینؔ تخلص فرماتے۔ غزلیات کا
ایک دیوان فارسی (قلمی)، دو مثنویاں زاد المسافرین اور مثنوی چہار درویش،
نظم میں یادگار چھوڑیں ـــــــ ان میں سے اکثر کتابیں کتب خانہ صوفی منیری،
خانقاہ منیر شریف کی زینت ہیں اور باقی کتابیں کتب خانہ بلخیہ فتوحہ، شاہ تقی
حسن بلخی، پٹنہ سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

۲- آپ کی نثر نگاری میں صلاحیت مسلّم ہے۔ چند رسالے آپ کی تصنیف
ہیں جن کے نام قابلِ ذکر ہیں۔
رسالہ حضرات خمس (عربی)، رسالہ قضا وقدر (فارسی)، رسالہ توحید خاص،
رسالہ توحید اخص الخواص، رسالہ در بیان ہشت چیز، رسالہ ذکر، اورادِ فصلی،
ملفوظ بہ گنج لا یخفیٰ، مجموعہ مکتوبات، اجازت نامہ بنام حضرت حسن بلخی، رسالہ در
شمائل و خصائل نبوی صلعم۔

آپ کا وصال، بروز سہ شنبہ (منگل) ظہر کے وقت، ۲۴ ذی الحجہ
۸۴۴ھ (آٹھ سو چوالیس ہجری) میں ہوا، اور آپ کا روضہ محلہ بہار پور، بہار
شریف، پٹنہ میں ہے اور آج تک مرجعِ خلائق ہے۔

بحیثیت ملفوظات مونس القلوب کا مقام

مذکورہ بالا بحث میں مونس القلوب (قلمی) کا تقابلی و تنقیدی
مطالعہ دلیل العارفین، فوائد الفواد، مخ المعانی، خوانِ پر نعمت، ضیاء القلوب
اور گنج لا یخفیٰ سے پیش نظر کیا گیا ہے ـــــــ یہ سارے ملفوظات ساتویں
آٹھویں اور نویں صدی ہجری کے مشائخ و اصفیائے ہند کے ہیں۔ یہ ایسے

مشائخ اور اصفیاء ہیں جو ہندوستان اور صوبہ بہار میں محتاج تعارف نہیں ہیں
آپ حضرات میں سے اکثر بزرگان صوفی، شاعر اور صاحبِ تصنیف و تالیف
بھی ہیں، اس طرح سے آپ کی ادبی و لسانی شہرت عالمگیر ہے۔

خواجہ معین الدین اجمیریؒ کا عہد چھٹی اور ساتویں ہجری کا ہے،
آپ کی عمر مبارک ایک سو چار برس ہوئی ——— جس زمانے میں آپ ہندوستان
تشریف لائے اور اجمیر میں قیام فرمایا، یہ عہد ہندوستان میں بالعموم کفر و
ضلالت کا تھا اور اسلام کی روشنی اس زمین میں خال خال نظر آتی تھی، آپ
صوفیانہ تصرف رکھتے تھے، اور ایک کامل عارف باللہ کی نظر آپ کو حاصل تھی
چنانچہ آپ نے اپنی سعی مبارکہ سے ہندوستان کے اطراف میں بالعموم اور اجمیر
کے گرد و نواح میں بالخصوص اسلام کی شمع کو روشن فرمایا۔ رفتہ رفتہ آپ کی روحانی
شمع کے گرد لاکھوں ہندوستانی جمع ہو گئے اور ان میں سے اکثر مشرف بہ
اسلام ہوئے۔

خواجہ معین الدین اجمیریؒ کی تعلیمات اسلامی قوانین پر مبنی ہیں
آپ نے مختلف اصفیاء کی صحبت اختیار فرمائی تھی اور قرآن و احادیث
نبوی صلعم کی اعلیٰ تعلیم حاصل فرمائی تھی، چنانچہ آپ کی ساری تعلیمات اور
فرمودات آپ کے ملفوظات کے طور پر دلیل العارفین میں جمع ہیں ———
اگر آپ کے ملفوظات کو غور سے پڑھا جائے اور عمل بھی کیا جائے تو آپ کے
ملفوظات کی روشنی میں ایک "مردِ خدا" کی شخصیت کی تعمیر ہو سکتی ہے۔

اسی طرح سے آپ کے چشتی خلفاء و مشائخ بھی آپ کی سیرت اور
مناقب کا نمونہ پیش کرتے ہیں ——— حضرت خواجہ قطب الدین بختیار
کاکیؒ آپ کے مرید اور خلیفہ تھے اور آپ کے ہمعصر بھی تھے، آپ کو حضرت
خواجہ معین الدین اجمیریؒ نے دہلی کی خلافت تفویض فرمائی، اور آپ سے

ملاقات کرنے کے لئے دہلی تشریف لے گئے، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے عوام الناس کے دلوں میں اپنی نشست مخصوص فرمالی تھی اور ہندو اور مسلم آپ کے گرویدہ تھے ـــــ جب دہلی کے باشندوں کو معلوم ہوا کہ آپ اپنے مرشد حضرت خواجہ اجمیریؒ کے ساتھ اجمیر شریف کی طرف عزیمت فرماتے ہیں تو درو دیوار سے "خواجہ، خواجہ" کی صدائیں آتی تھیں، یہاں تک کہ ہر شخص پھوٹ پھوٹ کر روتا تھا۔ جب اس دردناک منظر کو حضرت خواجہ اجمیریؒ نے اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمایا تو آپ کو دہلی میں مستقل اقامت فرمانے کا حکم صادر فرمایا اور تنہا اجمیر شریف واپس ہوئے۔ دلیل العارفین، حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے ملفوظات ہے، جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ اس ملفوظات کے جامع ہیں۔

حضرت خواجہ شیخ محمد نظام الدین محبوب الٰہی، آٹھویں صدی ہجری کے صوفی، شیخ اور صاحب سجادہ تھے، حضرت امیر خسرو دہلوی اور حسن دہلوی آپ کے مرید تھے، اور حسن دہلوی نے آپ کے ملفوظات کو جمع کیا اور اس کا نام فوائد الفواد رکھا ـــــ دلیل العارفین اور فوائد الفواد سے مونس القلوب کا تنقیدی مقابلہ پیش نظر کیا گیا ہے ـــــ مذکورہ دونوں ملفوظات سے مونس القلوب کی ضخامت بڑی ہے، مگر مونس القلوب میں صوفیانہ کوائف اسی طرح بیان ہوئے ہیں، جس طرح سے دلیل العارفین اور فوائد الفواد میں بیان ہوئے ہیں۔ مگر زبان و بیان اور فارسی املا کی ترکیب اور دروبست کے لحاظ سے مونس القلوب کا مقام مذکورہ ملفوظات سے اونچا نہیں اٹھتا ہے بلکہ نیچے گر جاتا ہے، اس کی وجہ بھی ہے ـــــ دلیل العارفین اور فوائد الفواد اپنے عہد کے پیداوار ہیں، جس عہد میں ان کی ترتیب و تخلیق ہوئی تھی وہ مونس القلوب سے بعید عہد تھا۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ اور حضرت

خواجہ شیخ محمد نظام الدین محبوب الٰہی کا عہد زبان و ادبیات کے ارتقاء کے وسط کا عہد تھا۔ جس زمانے میں ایران میں شیخ سعدی شیرازی ہوئے اور ہندوستان میں "طوطیٔ شکر مقال" کی طوطی بولتی تھی ۔۔۔۔۔ اس لئے دلیل العارفین اور فوائد الفواد کی فارسی زبان پر ادب کے کسی گوشے سے مخالفت میں آواز نہیں اٹھائی جا سکتی۔ جبکہ مواد اور علمی و روحانی ذخائر سے یک لخت قطع نظر کرکے مونس القلوب کی فارسی زبان کی ترکیب اور در و بست یا فارسی املا کو دیکھا جائے تو علم ہوگا کہ یہ چستی اور صحت سے خالی ہے اور اس ملفوظات میں دلیل العارفین اور فوائد الفواد کی طرح سے حوالے نہیں ملتے ہیں بلکہ اکثر مجلسوں میں مناقب اور احوال بیان کرتے وقت زیادہ تفتیش و تجسس سے کام نہیں لیا گیا ہے۔

مونس القلوب میں بہت سے قصص اور روائتیں بیان کی گئی ہیں۔ بنی اسرائیل کے زمانے میں ایک فقیر جریج کا قصہ بیان ہوا ہے اور یہ خبر کردی گئی ہے کہ یہ موحد تھا۔ اور اس نے ایک صومعہ کی بنیاد ڈالی تھی، جس میں وہ رات اور دن اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت میں مشغول رہتا تھا۔ مگر مونس القلوب میں کوئی حوالہ نہیں دیا گیا ہے کہ یہ روایت کس کتاب سے نقل کی گئی ہے۔ اسی طرح سے مونس القلوب میں ہے کہ دنیا کے سات شیر خوار بچوں نے اپنے عالم شیر خوارگی میں کلام کیا، اس روایت کو کس کتاب سے بیان کی گئی ہے مونس القلوب میں کوئی حوالہ نہیں ملتا، اسی طرح سے حضرت رسول اکرم صلعم نے اپنی حیات طیبہ میں سات الفاظ فارسی زبان کے استعمال فرمایا، یہ روایت بھی مونس القلوب میں ملتی ہے مگر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ روایت کس کتاب سے نقل کی گئی ہے۔ مونس القلوب میں بیان ہوا ہے کہ حضرت آسیہ فرعون کی بیوی تھیں، آپ کا عقد جنت میں حضرت رسولِ اکرم صلعم سے کیا جائے گا۔

مگر یہ روایت کس کتاب سے لی گئی ہے اس سلسلے میں مونس القلوب میں کوئی حوالہ نہیں ملتا۔

فوائد الفواد میں سنہ تاریخ اور ایام کے مختلف نام اس کی مجلسوں میں ملتے ہیں مگر مونس القلوب میں اس کا اہتمام نہیں کیا گیا ہے۔ دلیل العارفین میں سنہ تاریخ مجلسوں کی ابتداء میں نہیں لکھے گئے ہیں مگر ایام کی تبدیلیوں کا علم مجلسوں سے ہو ملتا ہے، مگر مونس القلوب میں دن، تاریخ، سنہ ہجری یا سنہ فصلی یا سنہ عیسوی کی کوئی تفصیل نہیں ملتی۔

مونس القلوب کے انداز بیان میں یہ نقائص پائے جاتے ہیں مگر مونس القلوب کو صوفیاء کے ملفوظات کی صف میں یہ اسی طرح نشست دی جائے گی جس طرح سے دیگر اصفیاء کے ملفوظات کی نشستیں مخصوص کی جائیں گی۔

اس کی کئی وجہیں ہیں :۔

دلیل العارفین، فوائد الفواد، مخ المعانی، خوان پر نعمت، ضیاء القلوب اور گنج لا یخفی جس طرح سے احکام شرعی اور اسرار طریقت کو بیان کرتے ہیں، مونس القلوب بھی بیان کرتا ہے ـــــــ مثلاً دلیل العارفین اور فوائد الفواد کے ملفوظات بیان کرتے ہیں کہ روئے زمین پر اولیاء اللہ کی مختلف جماعتیں قیامت کے دن تک برقرار رکھی جائیں گی، مونس القلوب بھی برابر بیان کرتا ہے کہ روئے زمین پر اولیاء اللہ کی مختلف جماعتیں برقرار رہیں اور قیامت کے دن تک برقرار رکھی جائیں گی۔

اسی طرح سے "لیلۃ الرغائب" کی شب کی فضیلت فوائد الفواد اور مخ المعانی بیان کرتے ہیں اور مونس القلوب میں بھی "لیلۃ الرغائب" کی شب کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور یہ خبر دی گئی ہے کہ ملک علاؤ کے مذہبی مقتدا شیخ ابراہیم علاؤی "لیلۃ الرغائب" کی فضیلت سے

نابلد تھے۔

احادیث نبویؐ کو بیان کرنے کی حیثیت سے مونس القلوب بھی وہی مقام رکھتا ہے جو مقام دلیل العارفین، فوائد الفواد اور مخ المعانی رکھتے ہیں۔ حدیث نبویؐ میں یہ عبارت منقول ہو کر آئی ہے کہ "الموت جسرٌ یوصل الحبیب الی الحبیب" اس حدیث شریف کو دلیل العارفین میں بیان کیا گیا ہے۔ مونس القلوب بھی اسی حدیث شریف کو اسی طرح سے برابر بیان کرتا ہے اور وصالِ حبیب سے صوفیانہ و عاشقانہ مراد لیتا ہے مونس القلوب اس حدیث شریف کے حوالے سے مدعی ہے کہ "وصالِ حبیب" سے مراد" لقائی باری تعالیٰ" ہے، جو قیامت کے دن جنت میں مومنین کو حاصل ہوگی۔

مخ المعانی اور خوان پر نعمت، حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری (بہاری) کے ملفوظات کے مجموعے، دو کتابیں ہیں، یہ کتابیں طبع ہو چکی ہیں، ان دونوں کتابوں کا تقابلی مطالعہ مونس القلوب کے ساتھ پیش نظر کیا گیا ہے ——— حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کی عالمانہ و صوفیانہ حیثیت خراج تحسین حاصل کرتی ہے کیونکہ آپ کے ملفوظات عالمانہ گرفت و اثر رکھتے ہیں، آپ کے ملفوظات کے مضامین علمی دنیا کے ہر گوشے میں پر وقیع بھی ہیں اور مقبول بھی ہیں، آپ جو بحث فرماتے ہیں، علمی اور منطقی استدلال بھی پیش نظر کرتے جاتے ہیں اور آپ کے ملفوظات کو پڑھنے سے پہلے آپ کے علم کا، اعتراف ہوتا ہے، اور بعد میں آپ کے صوفیانہ درک کا اعتراف ہوتا ہے ——— مثلاً" خوان پر نعمت میں آپ نے مردے کی روح کی بقا سے بحث فرمائی ہے، آپ یہ علم درس فرماتے ہیں کہ قبر میں روح زندہ رہتی ہے، گرچہ جسم مٹی ہو جاتا ہے

——— آپ اس دعویٰ کو علمی دلیلوں سے ثابت کرتے ہیں اور یہ نہیں معلوم ہوتا کہ آپ اصفیاء کی روحوں کی بقاء کی ضمانت پر بحث کرتے ہیں کیونکہ روح کی بقاپر بالعموم بحث فرماتے ہیں ——— مونس القلوب میں بھی روح کی بقاپر بحث ملتی ہے مگر حضرت احمد لنگر دریا بلخی رح مسلم ولیوں کی روحوں کی بقا کی ضمانت پر بحث فرماتے ہیں۔ اس لئے مونس القلوب کو دیگر اصفیاء کے ملفوظات کے مقابلے میں بحیثیت ایک ملفوظات کے مجموعے کے رکھا گیا سکتا ہے۔

"ضیاء القلوب" ایک مطبوعہ رسالہ ہے، یہ کتاب حضرت مخدوم شیخ احمد چرم پوش رح کے ملفوظات کا مجموعہ ہے اور "گنج لایخفیٰ" مطبوعہ نہیں ہے بلکہ قلمی کتاب ہے یہ حضرت شیخ حسین بلخی رح کے ملفوظات کا مجموعہ کتاب ہے۔ ان دونوں کتابوں سے مونس القلوب کا تقابلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ ان کتابوں میں سماع، شریعت وطریقت اور دیگر مضامین پر بحثیں ملتی ہیں، جو مونس القلوب میں بھی ملتی ہیں۔ دلیل العارفین ہو یا فوائد الفواد، مخ المعانی ہو یا ضیاء القلوب اور گنج لایخفیٰ ان تمام کتابوں کی مرکزی حیثیت صوفیانہ بیان ہے، اور ان کتابوں کی بنیاد ملفوظات کی عام خصوصیات پر رکھی گئی ہے ——— مونس القلوب بھی ایک ایسا مجموعہ ہے جو ملفوظات وفرمودات کے بیان میں دلیل العارفین، فوائد الفواد، مخ المعانی، ضیاء القلوب اور گنج لایخفیٰ کے بیان کے برابر ہے کیونکہ مونس القلوب میں بھی اصفیاء کے مناقب اسی طرح سے بیان ہوئے ہیں جو مذکورہ کتابوں میں بیان ہوئے ہیں اور جس طرح سے حضرت نجم الدین کبری رح حضرت سیف الدین باخرزی رح اور شمس تبریزی رح کے احوال ومناقب دلیل العارفین اور فوائد الفواد میں بیان ہوئے ہیں اسی طرح سے ان بزرگوں کے مناقب اور احوال مونس القلوب میں بھی بیان ہوئے ہیں۔

فہرست کتابیات

نمبر شمار	کتاب	مصنف	لائبریری یا ملکیت
	الف		
۱	اخبار الاخیار (فارسی)	عبدالحق محدث دہلوی	خدابخش خاں لائبریری، پٹنہ
۲	الدراری (عربی اشعار)	مرتبہ ڈاکٹر عطا علی حسن صدر شعبہ اردو، فارسی و عربی پٹنہ یونیورسٹی	پٹنہ کالج لائبریری، پٹنہ
۳	انظار العرب (عربی)		مدرسہ شمس الہدیٰ لائبریری، پٹنہ
۴	انتخاب کلام درد	ڈاکٹر صدرالدین احمد	گورنمنٹ اردو لائبریری، پٹنہ
۵	اردو شاعری پر ایک نظر	کلیم الدین احمد	" " "
۶	اردو تنقید پر ایک نظر	"	" " "
۷	آثار الشرف	نور الحسن شیر گھاٹی	ادارہ تحقیقات عربی و فارسی لائبریری پٹنہ اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ
۸	اکبر نامہ ج دوم و سوم	شیخ ابوالفضل مبارک علامی	خدابخش خاں لائبریری، پٹنہ
۹	آئین اکبری	"	" " "
۱۰	اقبال نامہ جہانگیری	محمد شریف بن معتمد خاں	" " "
	ب		
۱۱	بہار تھرو دی ایجز	آر آر دیواکر	ادارہ تحقیقات عربی و فارسی لائبریری، پٹنہ

نمبر	کتاب	مصنف	لائبریری یا ملکیت
۱۲	بزم صوفیاء	صباح الدین عبدالرحمٰن	خدا بخش خاں لائبریری، پٹنہ
۱۳ الف	بزم مملوکیہ	〃	〃 〃
۱۳ ب	بہار ریسرچ سوسائٹی جرنل جون ۱۹۵۰ء (مضمون پروفیسر سید حسن عسکری)		پٹنہ یونیورسٹی لائبریری، پٹنہ
۱۴۔	بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقا (مقالہ ڈی لٹ ۱۲۰۴ء سے ۱۸۵۷ء تک)	ڈاکٹر سید اختر احمد اورینوی	〃 〃 〃
۱۵۔	بہار عجم	ٹیکچند متخلص بہار	
	پ		
۱۶۔	پرشین انگلش ڈکشنری	اسٹنگاس	خدا بخش خاں لائبریری، پٹنہ
	ت		
۱۷	تاریخ مگدھ	فصیح الدین بلخی	گورنمنٹ اردو لائبریری، پٹنہ
۱۸۔	تاریخ اردو شعرائے بہار	عزیز الدین احمد بلخی	〃 〃 〃 خدا بخش خاں لائبریری، پٹنہ
۱۹۔	تاریخ فرشتہ (بعہد تغلق)	ملا محمد قاسم شاہ فرشتہ (اردو ترجمہ)	گورنمنٹ اردو لائبریری، پٹنہ
۲۰۔	تذکرہ	ابوالکلام آزاد	〃 〃 〃
۲۱۔	تاریخ ہندوستان (بعہد تغلق و لودی)	منشی محمد ذکاءاللہ	〃 〃 〃

نمبر	کتاب	مصنف	لائبریری یا ملکیت
۲۲	تاریخ سلسلۂ فردوسیہ	معین الدین دردائی	عربی و فارسی لائبریری پٹنہ
۲۳	تاریخ مشائخ چشت	خلیق احمد نظامی	" " "
۲۴	تاریخ در ادبیات ایران	ڈاکٹر رضا زادہ شفق	پٹنہ یونیورسٹی لائبریری، پٹنہ
۲۵	" "	ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا	" " "
۲٦	تیرھویں اور چودھویں صدی عیسوی کے صوفیائے بہار کے ملفوظات و مکتوبات	سید شاہ یحییٰ ابدالی منیری	" " "
۲۷	تذکرہ	مولانا ابوالکلام آزاد	گورنمنٹ اردو لائبریری، پٹنہ
۲۸	تاریخ دعوت و عزیمت	مولانا ابوالحسن علی ندوی	" " "
۲۹	تصوف اسلام	پروفیسر عبدالماجد دریابادی	عربی و فارسی لائبریری، پٹنہ
۳۰	تاریخ ایران ج ۱ - ۲	نواب سرجان مالکم	خدابخش خاں لائبریری، پٹنہ
۳۱	تاریخ جلیلہ صوبہ بہار وغیرہ	اولاد حیدر فوق بلگرامی	" " "
۳۲	تاریخ فیروز شاہی	ضیاء الدین برنی	" " "
۳۳	تاریخ شعراء بہار ج ۱	عزیز الدین احمد بلخی	" " "
۳۴	تذکرۃ الکاملین	رام چندر	" " "
"	تذکرۃ الشعراء	دولت شاہ سمرقندی	" " "
	ٹ		
۳۵	ٹرانسلیشن آف مثنوی رومی (داستر دو کشتی)	وین فیلڈ	" " "

نمبر	کتاب	مصنف	لائبریری یا ملکیت
	ح		
٣٦	حیات مولانا رومؒ	شبلی نعمانی	خدابخش خاں لائبریری، پٹنہ
٣٧	حیات سعدی	الطاف حسین حالی	؍ ؍ ؍
٣٨	حیات حافظ		گورنمنٹ اردو لائبریری، پٹنہ
٣٩	حیات جامی	اسلم جیراجپوری	خدابخش خاں لائبریری، پٹنہ
٤٠	حضرت آیت اللہ جوہری ان کی حیات اور شاعری	سید محمد صدرالدین نقفا	پٹنہ یونیورسٹی لائبریری، پٹنہ
	خ		
٤١	خوان پر نعمت (مطبوعہ)	مرتبہ زین بدر عربی	خدابخش خاں لائبریری، پٹنہ
٤٢	خزینۃ الاصفیاء	غلام سرور بن غلام محمد لاہوری	؍ ؍ ؍
	د		
٤٣	دیوان فارسی (قلمی)	حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ	مملوکہ شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ نسخہ منیر شریف لائبریری، پٹنہ
٤٤	دیوان فارسی (قلمی)	حضرت شیخ نور محمد توحید بلخیؒ	مملوکہ شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ نسخہ منیر لائبریری، پٹنہ
٤٥	دیوان فارسی (قلمی)	حضرت ملا مظفر بلخیؒ	مملوکہ شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ
٤٦	دیوان جامی (شرح دیوان)		ادارہ تحقیقات عربی و فارسی لائبریری، پٹنہ
٤٧	دیوان حافظ (چھاپہ ایرانی)		؍ ؍ ؍
٤٨	دیوان امیر خسرو دہلوی		خدابخش لائبریری، پٹنہ
٤٩	دیوان فارسی حسن دہلوی		؍ ؍ ؍

۵۰	دیوان فارسی (قلمی)	حضرت احمد چرم پوشؒ	شعبۂ مخطوطات پٹنہ یونیورسٹی لائبریری
۵۱	دیوان احمد جام	احمد بن ابوالحسن نامقی جامی ژندہ پیل	خدابخش خاں لائبریری، پٹنہ
۵۲	دلیل العارفین	خواجہ قطب الدین بختیار کاکی	″ ″ ″ ″
	ک		
۵۳	رود کوثر	اکرام الحق ائی سی ایس	گورنمنٹ اردو لائبریری، پٹنہ
۵۴	رپورٹ اجلاس ششم آل انڈیا اورینٹل کانفرنس	مضمون پروفیسر حافظ شمس الدین احمد شیری	ادارہ تحقیقات عربی و فارسی لائبریری، پٹنہ
۵۵	رسالہ ضیاء القلوب	علاء الدین علی بن ابراہیم صوفی	خدابخش لائبریری، پٹنہ
	س		
۵۶	سیر العارفین (مطبوعہ)	مولانا درویش جمالی	″ ″ ″ ″
۵۷	سیر الاولیاء ″	مولانا سید مبارک علی	″ ″ ″ ″
۵۸	سفینۃ الاولیاء ″	شاہزادہ محمد دارا شکوہ	″ ″ ″ ″
۵۹	سیر المتاخرین ″	غلام حسین	″ ″ ″ ″
۶۰	سفرنامہ ابن بطوطہ	محمد حسین دار الاشاعت پنجاب	″ ″ ″ ″
	ش		
۶۱	شعر العجم	شبلی نعمانی	ادارہ تحقیقات عربی فارسی لائبریری
	ص		
۶۲	صنادید عجم	ڈاکٹر مہدی حسین	″ ″ ″ ″
	ط		
۶۳	طبقات ناصری	ابو عمر منہاج الدین (مطبع کلکتہ)	خدابخش خاں لائبریری، پٹنہ

نمبر	کتاب	مصنف	لائبریری یا ملکیت
	ع		
٦٤	عرب وہند کے تعلقات	مولانا سید سلیمان ندوی	خدابخش خاں لائبریری، پٹنہ
٦٥	عملی تنقید (حصہ اول)	کلیم الدین احمد	گورنمنٹ اردو لائبریری، پٹنہ
	غ		
٦٦	غیاث اللغات	محمد غیاث الدین (مطبع نول کشور)	خدابخش لائبریری، پٹنہ
	ف		
٦٧	فوائد الفواد (مطبوعہ)	مرتبہ حسن دہلوی	" " "
٦٨	فتوح الغیب (عربی مع شرح فارسی)	ملفوظات شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رح	" " "
	ق		
٦٩	قصیدہ نگاری	ابو محمد سحر	گورنمنٹ اردو لائبریری، پٹنہ
٧٠	قصائد منوچہری دامغانی	دبیر سیاقی	پٹنہ کالج و پٹنہ یونیورسٹی لائبریری
	ک		
٧١	کلیات عراقی (انتشارات سینائی)	مرتبہ سعید نفیسی	ادارہ تحقیقات عربی و فارسی لائبریری
٧٢	کلیات شیخ سعدی (چاپ طہران)		" " "
٧٣	کاشف الاسرار	مخدوم شاہ حسن بلخی فردوسی	خدابخش لائبریری، پٹنہ
	گ		
٧٤	گنج لا یخفیٰ	ملفوظات مخدوم حسین نوشہ توحید بلخی رح	مملوکہ شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ
٧٥	گل فردوس		ادارہ تحقیقات عربی و فارسی لائبریری

نمبر	کتاب	مصنف	لائبریری یا ملکیت
الف ۷۶	لٹریری ہسٹری آف پرشین	پروفیسر براؤن	ادارہ تحقیقات عربی و فارسی لائبریری
۷۶ ب	″ ″ آف اردو	رام بابو سکسینہ	گورنمنٹ اردو لائبریری، پٹنہ
۷۷	مکتوبات بست و ہشت	حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیریؒ	خدا بخش لائبریری، پٹنہ
۷۸	مجموعہ اشعار مولانا مظفر شمس بلخی	مرتبہ پروفیسر سید حسن	ادارہ تحقیقات عربی و فارسی لائبریری، پٹنہ
۷۹	مونس القلوب	ملفوظات حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ	بحوالہ شاہ تقی حسن بلخی، پٹنہ
۸۰	معاصر، پٹنہ (فائل)	سید حسن عسکری	خدا بخش لائبریری، پٹنہ
۸۱	مناقب الاصفیاء	مخدوم شیخ شعیب پھلواری	″ ″ ″
۸۲	مثنوی معنوی	مولانا جلال الدین رومیؒ	″ ″ ″
۸۳	مخ المعانی	ترتیب زین بدر عربی	″ ″ ″
۸۴	معارف، فروری ۱۹۷۰ء	شاہ معین الدین ندوی	″ ″ ″
۸۵	مکتوبات مظفر بلخی	حضرت مولانا مظفر بلخیؒ	″ ″ ″
۸۶	مغز المعانی	ملفوظات شیخ شرف الدین احمدؒ	″ ″ ″
۸۷	موج کوثر	اکرام الحق آئی سی ایس	گورنمنٹ اردو لائبریری، پٹنہ
	(ن)		
۸۸	نزہۃ الخواطر جلد سوم عربی	مطبوعہ حیدرآباد دکن	ادارہ تحقیقات لائبریری، پٹنہ
۸۹	[illegible]	پروفیسر علی حیدر نیر	گورنمنٹ اردو لائبریری، پٹنہ
۹۰	[illegible]	فرزند علی صوفی منیری	خدا بخش خطوط لائبریری، پٹنہ

تمت